The Ven'ble Archdeacon Barakat Ullah. M.A

علامه برکت الله

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَـــٰنِ الرَّحِيمِ

Muhammad of Arabia

By The Ven'ble
Archdeacon Barakat Ullah. M.A.F.R.A.S

محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولفه

قسیس معظم آرچڈیکن برکت اللہ ایم اے

فیلوآف دی رائیل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن)

1951
Urdu
June.13.2005
www.muhammadanism.org

بیادگار

عرش آشیانی فردوس مکانی

مسٹر اکبر مسیح صاحب مرحوم ومغفور

آپ کی تصنیفات سے میں نے اسلام اورمسیحیت کے باہمی رشتہ کا سبق سیکھا ہے۔

برکت اللہ

طبع ثانی کا دیباچہ

میں ہمیشہ اس بات کا متمنی رہا ہوں کہ اسلام اور مسیحیت کےوہ تعلقات جن کی جھلک ہم کو قرآن اوررسولِ عربی کے سوانح حیات میں ملتی ہے۔ ازسرِ نو بحال ہوجائیں تاکہ جو خلیج بعد کے زمانہ کے قومی مفاد، سیاسی اغراض اورذاتی منافعات وغیرہ کے حصول کی وجہ سے گذشتہ تیرہ صدیوں میں دونوں مذاہب کے درمیان حائل ہوکر بڑھتی گئی ہے وہ دور ہوجائے اور دونوں مذاہب کے پیرو (جیسا قرآن میں آیا ہے) میل ملاپ کے ساتھ متفقہ مسائل کی طرف توجہ دیں اورجب متنازعہ فیہہ مسائل پر بحث چھڑ جائے تو مجادلہ اورمکابرہ کے اوچھے ہتھیاروں کی بجائے عمدہ زبان اورشائستہ الفاظ استعمال کیا کریں۔

اسی جذبہ کے ماتحت میں نےعرصہ ہوا کتاب " محمد عربی" لکھی تاکہ غیر مسلم عموماً اور مسیحی جماعت خصوصاً رسولِ عربی کی زندگی کے صحیح اوراصل واقعات سے واقف ہوکراُن تمام فضول اوربے بنیاد حملوں سے پرہیز کریں ۔ جن کی بناء جھوٹی ، ضعیف اورسرتاپاغلط روائتیں ہیں۔ خداکا شکر ہے کہ میری محنت

اکارتھ نہیں گئی۔ اورنہ صرف مسیحی فضلاء نے بلکہ مسلم علماء نے بھی میری اس تالیف کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ "آج تک جتنی کتابیں اس موضوع پر شائع ہوئی ہیں۔ میں آپ کی کتاب کو بلحاظ عمدہ ترتیب اوربلحاظ مختصر نویسی سب سے اعلیٰ سمجھتا ہوں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کی نیت اچھی ہے ۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے یہ کتاب لکھ کر اپنی جماعت (یعنی عیسائی قوم) اورمسلمان قوم پر احسان کیا ہے"۔ رسالہ بلاغ نے اپنے ریویو میں لکھا کہ" کتاب اچھی ہے اوربہت اچھی ہے "۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے لکھا " عام طورپر مضمون کا اختصار عبارت کی سادگی اور طرزبیان کی خوبی قابل داد ہے۔ واقعی آپ نے اس طریق پر آنحضرت کے سوانح حیات لکھ کر عیسائی دنیا میں انقلاب پیدا کردیا ہے ۔ میں اس پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں"۔ مرحوم استادِ مکرم شمس العلما مولانا مولوی عبدالرحمنٰ صاحب پروفیسر عربی مشن کالج دہلی نے لکھا " میری رائے میں آپ کی یہ کتاب ہمارے ہادی کی سیرت وحیات کے متعلق غالباً ان کتابوں سے بہتر ہے جو مسیحی علماء نے لکھی ہیں۔ جس متانت واعتدال سے آپ نے کام لیا ہے اس پر آپ لاریب مستحق مبارک باد ہیں"۔ ان کے علاوہ عبداللہ یوسف علی صاحب ، ڈاکٹر صادق صاحب مرحوم وغیرہ نے تعریفی خطوط لکھے ہیں۔ غیر مسلم فضلاء میں سے مرحوم سرپیج بہاد سپرو، رائے بہادر کنورسین اور خالصہ کالج کے پرنسپل سردار جودھ سنگھ صاحب کے خطوط نے اورہندوستانی ٹائمز دہلی ریویو نے میری حوصلوں کو بلند کردیا۔ مسیحی علماء کے سرتاج مرحوم پادری ایس ایم پال صاحب، ریورنڈ بشپ عبدالسبحان صاحب، پادری ولیم میچن صاحب وغیرہ نے میری اس کوشش کی دادی ۔ ان کے علاوہ متعدد موقر مسیحی جرائد مثلاً کوکب ہند، نورافشاں، لاہور ڈایوسیس میگزین، انڈین کرسچین میسجز، وغیرہ نے اس کتاب کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔

پہلی ایڈیشن کو ختم ہوئے کئی سال ہوگئے ہیں۔ اس عرصہ میں دوسری کتابوں کی تالیف وتصنیف، کثرتِ مشاغل، اورفرائض منصبی نے اتنی فرصت دی کہ دوسری ایڈیشن تیارکرسکوں۔ مجھے واثق اُمید ہے کہ یہ دوسری ایڈیشن پہلی سے بھی زیادہ کارآمد ثابت ہوگی۔

افسوس اوررنج کا مقام ہے کہ ملک کے بٹوارے کے بعد ایسے روح فرساد واقعات پنجاب کے دونوں حصوں میں درپیش آئے جن کی وجہ سے فضا اس قدرمکدرہوگئی کہ مسلم وغیرمسلم کے باہمی تعلقات بیش ازپیش کبیدہ اورکشیدہ ہوگئے ہیں۔میری دعا ہے کہ خدا دونوں مملکتوں کومیل ملاپ اورمحبت کے بند میں جکڑ دے تاکہ دونوں ملک صلح اورامن کی زندگی بسر کرکے ترقی کرسکیں۔ مسیحی کلیسیاء کے لئے یہ ایک نادرموقعہ ہے کہ وہ دونوں ملکوں کی باہمی شکہ رنجی کو مٹانے کی خدمت سرانجام دے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اس کارِخیرمیں یہ کتاب ممدومعاون ثابت ہوگی۔

بٹالہ　　　　برکت اللہ

یکم اکتوبر۱۹۵۱

فہرست مضامین رسالہ محمد عربی

اعلان اسلام ، قریش کو دعوتِ اسلام ۔ قریش کی مخالفت کے وجوہ، قریش کا وفد اورحضرت کا جواب۔ آنحضرت کو ایذا رسانی، حمزہ کا اسلام ۔ عتبہ کا سوال ۔ کتب سابقہ کی تصدیق۔ قریش کا معجزات طلب کرنا۔ قریش کے ساتھ مذہبی گفتگو۔ عمرہ کا اسلا۔ عمر کے مسلمان ہونے کا نتیجہ ۔ مسلمانوں کو ایذارسانی ۔ حبش کی ہجرت، نجاشی کے دربار میں قریش کا دور۔ حضرت کا مقاطعہ اورسوشل بائیکاٹ ۔ آنحضرت کے ساتھ تمسخر روسائے قریش اور آنحضرت ۔ بتوں کی تعریف کی حدیث ۔ مہاجرین حبش کی واپسی۔ قریش کے مظالم ۔ قریش کا موزانہ قرآن۔ قریش کی تضحیك ، وفات ابوطالب ۔ وفات خدیجہ ، ابوطالب کی وفات کا نتیجہ ۔ بی بی سودہ سے نکاح ۔ بی بی عائشہ سے نکاح۔ قبائل عرب اورحضرت کی تبلیغ قریش کے ظلم۔ معراج ، شق صدر۔ طایف کا حضرت کو رد کرنا۔ عقبہ کی پہلی بیعت۔ مدینہ میں اسلام کا قدم۔ عقبہ کی دوسری بیعت۔ قریش کا جاسوس ۔ صحابہ کی ہجرت مدینہ ۔ حضرت کی ہجرت مدینہ ۔ قبلہ میں داخلہ۔

حصہ دوم ۔ محمد عربی ۔۔۔۔ازصفحہ ۸۳ تاصفحہ ۱۷۰

۱ ہجری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ازصفحہ ۸۴ تاصفحہ ۹۲

قبا میں مسجد کی تعمیر ۔ مدینہ میں داخلہ ، نمازجمعہ اورپہلا خطبہ ، مسجد کی تعمیر۔ مکان کی تعمیر۔ حضرت کے اہل وعیال کا مدینہ میں آنا۔ اذان کی ابتدا ۔ مہاجرین کی بے سروسامانی۔ رشتہ اُخوت ، اصحابِ صفہ ، قریش کی دھمکیاں ۔ یہود کے ساتھ معاہدہ۔ عاشورے کے روزے ۔

۲ ہجری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ازصفحہ ۹۲ تاصفحہ ۱۱۰

سلسلہ غزوات وسریا۔ حمزہ کا سریہ ۔ عبیدہ کا سریہ ۔ سعد کا سریہ۔ غزوہ ابوا۔ غزوہ العثیرہ۔ غزوہ سفوان۔ تبدیل کعبہ۔ رمضان کے روزے ۔ عبداللہ بن حجش کا سریہ ۔ جنگ بدر۔ قریش کے مقتولین ۔ اسیرانِ جنگ ۔ مالِ غنیمت۔ واقعہ بدرکی اہمیت ۔ اہل مکہ پر شکست کا اثر۔ غزوہ سویق۔

فاطمہ کی شادی۔ نمازعید الفطر۔ غزوہ نبی سلیم۔ آیاتِ جہاد۔

۳ ہجری ۔۔۔۔۔ازصفحہ ۱۱۰ تاصفحہ ۱۲۰

جنگ احد۔ ابوسفیان کا دوبارہ حملہ کا ارادہ۔ بی بی حفصہ سے نکاح

مقدمه

۱

سیرت محمدی کی تالیف کی ضرورت

حضرت محمد صاحب دنیا کی نامور ہستیوں میں سے ہیں۔ جس طرح ہندوستان کو مہاتمابدُھ کے وجود پر۔ ایران زرتشت اور چین کنفوشیس کے وجود پر اوربنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے وجود پر بجا فخر ہے۔ اُسی طرح سر زمین عرب کو حضرت محمد کے وجود پر فخر ہے۔آپ کی ذات سے جو فیوض اہل عرب کو پہنچ وہ تاریخ کے ورقوں پر آبِ زر سے لکھے ہوئے ہیں ۔ آپ نے عرب کے مختلف قبیلوں کو جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ ایک جماعت میں منظم کردیا۔ اوردشتِ عرب میں ایک ایسے مذہب کی بنا ڈالی جس نے عرب میں شرک اورکفر کا خاتمہ کردیا اوراب دورِ حاضرہ میں مختلف ممالک میں پھیل گیا ہے۔ اس مذہب کے پیروؤں کی تعداد کروڑوں پر مشتمل ہے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے اس نامورہستی کے سوانح حیات سے واقف ہو۔

یہ ایک علمی اورادبی ضرورت ہے جس سے کوئی صاحب ہوش انکار نہیں کرسکتا۔ مختلف اشخاص نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس کا تعلق مباحثہ اورمناظرہ سے ہوگیا ہے۔ ایک طرف اہلِ اسلام کا گروہ ہے جو کسی ایسے واقعہ کو ماننے کے لئے تیارنہیں جو اشارتاً اورکنایتہً بھی حضرت کی شان کے خلاف ہو۔ دوسری طرف غیر مسلم طبقہ ہے جوآنحضرت کی زندگی اوراخلاق کی ایسی بدنما تصویر پیش کرتا ہے ۔ جو ہر قسم کے معائب کا مرقع ہوتی ہے۔ لیکن جیسا سرسید احمد مرحوم کہتے ہیں " وہ دونوں افراط اورتفریط میں پڑگئے ۔ پہلے تو شراب کی سرشاری میں باٹ سے بھٹک گئے اورپچھلے اس رستہ کی ناواقفی سے منزل تک نہ پہنچ"(خطبات احمدیہ صفحہ ۹)۔

ہندوستانی مسیحیوں میں سے پادری عمام الدین صاحب مرحوم نے تاریخِ محمدی تصنیف کی ۔ لیکن چونکہ اُن کا روئے سخن اسلامی متکلمین سے تھا لہذا انہوں نے بھی بحث ومباحثہ کو مدِ نظر رکھ کر یہ کتاب لکھی تھی۔ چنانچہ مرحوم اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں"۔

" ہم لوگ محمد صاحب کے مناد نہیں ہیں جو اورموزحموں کی طرح صرف حال سناتے چلے جائیں گے یا قساح یا اغماض کے ساتھ بات بنا کر لکھیں گے بلکه ہم ان کے حال پر حمله کے طورپر اعتراض بھی کریں گے کیونکه ہم محمدی عالموں سے ان اعتراضات کا جواب بھی مانگتے ہیں" (صفحه ۱۰)۔

پھر تعلقات التعلیقات میں منشی چراغ علی کو مخاطب کرکے کہتے ہیں " میں نے تواریخ محمدی میں جا بجا اپنے گمان میں مناسب اعتراض بھی بہت سے کئے ہیں اس امید سے که ان کا کچھ جواب آپ لوگوں سے سنوں گا۔ کیا اس کا جواب یہی ہے که آپ ہمیں موٹی موٹی عربی کے الفاظ ہی بول کر سنادیں اورہزار اعتراضوں میں سے ایک کا جواب بھی نه دیں"۔ صفحه ۱۴)۔

یورپ کے مسیحی مصنفین نے بھی آنحضرت کی سیرت پر متعدد کتابیں لکھی ہیں لیکن اہلِ اسلام کے نزدیک کوئی ایسی کتاب حجت نہیں ہوسکتی جو ضعیف اور موصوع روایات پر مبنی ہو۔مسلمان علماء اس بات کے شاکی ہیں که یه یورپین مصنفین عموماً واقدی پر انحصارکرتے ہیں۔ اوراس کی نسبت امام شافعی کا قول ہے که واقدی کی تمام تصنیفات جھوٹ کا انبار[1] ہے۔ پس جو سیرت کی کتاب واقدی پر ہی منبی ہوگی وہ اہل اسلام کے لئے حجت نہیں ہوسکتی ۔ اورایسی کتاب لکھنا وقتِ عزیز کو ضائع کرنا ہے۔

پس ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے ۔ جس کا تعلق مباحثه اور مناظرہ سے نه ہو اورجو محض علمی حیثیت سے لکھی جائے جو صرف صحیح تاریخی واقعات پر ہی مشتمل ہو اورجس میں مولف کی ذاتی رائے کو قطعاً دخل نه ہو اورجو مسلم اورغیر مسلم دونوں کے لئے مفید اورکارآمد ہو۔ ہم نے کوشش کی ہے که یه تالیف ان تمام ضروریات کو پورا کرے ۔ وما توفیقی الا باللہ۔

۲

سیرتِ محمدی کے ماخذوں کی صحت

حضرت محمد صاحب کی زندگی کے واقعات معلوم کرنے کے حسب ذیل ماخذ ہیں۔

قرآن (۱) قرآن شریف ۔ یه ماخذ اہل اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ مستند اورقابل وثوق ہے۔

---

[1] منقول ازسیرت النبی مولفه شبلی جلد اول صفحه ۳۱

کتبِ سیر اور ان کی تنقید (۲) سیرت وتاریخ کی کتابیں۔ عام قیاس یہی چاہتا ہے کہ جو واقعات ان کتب میں ہوں گے وہ سب سے زیادہ صحیح ہوں گے۔ لیکن حقیقت یہ[1] ہے کہ سیرت کے واقعات حضرت محمد کے تقریباً سو برس بعد قلمبند ہوئے اوران کا ماخذ کوئی کتاب نہ تھی بلکہ زبانی روایات تھیں پس سیرت کی کتب میں ہر قسم کا رطب دیا بس بھرا پڑا ہے۔ چنانچہ حافظ زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ" طالبِ فن کو معلوم ہو کہ سیرت کی کتابوں میں ہر قسم کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ صحیح بھی اورغلط بھی[2]"۔ سرسید مرحوم ان کتب سیر کی نسبت لکھتے ہیں"۔ یہ سب کتابیں تمام سچی اور جھوٹی روایتوں اورصحیح اورموضوع حدیثوں کا مختلط مجموعہ ہے جس میں صحیح اورغلط ۔ مشتبہ اوردرست ۔ جھوٹی اورسچی کسی کا کچھ امتیازنہیں اورجو کتابیں زیادہ قدیم ہیں ان میں اس قسم کا اختلاط اورزیادہ ہے۔ قدیم مصنفوں اورلگے زمانہ کے مورخوں کو تصنیفات سے زیادہ غرض یہ تھی کہ ہر ایک قسم کی روایتوں اور افواہوں کو جواُن کے زمانہ میں پھیل رہی تھیں ایک جگہ جمع کرلیں اوراس بات کی تحقیقات اورتصحیح کہ کونسی ان میں بالکل صحیح ہے اورکونسی غلط ۔ کس میں زیادتی یاکمی ہوئی ہے آئندہ وقت یا آئندہ نسلوں پر منحصر رکھیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ پچھلی نسلوں ن بعوض اس کے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے انہی کتابوں کو اپنی تصنیفات جدید کا ماخذ ٹھہرایا اوراس لئے ان پچھلے مصنفوں کی تصنیفوں میں بھی وہی نقص پیدا ہوا جواُن قدیم مصنفوں کی تصنیفوں میں تھا۔ غرض کہ اب فنِ سیر کی تمام کتابیں کیا قدیم کیا جدید مثل ایسے غلے کے انبار کے ہیں جن میں سے کنکر۔ پتھر اورکوڑا کرکٹ کچھ چنا نہیں گیا اوران تمام صحیح اورموضوع ۔ جھوٹی اورسچی ۔سندر اوربے سند ۔ ضعیف اورقوی مشکوک اورمشتبہ روائیتیں مخلوط اورگڈ مڈ ہیں"۔ خطبات صفحہ ۱۱۔

پس سریت کی مستند اورمسلم الثبوت کتب میں بھی ضعیف روایات موجود ہیں۔ ابتدا میں سیرت محمدی کی کتابیں صرف لڑائیوں کے بیان پر ہی مشتمل تھیں ۔ جس طرح قدیم بادشاہوں کی تاریخیں جنگ نامہ اورشاہنامہ کے نام سے لکھی جاتی تھیں یا جس طرح کتب عہد عتیق میں سلاطین یہود کی سوانح حیات بیان کرتے وقت

---

[1] منقول ازسیرت النبی مولفہ شبلی جلد اول صفحہ ۳٦

[2] منقول ازسیرت النبی مولفہ شبلی جلد اول صفحہ ۷

مورخین نے جنگوں کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اسلامی کتب سیرت کو بعض اوقات " مغازی" بھی کہتے تھے۔ اس طریق عمل کے دو نتیجے ہوئے۔ اول چونکہ لڑائیوں کے بیان کرنے میں تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے لہذا سیرت کے مصنفین کو تنقید اورتحقیق کا معیارکم کرنا پڑا اوران کی کتب میں ضعیف روایات شامل ہوگئیں۔ دوم۔ چونکہ ان کتب میں لڑائیوں اورجنگوں کا عنصرغالب تھا لہذا حضرت محمد ایک فاتح اورسپہ سالار کے رنگ میں ہر جگہ نظر آنے لگے۔ اوریہ ان کی صورت قراردیدی گئی ۔ اوراُن کے دیگرسوانح حیات کو نظر اندازکردیا گیا۔

سیرت کی مشہورکتاب محمد بن اسحاق کی کتاب ہے۔ وہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہیں۔ محمد بن اسحاق (تاریخ وفات ۱۵۱ہجری) تابعی ہیں اورانہوں نے متعدد صحابہ کو دیکھا تھا۔ علم حدیث میں کمال رکھتے تھے ۔ اگرکوئی اعتراض ان پر ہے تو یہ ہے کہ جنگ خیبر وغیرہ کے واقعات انہوں نے ان مسلمانوں سے اخذ کئے ہیں جو پہلے یہودی تھے۔ لیکن وہ ایسے ثقہ ہیں کہ امام بخاری نے اُن کی سند سے روایات نقل کی ہیں اوران کو صحیح سمجھا ہے۔ اورمحدثین کا عام فیصلہ یہی ہے کہ مغازی اورسیرت میں ان کی روایات مستند ہیں۔ ان کی اصل کتاب نایاب ہے لیکن اس کتاب کی یادگار ابن ہشام کی کتاب ہے۔ ابن ہشام (سن وفات ۲۱۸ ہجری) نہایت ثقہ اور مشہور مورخ ومحدث انہوں نے ابن اسحاق کی سیرت کو اضافہ کرکے مرتب کیا۔ ان کی کتاب سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔

مورخین میں سے امام طبری (سن وفات ۳۱۰ ہجری) نہایت ثقہ ہیں اورکل محدثین کے علم وفضل کے قائل ہیں۔ ابن خلدون اورابو الفدا کی مستند تاریخیں ان کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

ہم نے اس تالیف میں سیرت ابن ہشام اورتاریخ ابوالفدا سے مدد لی ہے ابوالفدا کی نسبت سرسید جیسا محقق لکھتا ہے کہ وہ" اعتبار کے لائق ہے۔ اس نے اپنی کتاب احتیاط سے لکھی ہے" اوراس بات کی کوشش کی ہے کہ کوئی موضوع یا مشتبہ یا لغو روایت اس میں نہ داخل ہونے پائے[1]"۔ ہم نے واقدی کو نظر اندارکردیا ہے کیونکہ محدثین بالاتفاق اس کوکاذب کہتے ہیں۔

کتب حدیث (۳)۔ حضرت محمد کی زندگی کے واقعات کو معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ کتبِ حدیث ہیں۔ یہ امر زیر بحث ہے کہ آیا

---

[1] خطبات احمدیہ صفحہ ۱۳

آنحضرت کے زمانہ میں روائیتیں اورحدیثیں قلمبند ہوئی تھیں یا نہیں۔ ایک طرف تو صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت نے فرمایا" مجھ سے جو سنو اس کو بجز قرآن کے قلمبند نہ کرو اوراگر کسی نے لکھا ہو تو اس کو مٹا ڈالو"۔ دوسری طرف صحیح بخاری سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اورحضرت علی اورحضرت انس نے حدیثیں قلمبند کیں۔ لیکن یہ حدیثیں تعداد میں نسبتاً بہت کم تھیں۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے منبر پر یہ حکم دیا تھا" خبردار مجھ سے زیادہ حدیثیں نہ روایت کرو" ایک اوردفعہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو" شخص میری نسبت کوئی جھوٹی روایت بیان کرے تو چاہیے کہ وہ اپنا گھر آگ میں بنائے"۔ لیکن باوجود اس تنبیہ کے ہزاروں اشخاص نے مختلف اغراض کی وجہ سے (جن کا مفصل ذکر باعث طوالت ہوگا) لاکھوں احادیث وضع کرڈالیں۔چنانچہ امام بخاری نے ۶ لاکھ حدیثوں میں سے صرف چارہزار کو معتبر سمجھ کر جمع کیا۔

احادیث صحیحہ کی جانچ پڑتال صحیح روایات کے جانچ پڑتال کے لئے مختلف اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ اوراسمالرجل کے علم کی تدوین کی گئی ۔ پہلا اصول یہ تھاکہ روایت کا سلسلہ اصل واقعہ تک کہیں منقطع نہ ہونے پائے یعنی واقعہ اُس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ ہو اوراگر خود نہ ہو تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام ترتیب واربیان ہوں۔ اوریہ راوی صادق، ثقہ، دقیقہ شناس۔ عالم معنی فہم اور عادل ہوں جن کا حافظہ زبردست ہو۔ دوسرا اصول یہ تھا کہ جس قدراہم واقعہ ہو اسی قدر شہادت کا معیاربلند ہو ۔ یعنی جس درجہ کا واقعہ ہو اُسی درجہ کی شہادت ہونی چاہیے۔ تیسرا اصول یہ تھاکہ بیان کردہ واقعہ قرآن اور حدیث متواتر اوراجماع قطعی کے خلاف نہ ہو۔ بلکہ محسوسات تجربہ ، مشاہدہ اورعقل کے عین مطابق ہو۔لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر شخص جس روایت سے چاہے یہ کہہ کر انکارکرسکتا ہے کہ یہ روایت میرے نزدیک عقل کے خلاف ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ محدثین سلسلہ روایت کے ساتھ یہ بھی جانچتے تھے کہ آیادیگر شواہد اورقرائن اس روایت کے موافق ہیں یا نہیں تاہم عام فیصلہ یہی ہے کہ جس روایت کے راوی ثقہ ہوں اورسلسلہ روایت واقعہ تک پہنچتا ہو وہ باوجود خلافِ عقل ہونے کے لائق حجت ہے۔

محدثین نے صحیح روایات جمع کرنے میں نہایت محنت، نکتہ چینی، جانفشانی اورجانکاہی سے کام لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آنحضرت کے " اقوال وافعال وضع وقطع وشکل وشبہات ، رفتار وگفتار، مذاق طبیعت، اندازگفتگو طرززندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی[1] ۔

محدثین کی فروگذاشتیں ۔ دورحاضرہ کے معیار کے مطابق محدثین سے دو قسم کی فرد گزاشتیں صادرہوئیں ۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے معیار کے مطابق نہایت کاوش اور عرقریزی سے کام لیا اور صحیح احادیث اورواقعات کی کھوج کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ لیکن آخروہ انسان اورمحدود العقل تھے۔ ان کا ذہن رسا موجودہ زمانہ کی ضروریات اوراصول تحقیق سے واقف نہ ہوسکتا تھا۔

پہلی فرد گزاشت جو اُن سے صادرہوئی یہ تھی کہ انہوں نے واقعات کے بیان کرنے پر ہی کفایت کی لیکن ان واقعات کے اسباب کی طرف توجہ نہ کی ۔ موجودہ زمانہ میں ہر بچہ بھی یہ جانتا ہے کہ کوئی واقعہ بغیر علت کے وقوع پذیر نہیں ہوتا پس مورخ کسی واقعہ کو بیان کرنے سے پہلے اُس کے اسباب کو مفصل طورپر بیان کرتا ہے۔ اوران حالات کو بتاتا ہے جن کی وجہ سے وہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ لیکن اسلامی مورخین اورمحدثین واقعات کی صحت معلوم کرنے میں کوشاں ہیں۔ لیکن واقعات کے اسباب کی تحقیق وتلاش کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے ۔ دورِمیں کسی شخص کی زندگی کے کازمانوں اورسوانح حیات کو مکمل طورپر سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ ہم اس کے مقاصد اوراغراض اندرونی نیت اور ارادوں سے واقف ہوں جن کے باعث مختلف واقعات ظہورپذیر ہوتے ہیں۔ علاوہ ان باطنی امور کے ہمیں اُن ظاہری اسباب وحالات سے بھی واقف ہونا ضرور ہے۔جو اس دیدنی دنیا میں علت ومعلول کے سلسلہ میں واقعات کے خطل ہوتے ہیں۔ پس آنحضرت کی زندگی کے واقعات کو معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان کے اندرونی ارادوں اوربیرونی حالات سے واقف ہوں۔ جن کی وجہ سے آپ کی زندگی کے مختلف واقعات رونما ہوئے جائے افسوس ہے کہ اسلامی مورخین اورمحدثین نے آپ کی زندگی کے واقعات کے اسباب بیان کرنے کی طرف مطلق توجہ نہیں کی۔

---

[1] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۵۱

دوسری فرد گذاشت جو دورِ حاضرہ کے اصول تحقیق کے مطابق اسلامی مورخین سے صاد ہوئی یہ ہے کہ روایت کی صداقت کی تحقیق میں انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آیا راوی کا بیان بجائے خود واقعات اور قرائن کے تناسب سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ لیکن دورِحاضرہ کے معیار کے مطابق کسی واقعہ کے بیان کی صحت کےلئے یہ ضروری امر ہے کہ اس بیان کے مختلف اجزا ایک دوسرے کے اورگردوپیش کے حالات کے مطابق ہوں۔ فرض کرو کہ کسی بیان کے مختلف اجزا ایک دوسرے کے نقیص ہوں یا قرائن کے تناسب سے مطابقت نہ رکھتے ہوں اوربیان مربوط اورمسلسل نہ ہو اورجگہ جگہ سے اکھڑتا ہو تو وہ بیان غلط ہوگا خواہ اس کا راوی ثقہ ہو۔ اوراسمائے رجال کا علم اُس راوی کو نہایت مستند روایت میں شمار کرے۔ واقعات کی صداقت جانچنے کےلئے محض راوی کا ثقہ اور مستند ہونا کافی نہیں۔ روایت کے نفس مضمون ، ربط، سلسلہ، قرائن ، گردوپیش کے واقعات وحالات کے ساتھ تطبیق وغیرہ کو بھی مدِ نظر رکھنا لازم ہے۔ اسلامی مورخین نے اس اصول تنقیح وتنقید کی طرف توجہ نہیں کی ۔ اگرہم دورِحاضرہ کے اصول تحقیق کے مطابق اُن احادیث کو جن کو امام بخاری نے صحیح تسلیم کیا ہے جانچیں تو امام بخاری کی چارہزار احادیث کا نصف ہم کو رد کرنا پڑے گا۔

مثال کے طورپر احادیث کے جمع کرنے کے بارے میں آنحضرت نے کیا حکم دیا؟ بعض حدیثوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے اجازت دی چنانچہ ابن عمروبن عاص کہتا ہے" کہ میں جو بات حضرت سے سنتا تھا فوراً لکھ لیا کرتا تھا تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہنے لگے تو ہر چیز لکھتا جاتا ہے اوررسول اللہ آخر آدمی ہیں۔ غصے اور رضامندی کی حالت میں کلام کیا کرتے ہیں ۔ پس میں نے لکھنا چھوڑدیا۔ جب میں نے اس بات کا آنحضرت سے ذکر کیا توآپ نے اپنے منہ کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے کہا لکھ لیا کرو۔ قسم ہے اس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ میرے منہ سے حق کے سوا کوئی دوسری بات نہیں نکلتی[1]" اسی طرح ایک انصاری نے آنحضرت کے پاس آکر افسوس ظاہر کیا کہ یا حضرت میں آپ کی بات سنتا ہوں تو مجھے اچھی لگتی ہے۔ لیکن مجھے یا دنہیں رہتی ۔ آپ نے کہا اپنے دہنے ہاتھ سے مدد لے اوراپنے ہاتھ سے لکھنے کی طرف اشارہ

---

[1] ایضاً

کیا[1]۔ لیکن ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ" قرآن کے سوائے مجھ سے کچھ چیز نہ لکھا کرو۔ اورجس نے قرآن کے سوائے کچھ لکھا ہو تو چاہیے کہ اس کو مٹا ڈالے[2]۔ مسلم اس حدیث کے روای ہیں ۔اب دونوں قسم کی حدیثیں اہل اسلام کے معیار صحت کے مطابق ہیں لیکن سوال حل نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے احادیث کے جمع کرنے کے بارے میں کیا حکم دیا تھا؟

اسلامی کتب کا یک طرفہ بیان

مورخ کے لئے سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ اس کے سامنے صرف ایک ہی جانب کے بیانات ہیں یعنی ہمارے پاس صرف اسلامی مورخین اور محدثین کے بیانات ہیں۔ اگر ہمارے پاس اُن لوگوں کے بیانات بھی ہوتے جنہوں نے دعویٰ نبوت سے لے کر فتح مکہ تک آنحضرت کی مخالفت کی تھی یعنی اگر ہمارے پاس قریش مکہ اوریہودمدینہ ۔ جماعت ، منافقین اور دیگر قبائل عرب کے بیانات بھی ہوتے تو ہم جانبین کے بیانات پڑھ کر حضرت کی زندگی کے مختلف واقعات کی نسبت صحیح نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کا بیان بھی محفوظ نہ رہا جس سے ہم اسلامی مورخین اورمحدثین کے بیانات کی صداقت کا اندازہ کرسکیں۔ ہمارے سامنے صرف یکطرفہ بیانات ہیں پس مورخ کو ان بیانات کی صحت کا اندازہ کرتے وقت احتیاط اوربیدارمغزی سے کام لینا پڑتا ہے۔

ان یکطرفہ بیانات میں ایک اوردقت یہ ہے کہ جس طرح دروِ حاضرہ میں کوئی مسلمان یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ آنحضرت کے خلاف ایک کلمہ بھی بولا یا لکھا جائے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابہ اورتابعین میں سے کوئی شخص ایسی بات گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ آنحضرت کے صحابہ آپ کے شیدائی تھے۔ قریش اوردیگر قبائل کے سرداراُن کی عقید تمندی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہواکہ احادیث صحیحہ میں سے رفتہ رفتہ وہ تمام باتیں خود بخود خارج ہوتی ہوگئیں جو آنحضرت کے دامن پر داغ تصور کی جاسکتی تھیں۔ اورجوں جوں زمانہ گذرتا گیا ایسی احادیث کو شک کی نظر سے دیکھا گیا۔ تلک الغزانیق العلی کی حدیث (جس کا ذکر رسالہ میں ہوگا) اس کی ایک مثال ہے پس مورخ کو

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً صفحہ ۲۵۲

چاہیے کہ نہایت ہوشیاری اورحزم سے احادیث کی صحت کا اندازہ کرے۔

اسلامی سند کی تدوین

مورخ کے لئے ایک اوردقت یہ ہے کہ رسولِ عربی کے زمانہ میں سند کے تعین کا رواج نہ تھا۔ اسلامی سند کہ تدوین حضرت عمر کی خلاف کے دوران میں ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کسی واقعہ کا سال مقررکرنے کا طریقہ یہ تھاکہ ہجرت سے اتنے ماہ پہلے یا اتنے ماہ بعد فلاں واقعہ رونما ہوا تھا۔ مابعد کے زمانہ میں ان مہینوں سے سال بنائے گئے اورپھر سنہ کی ترتیب قائم ہوئی۔ بعض اصحاب نے پورے بارہ مہینوں کا سال بنایا اوربعض نے سنہ ہجری کی تطبیق کی خاطرکم مہینوں کا سال بنایا ۔ اوریوں اسلامی سند بڑھ گٹ گئے۔ اگرپورے بارہ ماہ کا سال بناگیا توسنہ گھنٹ گئے۔ بعض نے نبوت کا پہلا سال چار مہینوں کا۔ اورآخری سال دومہینوں کا اورہجرت کا پہلا سال دس مہینوں کا بنایا تو سنہ بڑھ گئے۔ اسی بناء پر بعض راوی کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ ۱ سنہ میں ہوا۔ بعض اُسی واقعہ کے لئے ۲ سنہ تجویز کرتے ہیں۔

مثلاً یہ مشہورہے کہ رسولِ عربی نبوت کے بعد ۱۳ برس مکہ میں رہے ۔ یہ پورے تیرہ برس نہیں ہوتے چند ماہ کی کمی کے ساتھ ہوتے ہیں ۔ سن نبوی کو سنہ ہجری کے ساتھ جوڑنے میں اکثر یہ غلطی کی جاتی ہے کہ بعض سنہ ہجری کی خصوصیت کا اطلاق سنہ نبوی پر بھی کردیتے ہیں۔ چنانچہ سنہ ہجری محرم سے شروع ہوکر ذی الحجہ پر تمام ہوجاتاہے لیکن سنہ نبوی کا یہ حال نہیں۔وہ بہم طریقہ سے کسی ماہ سے شروع ہوکر ذی الحجہ پر ختم ہوجاتا ہے اورآخر میں محرم سے شروع ہوکر ربیا الاول پر ختم ہوجاتا ہے ۔ ابن اسحاق کی روائت کی بناء پر اگرسنہ نبوی رمضان سے شروع ہوتوگویا چارماہ کے بعد ہی ذی الحجہ میں سالم تمام ہوا اورآخری سال یعنی ۱۴ نبوی محرم اورصفر صرف دو ماہ پر تمام ہوگیا پس سنہ نبوی درحقیقت بارہ برس اورچھ ماہ پر مشتمل ہے جس کو عموماً تیرہ برس کا زمانہ کہاجاتاہے۔

اسی طرح ہجرت کا شروع ربیع الاول سے ہوا مگر سنہ کی تدوین کے وقت دو ماہ آگے بڑھا محرم ۱۲ نبوی سے مرحم ۱ سنہ ہجری کا شروع ہوا۔پس سال کے حساب میں اگر غور سے کام نہ لیا جائے تو دومہینے دودفعہ پڑجاتے ہیں۔ اسی لئے ۱۴ سنہ نبوی نہیں

کہا جاتا کیونکہ ۱۴ سنہ کے صرف دوماہ ہیں جو ۱ سنہ ہجری میں داخل کرلئے گئے تھے۔ پس سنہ نبوی کا پہلا سال چار مہینوں کا تھا اوراس کے بعدبارہ سال پورے بارہ مہینوں کے تھے اورآخری سال صرف دومہینوں کا تھا۔

۳

رسالہ ہذا کی تالیف کے اصول

اس رسالہ کی تالیف میں ہم نے ذیل کے اصول کو مدِ نظر رکھا ہے:

(۱۔)چونکہ اہل اسلام کے نزدیک قرآن سب سے زیادہ معتبر اورمستند کتاب ہے۔ لہذا حضرت محمد کے سوانح حیات کے متعلق جو کچھ تصریحاً یا اشارتاً قرآن میں پایا جاتاہے ۔ اس کو ہم نے صحیح، مقدم اورافضل سمجھا ہے۔

(۲۔) حتی المقدورصرف احادیث صحیحہ سے کام لیا گیا ہے کیونکہ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث تمام کتب سیرت کی متفقہ روایت کے مقابلہ میں بھی قابل ترجیح ہے۔ ہم نے اس رسالہ میں صحیح بخاری مترجمہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ کرزن پریس دہلی ۳۳۲ ہجری کا استعمال کیا ہے کیونکہ صحیح بخاری قرآن کے بعد اصح الکتب خیال کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے قاضی شریف الدین رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب تیسیرا الوصول الی جامع الاصول من احادیث الرسول کے اردو ترجمہ تلخیص الصحاح مترجمہ مولوی سید ابوالحسن محمد محی الدین خاں مطبوعہ صدیقی مطیع لاہور کا استعمال کیا ہے۔ جس میں صحاح ستہ کی صحیح حدیثوں کو ایک جگہ جمع کردیا گیا ہے۔

(۳۔) سیرت اورتاریخ کی کتب میں سے ہم نے سیرت ابن ہشام اورتاریخ ابوالفدا سے مدد لی ہے ۔ لیکن ان کتب میں سے حتی المقدوراُن باتوں کو نظر اندازکردیا ہے جو ضعیف اورقابلِ انکارہیں۔

(۴۔) اس رسالہ میں قرآنی آیات کا عربی متن بخوفِ طوالت نہیں لکھا ۔ ان آیات کا فقط اردوترجمہ لکھا گیا ہے۔

(۵۔) حضرت محمد کے سوانح حیات میں سے جو واقعات اہم نہیں ہیں وہ ہم نے نظر اندازکردئیے ہیں صرف اہم واقعات کو مفصل طورپر لکھا گیا ہے کیونکہ ایک مختصر کتاب میں آنحضرت کی زندگی کے تمام واقعات کولکھنا ایک ناممکن امر تھا۔

(۶۔) ہم نے جہاں تک ہوسکا حوالوں کو سلسلہ داربحوالہ نمبرمختلف ابواب کے تحت کتاب کے آخرمیں بطورضمیمہ الگ جمع کردیا ہے۔ شائقین سے درخواست ہےکہ وہ ان نمبروں کے حوالہ سے ضمیمہ کوملاحظہ فرمالیں۔

(۷۔) چونکہ مختصررسالہ میں آنحضرت کے تمام غزوں اور سریوں کا ذکرنہیں ہوسکا لہذا کتاب کے آخرمیں جنگی مہموں کی فہرست شامل کردی گئی ہے۔ ہرسال ہجری کے بعد ایک لکیر کھینچ دی گئی ہے تاکہ ناظرین آسانی سے معلوم کرسکیں کہ ہر سال کتنی جنگی مہمیں وقوع میں آئیں۔ یہ فہرست کتاب رحمتہ للعالمین سے نقل کی گئی ہے۔

(۹۔) چونکہ اردو خواں اصحاب عربی ناموں کے تلفظ سے بالعموم ناآشنا ہوتے ہیں۔ لہذا اُن کی خاطرہم نے ضمیمہ میں چند عربی ناموں پراعراب لگادئیے ہیں۔

اُن اصحاب سے جو فنِ سیرت میں دسترس رکھتے ہیں التماس ہے کہ اگراُن کو اس تالیف میں کوئی ایسی بات ملے جو اُن کی تحقیق کے مطابق غلط ہو تو وہ مولف کو اطلاع دے کر اپنا گرویدہ احسان بنائیں تاکہ اگر وہ بات واقعی غلط ہو تو اُس کی تصحیح کی جائے۔کیونکہ مولف کی نیت نیک ہے اوربجزحق اور انصاف کے اورکچھ مطلوب نہیں ہے۔ ہرصاحب عقل کا فرض ہے کہ جب سچائی کو خود دریافت تو اُس کو دوسروں تک پہنچائے۔ اگراس رسالہ کے ناظرین کوئی ریویویا تبصرہ لکھیں تو اُس تبصرہ کو مولف کے پاس بھیج کراُس کو شکریہ ادا کرنے کا موقعہ عطاکریں۔

میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس رسالہ کی تالیف میں میری مد د کی ہے۔ خدا اُن کو جزائے خیردے۔

برکت اللہ

بٹالہ

یکم اکتوبر۱۹۵۱ء

حصّہ اوّل

محمدؐ مکّی

باب اوّل

قبل نبوت کا زمانہ

(۱۔) سلسلہ ء نسب

حضرتِ محمد کا سلسلہ ء نسب حسب ذیل ہے:

محمد بن عبداللہ عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلابہ بن مرتہ بن کعب بن لوے بن غالب بن فہربن مالک بن نفر بن کنانہ بن خزیمتہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزاز بن معد بن عدنان۔

صحیح بخاری[۱] میں سلسلہ ء نسب یہاں ختم ہے۔ اہل حدیث اوراہل تاریخ کا عدنان تک اتفاق ہے گوعلماء اسلام اس سلسلہ کو حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن

---

[۱] صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۷.

حضرت نے فرمایا ہے کہ " عدنان سے آگے میری نسبت بیان کرنے والے جھوٹے ہیں"۔

(۲۔) حضرت محمد کے آباؤ اجداد

آنحضرت خاندان قریش میں سے تھے۔ آپ کے آباواجداد میں سے قصیٰ بن کلابہ خاص طورپر قابلِ ذکر ہے۔ وہ خانہ کعبہ کے متولی اورمکہ کے حاکم تھے[۱]۔ اُن کے زیراہتمام مکہ میں حاجیوں کو کھانا مفت تقسیم کیا جاتا تھا انہوں نے چرمی حوض بنوائے جن میں حج کے دنوں میں حاجیوں کے لئے پانی بھر دیا جاتا تھا۔ قریش کے اندر شادی بیاہ کی کوئی تقریب اورجنگ کا کوئی قضیہ قصیٰ کے مشورہ کے بغیر نہ ہوتا یہ تمام اموردارالسند میں طے ہوتے جس کو قصیٰ نے تعمیرکیا تھا۔قصیٰ کی وفات کے بعد خانہ کعبہ کے تمام مناصب اس کے سب سے بڑے بیٹے عبدالدار کوملے لیکن عبدمناف قریش کا رئیس مقررہوا۔ عبدمناف کے بیٹوں میں سے ہاشم نہایت زبردست شخص تھا۔ اس نے عبدالدار کے بیٹوں سے حرم کے مناسب چھپنے چاہے اورجنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں لیکن بلاآخر اس پر صلح ہوئی کہ حاجیوں کو کھلانے پلانے کی خدمت ہاشم کے سپر دہوئی اورباقی مناصب بنی عبدالدار کے پاس بدستورقدیم قائم رہے۔ ہاشم اپنے فرائض کونہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتا تھا ۔ اس نے قیصرروم سے اورحبش کے بادشاہ نجاشی سے فرمان حاصل کرکے قریش کے اسبابِ تجارت کا ٹیکس معاف کرایا۔ ہاشم نے عرب کے مختلف قبائل سے بھی یہ عہدے لیا کہ وہ قریش کے کارروان کوکسی قسم کا گزند نہ پہنچائیں گے۔

ہاشم نے خاندان بنی نجار کی ایک خاتون سلمی سے شادی کی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بعد میں عبدالمطلب پڑگیا کیونکہ ہاشم کے بھائی مطلب نے اس کی پرورش کی تھی۔ عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو جو ایک مدت سے گم ہوگیا تھا اورجس کا کسی کوپتہ نہیں تھا کھودکرنکالا ۔

عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کی شادی قبیلہ زہرہ میں دہب بن عبد مناف کی دختر آمنہ کے ساتھ ہوئی ۔ شادی کے بعد عبداللہ تجارت کےلئے ملک شام کو گیا اور واپس آتے ہوئے مدینہ میں فوت ہوگیا۔ عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت محمد پیدا ہوئے۔

---

[۱] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۸

صفحہ آئندہ کے شجرہ سے آپ کا رشتہ ان لوگوں کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے ۔ جو مابعد کے زمانہ میں آپ کے جانی دشمن ہوگئے۔

یہاں تصویر اسکین کرنی ہے

(۳۔) ولادت ۔ طفولیت اورلڑکپن

تاریخ ولادت

حضرت محمد صاحب کی تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے۔ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے روزپیدا ہوئے تھے۔ غالباً آپ[۱] کی ولادت ۱۲ربیع الاول روزدوشنبہ مطابق ۵۷۰ ء ہوئی۔ اس سال اصحابِ فیل نے مکہ پرلشکرکشی کی تھی۔

پیدائش کے عجیب وغریب نشانات

تاریخ ابوالفدا میں لکھا[۲] ہے کہ جب آنحضرت پیدا ہوئے کسریٰ کے محل کو ایسی حرکت ہوئی کہ اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ فارس کی آگ جو ہزاربرس سے جلتی تھی دفعتہً سرد ہوگئی بحیرہ سادہکا پانی سوکھ گیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ ضیعف اورناقابل قبول روایات ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں ان مبالغہ آمیز باتوں کا ذکر تک نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں یہ روایات منقطع ہیں۔ کیونکہ صحابہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کی عمر آنحضرت کی ولادت کے وقت اتنی بڑی ہو کہ وہ روایت کرسکے ۔ حضرت ابوبکر عمر میں سب سے بڑے تھے لیکن وہ آنحضرت کی پیدائش کے دوسال کے بعد پیدا ہوئے تھے ۔ پس آنحضرت کی پیدائش کے متعلق جتنی روایات ہیں اُن کی وقعت افسانوں اور قصوں سے زیادہ نہیں ہے اسی طرح یہ روایت ہے کہ بی بی آمنہ سے ایک نورپیدا ہوا جس نے شام کی تمام گلیوں اورمکانوں کو روشن کردیا بے سند اورغیر معتبر ہے۔

---

[۱] ایضاً صفحہ ۴۹

[۲] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۲

رضاعت

حضرت کی والدہ ماجدہ نے چند روزتک آپ کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد ثوبیہ نے جو حضرت کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی آپ کودودھ پلایا[1]۔

دایہ حلیمہ سعدیہ

اُس زمانہ میں دستور تھاکہ مکہ کے روسا اورشرفا خواربچوں کو اردگرد کے گاؤں میں بھیج دیتے تھے تاکہ وہ بدوؤں میں رہے کر خالص عربی زبان کو حاصل کریں۔ اس دستور کے مطابق بدوی عورتیں سال میں دومرتبہ مکہ آیا کرتی تھیں۔ آنحضرت کی پیدائش کے چند روز بعد بدوی عورتیں مکہ میں آئیں۔ چونکہ حضرت یتیم تھے اوریہ عورتیں اپنے فائدہ کے لئے بچوں کو دودھ پلانے کی تلاش میں تھیں۔ اس لئے کوئی دایہ حضرت کو دودھ پلانا نہیں چاہتی تھی[2]۔ لیکن چونکہ دایہ حلیمہ کےہاتھ کوئی بچہ نہ آیا۔ اس نے حضرت کو لے لیا۔ آپ چھ برس تک بی بی حلیمہ کے پاس رہے۔ اوراُن کی اوراُن کے خاندان کی ہمیشہ عزت کرتے

[1] ایضاً صفحہ ۵

[2] ایضاً صفحہ ٦

رہے۔ چنانچہ مابعد کے زمانہ میں ایک دفعہ آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے رضاعی باپ آئے۔ توآپ نے ان کے لئے اپنے کپڑے کا ایک کونہ بچھادیا۔ پھرآپ کی رضاعی ماں آئیں توآپ نے ان کے واسطے دوسرا کونہ بچھادیا اور وہ اس پر بیٹھ گئیں پھرآپ کے رضاعی بھائی آئے توآپ کھڑے ہوگئے اوراُن کو اپنے سامنے بٹھالیا[3]

قبیلہ ہوازن جس میں حضرت نے اس طرح پرورش پائی فصاحت میں مشہورتھا۔ چنانچہ مابعد کے زمانہ میں حضرت لوگوں سے کہا کرتے تھے"۔ میں تم سب میں فصیح تر ہوں۔ کیونکہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اورمیری زبان بنی سعد کی زبان ہے"۔

والدہ کا انتقال

جب آنحضرت کی عمرچھ برس کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپ کو لے کر اپنے رشتہ داروں کے پاس گئی۔ لیکن واپس آتے وقت راہ[4] میں ان کا انتقال ہوگیا اورحضرت ام ایمن کےساتھ (جو حضرت

[3] تلخیص الصحاح جلد اول صفحہ ۵۸

[4] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۷

کے باپ کی لونڈی تھی اور حضرت کوترکہ میں ملی تھی[1]) مکہ واپس آئے۔

عبدالمطلب اورابوطالب کی کفالت

والدہ کی وفات کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کی پرورش کرتے رہے۔ لیکن دوبرس کے بعد وہ بھی گذرگئے اورمرتے وقت حضرت کو اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کرگئے ۔ جو حضرت کے باپ عبداللہ کے ماں جائے حقیقی بھائی تھے۔

بنی ہاشم کے لئے عبدالمطلب کی موت ایک سانحہ جانکاہ ثابت ہوئی کیونکہ ان کی وفات پر بنی ہاشم کی شان وشوکت اوردنیاوی وجاہت دفعتہً جاتی رہی ۔ اورریاست بنی اُمیہ کے خاندان میں چلی گئی ۔ صرف عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عباس کے پاس حاجیوں کو آبِ زمزم پلانے کی خدمت رہ گئی۔

ابو طالب کوآنحضرت کےساتھ اورآنحضرت کو اپنے چچا کے ساتھ بے انتہا الفت اور محبت تھی ۔ آپ ہر وقت حضرت ابوطالب کے ساتھ رہتے ۔ قرآن اُن ایام کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے " کیا اُس (خدا) نے تجھے (اے محمد) یتیم نہیں پایا اورتجھے گھر دیا اورتجھے بھٹکتا پایا اورہدایت دی"(سورہ ضحیٰ آیت ۶)۔

اسی زمانہ میں جب آپ کی عمر غالباً دس برس کی ہوئی تو آپ مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری نے آنحضرت کا قول نقل کیا ہے کہ" میں قرار بطہ پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا[2]"۔ قراریطہ کی جمع ہے جو ایک سکہ تھا۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ عبدالمطلب کی وفات نے بنی ہاشم کے خاندان پرکس قدراثرکیا۔ خود ابوطالب تجارت کا کاروبارکیا کرتے تھے۔

عیسائی راہب سے ملاقات

قریش کا دستور تھا کہ سال میں ایک مرتبہ تجارت کے لئے ملک شام کو جایا کرتے تھے۔جب حضرت کی عمر تقریباً ۱۳ برس کی ہوئی تو ابوطالب آنحضرت کو ہمراہ لے گئے ۔ جب بصرہ میں داخل ہوئے تو ایک عیسائی خانقاہ میں اُترے جہاں آپ کی ملاقات خانقاہ کے افسراعلیٰ راہب بحیرا سے ہوئی ۔

---

[1] طبقاتِ ابن سعد

[2] تلخیص الصحاح جلد سوم صفحہ ۶۱

اس ملاقات کی نسبت اسلامی اورمسیحی مصنفین نے نہایت مبالغہ اوررنگ آمیزی سے کام لیا ہے۔ ایک طرف اسلامی مورخین ابن اسحاق اورابن ہشام وغیرہ کہتے ہیں کہ راہب نے چہرہ محمدی کو دیکھ کر پہچان لیاکہ وہ رسوہ آخر الزماں ہیں جن کا ذکر کتبِ یہود ونصاری میں ہے اوراس نے ابوطالب کو کہا کہ اہل یہود وغیرہ کے شرسے بچائے رکھو وغیرہ[1]۔ دوسری طرف مسیحی مصنفین اس بات کے مدعی ہیں کہ آنحضرت نے اس راہب سے دین مذہب کے حقائق سیکھ کرانہی امورپر دینِ اسلام کو چلایا اوراسلام کی تمام اچھی باتیں اسی ملاقات کا نتیجہ ہیں۔ اس افراط تغریط کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض اسلامی مورخین مثلاً مولانا شبلی اس روایت کی صحت کا سرے سے انکارکرکے کہتے ہیں کہ" حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے"(سیرت النبی جلد اوّل صفحہ ۱۶۷)۔ لیکن حاکم نے مستدرک میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ" یہ حدیث بخاری اورمسلم کی شرائط کو پورا کرتی ہے" اگرہم اسلامی اورمسیحی مورخین کی افراط اورتفریط کو نظر انداز کردیں تو حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت محمد کی ملاقات خانقاہ کے افسرِ اعلیٰ بحیر راہب سے ضرورہوئی مسیحی راہب نے آپ کو دیکھا کہ

بالا ئے سرش زہوشمندی　　　　مے تافت ستارہ بلندی

اِدھر خدا نے اس نوخیز لڑکے کی فطرت میں مذہب کی وقعت اور دین حق کی جستجو ودیعت فرمائی تھی اور اُدھر مسیحیت کا مبلغ تھا جس نے دین ومذہب کی خاطر دنیا پر لات ماری تھی ۔ الہیٰ انتظام اور پروردگاری نے ان دونوں کی ملاقات کرادی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت کو بُت پرستی سے نفرت شروع ہوگئی اورآپ کے دل میں خدائے واحد کا عشق اوردینِ حق کی جستجو کے ولولے پیدا ہوگئے ۔

حربِ فجارمیں شرکت

جب آپ کی عمر چودہ سال کی ہوئی تو قیس اور قریش کے قبائل میں جنگ ہوئی ۔ اس جنگ میں قریش کا رئیس اورسپہ سالار حرب ابن امیہ تھا جو ابوسفیان کا باپ اورمعاویہ کا دادا تھا۔ ابن ہشام کے مطابق حضرت بھی اس جنگ میں (جو حربِ

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۴

فجار کہلاتی ہے) شریک تھے اوراپنے چچاؤں کو اُن کے دشمنوں کے تیروں کی زد سے بچاتے تھے[1]۔

(۴۔) شباب کا زمانہ

پیشتہ تجارت

حضرت اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کےلئے شام وغیرہ گئے تھے۔ جب حضرت کو فکر معاش ہوئی تو آپ نے بھی تجارت کا پیشہ اختیارکیا۔ آپ اپنے کاروبارمیں اپنا معاملہ ہمیشہ صاف رکھتے تھے۔ آپ صدقِ گفتار۔ حُسن کرداراورامانت داری کے سبب مشہورتھے[2]۔ تاجر خوشی سے اپنا سرمایہ آپ کے ہاتھ میں دے کرآپ کو منافعہ میں شریک کرتے تھے اورتجارت کی غرض سے آپ کئی مرتبہ شام۔ بصرے اوریمن کی طرف گئے۔

ان ایام میں بی بی خدیجہ بنت خویلدا ایک صاحبِ شرف اورمالدارتاجرہ تھیں ۔ وہ اس قدردولت مند تھیں کہ جب اہلِ مکہ کا قافلہ روانہ ہوتا تھا تواکیلا اُن کا سامان تمام قریش کے سامان کےبرابر ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو اپنا مال دے کر ان سے تجارت کراتی تھیں او رمنافعہ میں اُن کا حصہ مقررکردیتی تھیں[3] ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضرت محمد کے خاندان سے ملتا تھا ۔ انہو ں نے حضرت کی امانت ، دیانت ، صدق ، راستی اور ہشیاری کی شہرت سن کر حضرت کو بلوایا اوراُن کے منافعہ میں شریک کرکے مال دے کر شام کی طرف بھیجا اوراپنا غلام میسرہ اُن کے ہمراہ کردیا۔ وہاں آپ نے خدیجہ کا سامان بطریق احسن فروخت کیا اورجس قسم کا مال خریدنا تھا اس کو خرید کر واپس مکہ آئے۔ اس مال کو بی بی خدیجہ نے فروخت کرکے دُگنا فائدہ اٹھایا۔

بی بی خدیجہ سے نکاح

بی بی خدیجہ نہایت شریف النفس اوراعلیٰ اخلاق کی تھیں۔ اور قریش میں وہ طاہرہ کے نام سے مشہورتھیں ۔ ان کی دو شایاں ہوچکی تھیں ۔ اس وقت وہ بیوہ تھیں اورگو ان کی عمر چالیس کی تھی تاہم وہ نہایت حسین اورصاحبِ اجمال تھیں اورہر شخص ان سے شادی کرنا چاہتا تھا[4]۔ لیکن بی بی خدیجہ کی نظر انتخاب

---

[1] ایضاًصفحہ ۵٦

[2] ایضاًصفحہ ۵۷

[3] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۸

حضرت محمد پر پڑی ۔ ان کا مہر بیس اونٹ مقرر ہوا۔ آنحضرت کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی[1]۔ یہ آپ کی پہلی زوجہ تھیں اورجب تک وہ زندہ رہیں آنحضرت نے دوسری شادی نہ کی۔ سوائے صاحبزادہ ابراہیم کے آنحضرت کی کل اولادیں (تین لڑکے اورچار لڑکیاں) انہیں سے پیدا ہوئیں[2] لڑکے تو دعوےٰ نبوت سے پہلے ہی فوت ہوگئے لیکن چاروں لڑکیاں زندہ رہیں۔

تعمیر کعبہ

جب آنحضرت کی عمر ۳۵ برس کی ہوئی تو خانہ کعبہ ازسر نو تعمیر کیا گیا۔ کعبہ کی قدیم دیواریں قدِ آدم سے کچھ زیادہ تھیں ۔ چند لوگوں نے خانہ کعبہ کا خزانہ جرات کرکے چرُالیا ۔ پس قریش نے ان دیواروں کو منہدم کرکے ازسر نو اونچی دیواروں کو تعمیر کرنے اور خانہ کعبہ کو مستف کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے انہیں دلوں میں ساحلِ جدہ پر ایک جہاز کنارہ سے ٹکرا کر لوٹ گیا تھا۔ مکہ میں ایک قبطی رہتا تھا جو نجاری کے کام سے بخوبی واقف تھا۔ جب قریش نے قدیم دیواروں کو منہدم کردیا اورنئی دیواریں تعمیر کردیں تو اس قبطی نے جہاز کی لکڑیوں سے خانہ کعبہ کی چھت ڈالدی۔

تعمیر کرتے وقت جب حجر اسود کے نصب کرنے کا موقعہ آیا تو ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ نصب کرنے کا شرف اُسی کو حاصل ہو۔ اس معاملہ نے یہاں تک طول کھینچا کہ سب باہم قتل وقتال پر آمادہ ہوگئے ۔ اسی قضیہ میں چار پانچ دن گذرگئے ۔ بلاآخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سے زیادہ عمر رسیدہ تھا رائے دی کہ کل صبح سب سے پہلے جو شخص آئے وہ منصف قرار دیا جائے اوراس کا فیصلہ منظورکرلیا جائے۔ قریش نے اس بات کو منظورکرلیا۔ دوسرے روز علیٰ الصبح حضرت محمد سب سے پہلے آئے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص امین ہیں اُن کا فیصلہ ہم کو منظور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دعویدار قبائل اپنے میں سے ایک ایک سردار منتخب کرلیں۔ پھر آپ نے ایک چادر بچھا کر حجر اُسود کو اس میں رکھ دیا اور کہا کہ قبائل کپڑے کے کونوں کو پکڑ کر دیوار تک لے آئیں۔ جب چادر موقع پر آگئی تو آپ نے بدستِ خود اُس کو اٹھاکر دیوار پر رکھ دیا

اورتعمیر جاری ہوگئی ۔ اس طرح آپ کی حسنِ تدبیر اورحکمت عملی سے جنگ وجدال کا خاتمہ ہوگیا۔

باب دوم

اززمانہ دعویٰ نبوت تا زمانہ ہجرت

(۱۔) دعویٰ نبوت

روحانی بیداری

آنحضرت بی بی خدیجہ کے ساتھ شادی کرنے کی وجہ سے فارغ البال ہوگئے تھے۔ اب فکرِ معاش آپ کو ستاتی نہ تھی۔ لیکن فارغ البالی کی حالت میں آپ نے دیگرصاحبِ ثروت اشخاص کی طرح اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کیا۔ آپ کی طبیعت سنجیدہ واقع ہوئی تھی۔ صدق راستی اوراعمال حسنہ کی وجہ سے آپ اپنے قبیلہ میں ممتاز تھے اوردیانت داری کی وجہ سے امین کہلاتے تھے۔ پس فارغ البالی کی حالت میں آپ اپنے ملك اورقبیلہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے ۔ آپ کی نظروں کے سامنے آپ کا وطنِ عزیز تھا جس میں یگانگت اوراتحاد کا نام بھی نہ تھا۔ مختلف قبائیل ایك دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ جہالت اورتاریکی ہر جگہ تھی۔ بد رسوم اورنحرب اخلاق باتیں جائز سمجھی جاتی تھیں ۔ وحشیانہ طریقے مستحسن خیال کئے جاتے تھے۔ لڑکیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں۔ بُت پرستی نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر رکھا تھاخدائے واحد کی پرستش نظر نہ آتی تھی ۔ کیونکہ گو عیسائیت اوریہودیت خدائے واحد کی پرستش کرنے والے تھے لیکن اہلِ عرب کی اکثریت ان مذاہب کی گرویدہ نہ تھی۔ عرب ستاروں کی پرستش اورلات ، عزیٰ ، ہبل، اساف ، نائلہ ، وُد، سواع ، بغوث، منات وغیرہ بتوں کی پرستش میں غرق تھے۔ جہاں کہیں کوئی خوبصورت پتھر یا ریت کے ٹیلے دیکھ پاتے اُن کی پوجا شروع کردیتے تھے۔ شراب نوشی، قمار بازی ، سود خواری کی بُری عادتیں اُن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں ۔ منافرت اورمفاخرت، معاقرت اورانتقام کے بےہودہ جذبات پر ان کو بڑا نازتھا۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر خرافات اوروہمیات ان میں مروج تھیں[1]۔ آنحضرت اپنی قومِ عزیز کی اصلاح کا خیال کرتے اورسوچتے کہ اللہ نے یہود کی طرف اورعیسائیوں کی طرف اپنے رسول اورانبیاء بھیجے تھے تاکہ ان اقوام کی اصلاح ہو۔ کیا عرب کے

---

[1] رسوم جاہلیت صفحہ ۱۶ تا صفحہ ٦۵

قبائل اللہ کی نظر میں قدرنہیں رکھتے؟ آخر ان کی طرف بھی اللہ کو ضرورکسی رسول کو بھیجنا ہے۔ پس آپ کے دل میں خیال پیدا ہوتاکہ اللہ نے اس کام کے لئے کسی کو ضرور مقررکرنا ہے کیونکہ جب کسی قوم کی حالت بُری طرح گرجاتی ہے تو خدا اُس محبت کی وجہ سے جو وہ بنی آدم سے رکھتا ہے کسی شخص کے دل میں اصلاح کا خیال پیدا کردیتا ہے تاکہ وہ اس کی مخلوق کو چاہ ضلالت سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لائے۔

الٰہی انتظام نے حضرت محمد کو فارغ البال کردیا۔ آپ کی طبعیت میں مذاہب اوردین کی رغبت ڈالی۔ آپ کو لڑکپن ہی سے مسیحی راہب بحیرا کی ملاقات کی وجہ سے شرك اوربُت پرستی سے نفر ہوچکی تھی۔ اہلِ کتاب یعنی یہودی اور عیسائی خدائے واحد کی تعلیم کی تلقین کرتے تھے۔ آپ کی ملاقات عبید اللہ بن حجش، عثمان بن حویرث اورزید بن عمر جیسے متلاشیانِ حق سے ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی کا قریبی رشتہ دار ورقہ بن نوفل ایك عیسائی عالم تھا جو انجیل جلیل کا ماہر اورمترجم تھا ۔ خود آنحضرت کے دل میں لڑکپن ہی سے دینِ حق کی جستجو کا خیال موجود تھا۔ پس فارغ البال کی حالت میں آپ اپنے قبیلہ اورقوم کی دینی اور دنیاوی اصلاح پر غوروفکر کرنے لگے۔ خدا نے آپ پر احسان فرمایا تھا اور دنیاوی اور روحانی برکات عطا کی تھیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے " کیا اُس (خدا) نے تجھے (اے محمد) یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی تجھے بھٹکتا پایا پھر ہدایت کی ۔ تجھے محتاج پایا پھر دولتمند کیا" (سورہ ضحیٰ آیت ۶، ۷)۔ خدا نے آپ کو راہِ حق کی جھلك دکھائی تھی ۔ پس آپ محسوس کرتے تھے کہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے ہم وطنوں کو راہِ حق پر لائیں۔ شادی کے بعد کے پندرہ برس اسی غور وخوض اور وحانی تیاری میں گذرگئے۔

غارِحرا میں عبادت

مکہ سے تین میل پر ایك غار تھا جس کو" حرا" کہتے تھے آپ وہاں جاکر مہینوں خلوت کرتے اورمراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے خلوت آپ کی پسند خاطر کردی تھی اورسب سے بہتر آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ آپ تنہا بیٹھے رہیں[1]۔

---

[1] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۷

بعثت

جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ حسبِ معمول اعتکاف کے لئے ماہِ رمضان میں غار حرا میں آئے[1]۔ اپنی قوم کی اصلاح کے خیالات میں آپ شب وروز غرق رہتے تھے۔ خدا نے آپ کو اس کام کے لئے بلایا جو پہاڑ سے بھی سخت مشکل نظر آتا تھا ۔ آپ بارِ امانت کے خیال اور ذمہ داری کے احساس سے کانپ اٹھے اورآپ نے بی بی خدیجہ کے پاس جاکر تمام احوال بیان کیا۔ وہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توریت وانجیل کے ماہر تھے انہوں نے آنحضرت کو یقین دلایا کہ سچ مچ خدا نے آپ کو اپنی قوم کا راہنما ہونے کےلئے مبعوث کیا ہے اور کہا کہ" بے شک لوگ آپ کو جھٹلائینگے اور تکلیف پہنچائیں گے اورآپ کو خارج کریں گے اورآپ سے جنگ کریں گے لیکن اگر میں زندہ رہا تو ضرور آپ کی مدد کروں گا[2]"۔ حضرت اپنی قوم کی اصلاح کے بارگراں کا خیال کرکے مضطرب ہوجاتے لیکن آپ کی زوجہ محترمہ آپ کی تسلی کرتیں اور کہتیں" آپ ہرگز نہ گھبرائیں ۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ نے آپ کو ہماری قوم کا رسول بنایا ہے۔ اوراللہ آپ کا خود مددگار ہوگا اورآپ کو کامیاب کرے گا۔ کیا آپ اپنے رشتہ داروں سے محبت کرنے والے۔ اپنے ہمسایوں سے نیک سلوک کرنے والے غریبوں کی حاجت رفع کرنے والے ۔ اپنے قول کا پاس رکھنے والے۔ اورحق کی راہ پر چلنے والے نہیں ہیں؟ آنحضرت نے اضطراب کی حالت میں میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سرگرداں پھرتے۔ اصلاح کے کام کی عظمت کا خیال طرح طرح کے شکوک آپ کے دل میں ڈالتا۔ اورآپ اقضائے بشریت سے متردد ہوجاتے یہاں تک کہ آپ اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر سے گرادینا چاہتے ۔ لیکن پھر خدا کی آواز آپ کو سنائی دیتی اورفرشتہ کی بشارت آپ کی تسلی کا باعث ہوتی۔

(۲۔) اخفائے اسلام کا زمانہ

خدیجہ کا اسلام لانا

سب سے پہلے حضرت کی اہلیہ محترمہ بی بی خدیجہ آپ پر ایمان لائیں۔ وہ حقیقی طورپر آپ کی انیس غمخوار اور شریکِ زندگی تھیں۔ اُن کے حسنِ سلوک کی یادگار تمام عمر حضرت کے دل میں تازہ رہی۔ چنانچہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ گو میں نے

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۳٦.

[2] تاریخ ابن ہشام صفحہ ۷۸

خدیجه کو نہیں دیکھا تھا لیکن مجھ کو جس قدر رشک اس پر آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا[1]۔ کیونکه آنحضرت ان کو یاد کرکے کہا کرتے تھے " خدا نے مجھ کو اس کی محبت دی ہے"۔ ایک دفعه آپ نے بی بی خدیجه کو ان کی وفات کے بعد حضرت عائیشه کے سامنے یاد کیا تو بی بی عائشه نے ازاراہ رشک کہا" آپ کیا ایک بڑھیا کی یاد کیا کرتے ہیں جو مر چکی ہے۔ خدا نے آپ کو اُس سے اچھی بیویاں دی ہیں[2]۔ آنحضرت نے جواب میں کہا" ہرگز نہیں جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی تھی۔ جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائی۔ جب میرا کوئی یارومددگار نه تھا اس نے میری مدد کی"۔ آپ کہا کرتے تھے که" دنیا میں سب عورتوں سے بہتر حضرت مریم ہیں اور میری اُمت میں سب سے بہتر خدیجه ہیں[3]۔

[1] تلحیص الصحاح جلد پنجم صفحه ۹۲

[2] بخاری جلد دوم صفحه ۱۲۶

[3] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحه ۱۱

حضرت علی کا اسلام لانا

حضرت خدیجه کے بعد حضرت علی بن ابوطالب آنحضرت پر ایمان لائے۔ حضرت علی کی عمر اس وقت تقریباً دس برس کی تھی اور وہ آنحضرت کے گھر میں ہی رہتے تھے کیونکه ایک دفعه عرب میں قحط پڑا تھا اور ابوطالب کثیرالعیال ہونے کی وجه سے سخت تنگ تھے۔ حضرت احسان فراموش نه تھے۔ ابو طالب نے لڑکپن سے آپ کو سایه عاطفت میں رکھا تھا اور حضرت کو اُن سے محبت تھی۔ پس حضرت نے اپنے چچا عباس سے کہا که آؤ ہم دونوں ابوطالب کا بوجھ ہلکا کردیں۔ تب وہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے که ہم آپ پر سے آپ کے عیال کا بوجھ ہلکا کرنے آئے ہیں۔ پس آنحضرت نے علی کو اور عباس نے جعفر کو لے لیا[4] جب آنحضرت نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت علی ان پر ایمان لائے۔

[4] ابن ہشام صفحه ۸۲

زید بن حارث کا اسلام

حضرت علی کے بعد زید بن حارث حضرت محمد پر ایمان لائے۔ زید بی بی خدیجه کے عیسائی غلام تھے۔ شادی کے بعد آنحضرت نے زید کو لےکرآزاد کردیا۔ زید آنحضرت کی خدمت میں رہتے تھے اورآپ سے اس قدرمحبت کرتے تھے که جب اُن کے اپنے باپ اُن کے پاس آئے اوران کوواپس گھر لے جانا چاہا اورحضرت نے اجازت دے دی تو زید نے انکار کردیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں رہنا زیادہ پسند کیا[1]۔ اس پر آپ نے زید کو اپنا متنبیٰ بیٹا بنالیا۔

ابوبکر کا اسلام لانا اوردعوتِ اسلام کاآغاز

حضرت زید کے بعد حضرت ابوبکرجن کا اصل نام عبدالله بن ابو قحافه تھاآنحضرت پر ایمان لائے۔ ابوبکر صدق ودیانت میں مشہور اور تارکِ شراب تھے۔ نرمی، خوش کلامی، حسنِ اخلاق اوردوسروں کےلحاظ سے قریش میں ممتاز اورصاحبِ اثر تھے۔ جب آپ اسلام لائے توآپ نے اُن لوگوں کو جوآپ کے ہم نشین تھے اورجن پر آپ کو اعتماد تھا خدا اورآنحضرت کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ کی دعوت کا نتیجه یه ہوا که عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمنٰ بن عوف، سعد بن ابی وقاص اورطلحه بن عبید الله آنحضرت پر ایمان لے آئے۔ ان اصحاب کی وجه سے دوسرے لوگوں میں بھی یه چرچا چپکے چپکے ہوتا گیا۔ اورمسلمانوں کی تعداد میں اضافه ہوتا گیا۔ چنانچه ابوعبیده عامر بن عبدالله اورارقم بن ابی ارقم اورابوسلمه۔ اورسعید بن زید بن عمر وبن فضیل اوراس کی بیوی فاطمه بنت خطاب (یعنی حضرت عمر بن خطاب کی بہن)اور خباب ابن الارت وغیره وغیره اسلام لائے۔

خفیه دعوت اسلام

آنحضرت تین سال تک خفیه طورپر لوگوں کو دعوتِ اسلام کرتے رہے[2]۔ جب نماز کا وقت آتا تو آنحضرت کسی گھاٹی میں چلے جاتے ایک دفعه آپ حضرت علی کے ساتھ کسی دره میں نماز پڑھ رہے تھے ۔ابوطالب نے دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔اور حضرت سے دریافت کیا اے بھتیج یه کیا دین ہے جو تونے اختیار

---

[1] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحه ۱۲

[2] سیرت ابن ہشام صفحه ۸۲

کیا ہے۔ آنحضرت نے جواب دیاکہ یہ دین خدا اور اس کے فرشتوں اس کے رسولوں اورہمارے باپ ابراہیم کا ہے اور خدا نے مجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے پھر آپ نے ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی۔ ابوطالب نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کا دین ترک کرکے اس دین کو اختیارنہیں کرسکتا۔ لیکن جب تک میں زندہ ہوں کسی اورشخص کو تمہارا مزاحم نہیں ہونے دوں گا[1]۔

ایک اوردن کا ذکر ہے کہ سعد بن ابی وقاص چند صحابہ کے ساتھ مکہ کی ایک گھاٹی میں پوشیدہ نمازپڑھ رہے تھے کہ یکایک چند لوگوں نے ان کو دیکھ لیا اوربُرا بھلا کہنے اورلڑنے کو تیار ہوگئے۔ اس پر سعد نے ایک کا سر پھوڑ ڈالا ۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام میں بہایا گیا[2]۔

اسلام کے اخفا کا زمانہ تین سال تک رہا۔ اس عرصہ میں جو لوگ اسلام لائے ان میں سے ایسے لوگوں کی کثرت تھی جو پہلے ہی بُت پرستی اوردیگر اوہام سے بیزار تھے اورتلاشِ حق میں سرگردان تھے۔ مثلاً ابوبکر، ابوذر، سعید بن زید وغیرہ جونہی ایسے اشخاص کو ایک راہنما ملا جو اُن کو صراط مستقیم کی طرف لانے کا مدعی تھا وہ اس پر ایمان لائے ۔ لیکن ان نو مسلموں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو دنیاوی نقطہ خیال سے عزت وجاہ اورمرتبہ والا ہوتا۔ بلکہ بعض تو اس قدر غریب تھے کہ مابعد کے زمانہ میں جب قریش ان کو آنحضرت کے ہمراہ دیکھ پاتے تو ازاراہ تمسخر کہتے" خدا نے ان لوگوں پر تو احسان کیا ہے اورہم کو چھوڑ دیا ہے"(سورہ انعام آیت ۵۳)۔

(۳۔) اعلانِ اسلام کا زمانہ

قریش کودعوتِ اسلام

جب تین سال گذرگئے اوراس عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد چالیس کے قریب ہوگئی تو حضرت کو حکم ہوا کہ " تم کوجو حکم کیا گیا ہے اس کے ساتھ تم حق اورباطل کا فرق بیان کردو اور مشرکوں کے جھٹلانے کی کچھ پرواہ نہ کرو اوراپنے نزدیک کے خاندان والوں کوڈراؤ (سورہ شعرا آیت ۱۴)۔ اس پر آنحضرت نے کو ہ صفا پر چڑھ گئے اورپکارا" یا صبا حاہ" یہ لفظ اس موقعہ کےلئے مخصوص تھا جب کوئی قبیلہ اچانک حمہ کرتا ۔ آپ نے اس طرح قریش کو جمع کرکے کہا" اگر میں تم کو یہ خبردوں کہ

---

[1] ایضاً صفحہ ۸۵

[2] ترجمہ القرآن ڈاکٹرنذیر احمد صفحہ ۴۱۱

چوٹی کے پیچھے ایک فوج آرہی ہے تو کیا تم یقین کروگے؟" قریش نے جواب دیاکہ " ہاں ہم مان لیں گے کیونکہ تو راست گفتار ہے" اس پرآپ نے کہا" میں تم کو ایک ایسے عذاب سے ڈراتا ہوں ۔ جو تمہارے سامنے ہے۔ تم اس بات کا یقین کروکہ اگرتم ایمان نہ لاؤ گے تو سخت عذاب میں مبتلا ہوگے" ابو لہب نے (جو آپ کا حقیقی چچا اورآپ کی دو صاحبزادیوں کا خسر تھا)آپ کی طرف پتھر چلایا اوراپنے محاورے کے مطابق کہا" تیرے ٹوٹیں دونوں ہاتھ اور تیرا جائے ستیاناس۔ کیا ہم سب کو تونے اسی واسطے جمع ہونے کی تکلیف دی ہے"۔ سب لوگ ناراض ہوکر وہاں سے چل دیئے۔[1]

قریش کی مخالفت کی وجوہ

اس واقعہ کے چند روز بعد آپ نے خاندان عبدالمطلب کی دعوت کی اورکھانے کے بعد اُن کو اسلام کی طرف بلایا۔ لیکن آپ کے خویش واقربانے آپ کا دین قبول کرنے سے انکارکردیا۔ اور ابوطالب سے مذاقیہ کہنےلگے"۔ اپنے بیٹے کی بات سن اوراطاعت کر۔ یہ تجھے حکم ہوا ہے[2]۔ آپ کے چچا ابولہب نے بالخصوص آپ کو رد کیا۔ قریش آپ کی بات سننے کو ہرگز تیارنہ تھے کیونکہ اوّل یہ تحریک اُن کے آبائی رسوم وعقائد کے خلاف تھی اورپھر عرب کے مذاہب کے ساتھ ان کا اقتدار اوررسوخ وابستہ تھا کیونکہ اُن کے مختلف خاندانوں کے روسا ان مذاہب اورآبائی مراسم کے مختلف مناسب پر ممتازتھے۔ پس قریش میں سے جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا وہ آنحضرت کی اُسی قدرزیادہ مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ علاوہ ازیں قریش میں دوگروہ تھے جو ایک دوسرے کے رقیب تھے ۔ یعنی بنو ہاشم اوربنو امیہ ۔ ہاشم کی وفات کے بعد بنو امیہ کا اقتداربڑھتا گیا اوراس وقت بنو امیہ کے خاندان میں ابو سفیان سردار تھا۔ ولید بن مغیرہ سپہ سالار تھا جس کا بھتیجا ابوجہل بھی ممتاز تھا۔ قریش کی عنانِ حکومت انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ ادھر بنی ہاشم میں سب سے زیادہ معمر شخص ابولہب تھا جو بد چلن تھا۔ عباس دولتمند تھا مگر فیاض نہ تھا پس اگر قریش آنحضرت کی نبوت کے قائل ہوجاتے تو بن ہاشم کاپلہ بھاری ہوجاتا۔ یہی وجہ

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۵ ، تاریخ ابولفدا صفحہ ۱۳

[2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸٦

تھی کہ بنو امیہ کے روسا نے آنحضرت کی سب سے زیادہ مخالفت کی حتیٰ کہ جنگِ بدر کے سوا باقی تمام لڑائیاں ابوسفیان کی سرکردگی میں ہوئیں۔

جب آنحضرت نے دعوتِ اسلام کا اعلان کیا تو شروع شروع میں مشرکین نے مزاحمت نہ کی۔ لیکن جب آپ نے ان کے آباؤ اجداد کو کافر اور گمراہ قرار دے کر کہا کہ وہ دوزخ میں ہیں اور ان کے بتوں اور معبودوں کو برا کہنا شروع کیا تو وہ برہم ہوگئے[1]۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے ان کو مخاطب کرکے کہا کہ" تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے"۔ ایک اور دفعہ آپ نے حرمِ کعبہ میں جاکر لا الہ الا اللہ کا اعلان کیا تو یکبارگی ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اور ہر جانب سے لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے۔ حارث بن ابی ہالہ نے آنحضرت کو بچانا چاہا لیکن وہ قتل کردئیے گئے ۔ اسلام کی خاطر یہ پہلا خون تھا۔

قریش کا وفد اور حضرت کا جواب

جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت ان کے بتوں کی مذمت کرنے سے بازنہیں آتے اور ابوطالب بھی ان کو منع نہیں کرتے۔ تب

[1] ایضاً صفحہ ۸۷

قوم کے روسا جمع ہوکر ابوطالب کے پاس شکایت کرنے کی غرض سے آئے۔ ابوطالب نے ان کو نرمی اور ملائمت سے ٹال دیا۔ لیکن جب آنحضرت اعلانِ حق سے باز نہ آئے۔ تب روسائے قریش دوبارہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا" اے ابوطالب تم ایک شریف ، عمر رسیدہ اور ذی عزت شخص ہو۔ ہم نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اپنے بھتیجے کو منع کرو لیکن تم نے منع نہیں کیا۔ وہ ہمارے آباواجداد کو گمراہ کہتا ہے اور ہمارے معبودوں کی توہین سے بازنہیں آتا ہم ان باتوں کی برداشت نہیں کریں گے۔ اس لئے یا تو تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ اور یا تم بھی اپنے بھتیجے کے ساتھ ہوجاؤ تاکہ فریقین میں سے ایک کا فیصلہ ہوجائے "۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے ۔ ابوطالب نے آنحضرت کو کہا کہ" روسائے قوم نے میرے پاس تیری شکایت کی ہے۔ میں بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اپنی اور میری جان کو ہلاک کرنے کی باتیں نہ کرو اور ایسے بارگراں کی مجھے تکلیف نہ دو جس کو اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں "۔ آنحضرت نے دیکھا کہ آپ کی پشت وپناہ آپ کا حقیقی چچا بھی جو آپ سے حددرجہ کی الفت رکھتا تھا جواب دے رہا ہے ۔ ایک طرف الہیٰ بلاہٹ تھی اوردوسری طرف کوئی

مونس وغمخوار نظر نہیں آتا تھا۔ اس مشکل وقت میں آپ نے فرمانِ خدا کو مقدم سمجھا ۔ آپ کے آنسو نکل آئے اوراپنے چچا سے کہا " اے میرے چچا اگریہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اوربائیں ہاتھ میں چاند بھی لاکر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے ہرگز باز نہ آؤں گا ۔ اورہدایت خلق کا کام کبھی نہ چھوڑوں گا ۔ یا تو خدا اس کام کو پورا کردے گا یا میں اس کوشش میں ہلاك ہوجاؤں گا[1] ۔ ابوطالب پر بھی رقت کی حالت طاری ہوگئی اوراس نے کہا " جو تمہارا جی چاہے کرو۔ میں ہرگز تم کو نہ چھوڑوں گا"۔

آنحضرت کی ایذارسانی

پس آنحضرت بدستور دعوتِ اسلام میں مصروف رہے اور قریش کی عداوت روزبروزبڑھتی گئی ۔ انہوں نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں اوراذیتیں دینی شروع کیں۔ آپ کی راہ میں وہ کانٹے بچھاتے ۔ دورانِ نماز میں وہ آپ پر گندی غلیظ اورناپاك چیزیں پھینکتے اورآپ سے بدزبانی کرتے تھے۔ ایك دفعہ آپ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن معیط نے آپ کے گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔

[1] ایضاً صفحہ ۹۱

غرضیکہ انہوں نے اپنی قساوت قلبی اورشرارت باطنی کی وجہ سے ہر طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔

ولید بن مغیرہ عمر رسیدہ شخص اورقریش کا سرتاج تھا۔ جب حج کے دن قریب آئے تو اس نے قریش کے بعض لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ[2] " اب حج کے دن آرہے ہیں ۔ ہر طرف سے عرب یہاں آئیں گے وہ محمد کا حل سن چکے ہیں۔ اس بات کا کچھ بندوبست کرنا چاہیے کہ وہ محمد کے دین کو قبول نہ کریں۔ پس یہ مشہور کردو کہ محمد ساحر ہے۔ اور کہ اس نے جادو کہ زور سے لوگوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا ہے۔ کہ اس کے کلام سے خاوند اوربیوی۔ باپ اوربیٹے ،بھائی اوربھائی ، کنبے اوربرادری میں جدائی ہوجاتی ہے"۔ پس ان لوگوں نے گذرگاہوں پر بیٹھ کر خلقِ خدا کو بہکانا اورآنحضرت کی طرف سے بدگمان کرنا شروع کیا۔ اسی ولید کی طرف قرآن میں اشارہ ہے کہ" تو (اے محمد) ہم کو اس شخص کی سزادہی کے واسطے چھوڑدے جس کو ہم نے تنہا پیدا کرکے زرکثیر اوربیٹے عطا کئے ۔۔۔۔۔ وہ ہماری آیتوں سے دشمنی رکھتا ہے عنقریب ہم اس کو دوزخ کے پہاڑ میں پہنچائیں گے ۔ اس نے

[2] ایضاً صفحہ ۹۱

قرآن پر ازروئے طعنہ زنی فکر کیا۔ پھر جب کوئی موقعہ نہ ملا تب تیوری چڑھائی اور انصاف سے منہ پھیرا اورتکبر کیا اور کہاکہ یہ قرآن صرف سحر ہے۔ اورمحض انسانی قول ہے"۔

حمزہ کا اسلام

آنحضرت کے ساتھ مخالفین ایسی بے رحمی کا سلوک کرتے تھے کہ بعض اوقات بیگانوں سے بھی دیکھا نہ جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ کوہ صفا پر تھے کہ ابوجہل کا بھی وہاں گذرہوا۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی گالیاں دینی اور ناسزا بکنا شروع کردیا۔ آپ خاموش سنتے رہے اورکچھ جواب نہ دیا۔ ایک لونڈی نے یہ ماجرا حمزہ سے بیان کیاوہ تیر اندازی کی مشق کے واسطے کوہ صفا پر آیا تھا۔ حمزہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اورابوجہل کی تلاش کرتا خانہ کعبہ آیا اوراپنی کمان زور سے اسکے سر پر ماری اور کہا " تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے۔ جا میں بھی آج سے اُسی کے دین پر ہوں اورجووہ کہتا ہے وہی میں بھی کہتا ہوں۔ اگر تجھ میں طاقت ہو تو میرا مقابلہ کر"۔

عتبہ کا سوال

جب قریش نے دیکھا کہ حمزہ بھی مسلمان ہوگئے ہیں اور آنحضرت کی حمایت کرتے ہیں تو وہ بہت سی ایذارسانی کی باتوں سے بازآئے۔ ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ نے قریش کو کہاکہ" اگر تم کہو تومیں محمد سے چند باتیں کروں شائد وہ کسی امر پر راضی ہوجائے تو وہ ہم اس کو دیدیں اوریوں وہ ہمارا پیچھا چھوڑے" قریش اس بات پر راضی ہوگئے ۔ پس عتبہ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا ۔ اے میرے بھتیجے تم جانتے ہو کہ ہمارا تمہارا قومی واسطہ ہے اورتم خود دیکھتے ہو کہ تم قوم کے پاس ایک ایسی شئے لائے ہو جو اس کو پسند نہیں۔ اب تم مجھ کو یہ بتلاو کہ دعویٰ نبوت سے تمہاراکیا مطلب ہے ۔کیا تم سب سے زیادہ مالدارہونا چاہتے ہو یا مکہ کی ریاست چاہتے ہویا سلطنت کے خواہاں ہو۔ ہم تمہارے دل کی خواہش پوری کردیں گے۔ لیکن تم اپنی ہٹ سے بازآجاؤ"۔ اس کے جواب میں آنحضرت نے قرآن کی یہ آیات پڑھیں۔ بڑے مہربان نہایت رحم کی طرف سے نازل ہوا ہے ۔ یہ کتاب ہے جس کی آیات وضاحت سے بیان کی گئی ہیں ۔ قرآن عربی ہے اُن لوگوں کےلئے جو سمجھ رکھتے ہیں خوشی اور

ڈرسناتا ہے۔ پھر ان میں سے بہتوں نے منہ موڑ لیا سو وہ نہیں
سنتے۔ اور کہا کہ جس چیز کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اس سے
ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ اورہمارے کان بھاری ہیں۔
ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے۔ سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام
کرتے ہیں۔تو کہہ میں بھی تمہاری ہی مانند بشر ہوں۔ میری
طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے
سواسی کی طرف سیدھے رہو اوراس سے معافی مانگو اورمشرکوں
پر افسوس ہے"(سورہ حم سجدہ آیت ۱تا ۶)۔ یہ سن کر عتبہ
واپس چلا گیا[1]۔ اوراس نے قریش کو یہ رائے دی کہ تم اس کو اس
کے حال پر چھوڑدو اورا سکے مزاحم نہ ہو۔ اگر عرب اس کے
مخالف ہوگئے تب تم کو اس کی مخالفت کی زحمت نہ اٹھانی
پڑے گی اوراگر وہ عرب پر غالب ہوا تو اس کی عزت تمہاری
عزت ہوگی"۔ لیکن قریش نے یہ رائے منظورنہ کی۔

کتبِ سابقہ کی تصدیق

آنحضرت اہلِ یہود ونصاریٰ کی کتب مقدسہ کا کفار کے سامنے
ذکر کرتے اوراُن کوانبیائے سابقین کے سوانح سنا سنا کر عبرت
آموزسبق سکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح وہ انبیاء مرسل
من اللہ تھے اوراُن کی کتب برحق ہیں اسی طرح میں بھی اللہ کی
جانب سے عرب کی طرف رسول ہوکر آیا ہوں۔ اورقرآن بھی سچی
کتاب ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا" یہ قرآن ایسا نہیں جس کو اللہ کے
سوائے کوئی اور گھڑے۔ وہ کتُب سابقہ کی تصدیق کرتا ہے
اوربائبل مقدس کی تفصیل ہے۔ جس میں شک نہیں کہ وہ
پروردگار عالم کی طرف سے ہے"(سورہ یونس آیت ۳۸، نیز دیکھو
سورہ طه ع ۸۔ شعرا ع ۱۱۔بقر ع ۲۶۔ حدید یع ۱۱۔ یوسف ع ۱۲۔
بقر ع ۱۲۔ انعام ع ۱۱۔ مائدہ ع ۷ ۔ نساع ع بقر ع ۵ ۔ بقر ع ۱۱)۔
کتبِ یہود کی نسبت آپ نے گواہی دے کر کہا " توریت میں (ہر
طرح کی) ہدایت اورنور (ایمان) ہے۔ خدا کے فرمانبردار
(بندے) انبیائے (بنی اسرائیل) اُسی کے مطابق یہودیوں کو
حکم دیتے چلے آئے ہیں اورربی اورعلماء بھی۔ کیونکہ کتاب اللہ
کے محافظ ٹھیرائے گئے تھے اوروہ اس کی محافظت کرتے بھی
رہے(مائدہ آیت ۴۸۔ نیزدیکھو انعام ع ۱۱،ع ۱۹۔ مومن ع ۶)۔
پھر آپ نے انجیل کی نسبت کہا کہ" خدا نے عیسیٰ کو انجیل
دی۔ اسکے اندرہدایت ہے، اورنور اوروہ تصدیق کرتی ہے توریت

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۸۶

کی جواس کے آگے تھی۔ وہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے اورواجب ہے کہ انجیل والے اسی کے مطابق جو اللہ نے اس کے اندرنازل فرمایا حکم کریں"(سورہ مائدہ آیت ۵۰ نیز دیکھوع ۹، ۱۰) ۔ ان آیات میں آنحضرت نے کفارکو بتلایا کہ تمہارے دلوں میں یہود ونصاریٰ کا مذہبی وقارہے اوران کی کُتُبِ مقدسہ کو تم بنظِ وقعت دیکھتے ہو۔ پس قرآن کو بھی مان لو کہ کیونکہ یہ انہی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اورمجھ پر بھی ایمان نے لے آؤ کیونکہ میں تم کوسلیس عربی زبان میں انہی باتوں کی تعلیم دیتا ہوں جو اُن کُتُب مقدسہ میں موجود ہیں" کچھ شك نہیں کہ یہ قرآن پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اس کو جبرئیل امین نے سلیس عربی زبان میں تیرے دل پر القا کیا ہے تاکہ اورپیغمبروں کی طرح توبھی (لوگوں کو عذاب سے) ڈرائے۔ اس میں شك نہیں کہ یہ قرآن اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں موجود ہے کیا ان (اہلِ مکہ) کے لئے یہ (اس صداقت کی دلیل) کافی نہیں کہ اس قرآن کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں"۔ (شعرا آیت ۱۹۲، ۱۹۷) "یہ کتاب قرآن ہم نے اس واسطے نازل کی کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے صرف دوہی فرقوں (یہود ونصاریٰ)پر کتاب نازل ہوئی تھی اور ہم تو (ان کتابوں کی زبانوں سے) ناواقف تھے۔ سو اب تمہارے رب سے تمہارے پاس حجت آگئی ہے اوروہ (قرآن مثل توریت وانجیل کے)ہدایت اوررحمت ہے۔ پس اس سے زیادہ ظالم اورکون ہوگا جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا" (انعام آیت ۵۶، ۱۵۸)۔لیکن اس پر بھی قریش قرآن کو جھٹلاتے اورکہتے تھے کہ قرآن ایك جھوٹ بات ہے جو محمد نے گھڑی ہے(فرقان آیت ۵، ۶) اوروہ پریشان خوابوں کا مجموعہ ہے(انبیاء آیت ۵)۔

مابعد کے زمانہ میں آنحضرت نے کہا کہ اگرہجرت سے پہلے دس یہودی بھی مجھ پر ایمان لےآئے ہوتے تو اب سارے یہودمجھ پر ایمان لے آتے[1]۔

قریش کا معجزات طلب کرنا

ایك مرتبہ روسائے قریش جمع ہوئے اورانہوں نے آنحضرت کو بلوایا۔آپ نے خیال کیا کہ شائد وہ راہ ہدایت کی طرف آجائیں جب آپ گئے تو قریش نے کہا " ہم نے تم کو گفتگو کرنے کےلئے بلایا ہے کیوں کہ عرب میں کسی شخص نے اپنی قوم کو ایسی آفت میں مبتلا نہیں کیا جیسا تم نے ہم کو کررکھا ہے"۔آپ نے

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۹۳ تا صفحہ ۱۰۲

جواب دیاکہ " خدا نے مجھ کو بشیر اور نذیر کرکے تمہاری طرف بھیجا ہے ۔ تاکہ تم ایمان لاؤ ۔ قریش نے کہا " اے محمد ۔ تم جانتے ہو کہ پہاڑوں نے ہمارے شہر کو تنگ اور محدود کررکھا ہے ۔ پس اگر تیرا خدا ان پہاڑوں کو دور کردے گا اورہمارے شہر میں ملک شام اورعراق کی طرح چشمے بہائے گا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے" ۔ حضرت نے قرآنی آیت پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" ہم نے کہا ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو ہمارے واسطے زمین سے چشمہ نہ نکالے ۔ یا تیرے واسطے (تیرا خدا) کھجوروں اورانگوروں کے باغ مہیا نہ کرے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں یا جیسا تو (ہم کو دھمکی دے کر) کہتا ہے ہم پر آسمان نہ ٹوٹ پڑے یا تو اللہ اوراس کے فرشتوں کوہمارے سامنے نہ لائے یا (تیرا خدا تیرے لئے) سونے کا محل نہ بنائے یا زینہ لگا کر تو آسمان پر نہ چڑھے ۔ اورپھر بھی محض تیرے چڑھنے ہی سے ہم ایمان نہیں لائیں گے ۔ جب تک کہ تو وہاں سے ایک کتاب نازل نہ کرے ۔ جس کو ہم پڑھ لیں ۔ (اے محمد) تو جواب دے" سبحان اللہ ۔ میں تو صرف ایک انسان ہوں جو رسول ہوں" (بنی اسرائیل آیت ۹۱ ۔ ۹۵) ۔ اس پر قریش نے کہا " یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اوربازاروں میں (تلاش معاش کے واسطے) پھرتا ہے ۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوتا جو اس کے ساتھ لوگوں کو ڈرایا کرے یا اس کے پاس خزانہ کیوں نہیں آجاتا یا کوئی باغ ہو جس میں یہ کھایا کرے" (فرقان آیت ۸ اس کے جواب میں قرآن میں آیا "(اے محمد) تو صرف ڈرانے والا ہے اورہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے" (رعد آیت ۸) ۔ پھر کہا " برکت والی ہے وہ ذات اگر چاہے تو (اے رسول) تیرے واسطے ان سے بھی بہتر چیزیں مہیا کرے جن کا یہ ذکر کرتے ہیں یعنی باغ جن میں نہریں ہوں اورعالیشان محل" (فرقان آیت ۱۱) اوراس سے بھی زیادہ توضیح کرکے کہا (بنی اسرائیل آیت ۲۲)" (اے محمد) تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھاتے اوربازاروں میں پھرتے تھے ۔ ہم نے تم میں سے بعض کو دوسروں کے واسطے باعثِ آزمائش قراردیا ہے ۔ تاکہ دیکھیں کہ تم ثابت رہتے ہو یا کہ نہیں اورتیرا رب دیکھنے والا ہے" ۔ اگر ہم ان کی طرف فرشتے نازل کریں اوراُن سے مُردے باتیں کریں ۔ اورہم ہر شے کو اُن کے سامنے زندہ کرکے کھڑا کردیں تو بھی وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے (سورہ انعام آیت ۱۱۱) ۔ جب قرآن میں آیا " (اے محمد) تو ان

پر اُن آیات کو پڑھ جو تجھ پر وحی کی جاتی ہیں ۔ یہ لوگ رحمنٰ پر کفر کرتے ہیں تو کہہ کہ وہی رحمنٰ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُسی پر میرا توکل ہے۔ اوراسی طرف میں رجوع کرتا ہوں" رعد آیت ۲۹)اس پر قریش نے کہا " اب ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یمامہ میں جو ایک شخص رحمان ہے وہ تجھ کو تعلیم دیتا ہے اے محمد ہم نے تجھ پر حجت پوری کردی اوراب ہم تجھے ہرگز نہ چھوڑیں گے "۔ اس پر آنحضرت اٹھ کھڑے ہوئے اورنہایت افسردگی کی حالت میں واپس چلے گئے کیونکہ آپ قوم کی ہدایت اوربہبودی کی غرض سے ان کے پاس آئے تھے۔

قریش کے ساتھ مذہبی گفتگو

ایک اور شخص نضر بن حرث آنحضرت کی ایذادہی اور عداوت پر کمر بستہ رہتا تھا۔ اس نے رستم اوراسفند یار کے قصے سیکھ رکھے تھے جب آنحضرت کسی جگہ وعظ کرتے اورقریش کو پہلی اُمتوں کی باتیں سنا کر عذابِ الٰہیٰ سے ڈراتے تو یہ اُن کو کہتا کہ" یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں"۔ میں تم کو ان سے بھی زیادہ دلچسپ اورعجیب وغریب قصے سناتا ہوں اورشاہانِ فارس کی حکایت نقل کرتا اور کہتا تھا" اگریہ قرآن اللہ کی طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھر برسارے۔ یا ہم پردُکھ کا عذاب نازل کر"(انفال آیت ۲۲)۔ اس نضر بن حرث کی نسبت قرآن میں آٹھ آیا موجود ہیں[1]۔

نضر بن حرث اورعقبہ بن معیط علمائے یہود کے پاس گئے تاکہ ان سے کچھ باتیں معلوم کرکے آنحضرت کو مغلوب کرسکیں۔ علمائے یہود نے ان کو سوال بتلائے جوانہوں نے آنحضرت اسے دریافت کئے ۔ حضرت نے جواب میں کہا کہ میں تمہارے سوالوں کا جواب کل دوں گا۔ لیکن پندرہ روزتک کوئی وحی نہ آئی اوراللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو متنبہ کرکے فرمایا" (اے محمد) اس طرح سے مت کہا کر کہ میں اس کام کو کروں گا مگر انشاء اللہ کے ساتھ کہا کر"(کہف آیت ۲۳) پھر سورہ کہف میں ان سوالوں کے جواب آنحضرت نے دئیے۔ کفارکاآخری سوال تھا کہ روح کیا شے ہے۔ اس کے جواب میں قرآن میں آیا ہے۔ کہ " تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں۔ کہہ کر روح میرے رب کے حکم سے ہے اورتم کو نہایت قلیل علم دیا گیا ہے[2]۔(بنی اسرائیل آیت

---

[1] ایضاً صفحہ ۹۵
[2] ایضاً صفحہ ۹۶

۸۷) غرضیکه قریش آنحضرت کا تمسخر کیا کرتے تھے اوراُن آیات کا جو آنحضرت پڑھتے مضحکه اڑایا کرتے تھے۔ چنانچه قرآن میں ہے که " ہم خوب جانتے ہیں که جب یه لوگ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اورجس اراده سے تمہاری باتیں سنتے ہیں اورجب سرگوشیاں کرکے یه ظالم ایک دوسرے سے کہتے ہیں که تم تو ایسے شخص کے پیچھے ہوگئے ہو جس پر کسی نے جادو کردیا ہے" (سوره بنی اسرائیل آیت ۵۰) (اے محمد)۔ یه لوگ تیری (نسبت نہایت بڑی) مثالیں بیان کرتے ہیں ۔ وه گمراه ہیں اوران کو رسته نہیں ملتا۔(بنی اسرائیل آیت ۵۱)۔قریش نه خود قرآن کو سننا چاہتے تھے اورنه کسی کو سننے دیتے تھے اگر کوئی قرآنی آیات سننا بھی چاہتا تو اُن موذی ظالموں کے خوف اور ایذارسانی کے ڈرسے وه آنحضرت کے پاس چلا جاتا تھا[1]۔ پس آنحضرت قرآن کو نہایت دھیمی سے پڑھتے اورجو شخص سننا چاہتا تو وه آپ کی طرف کان جھکا کر کچھ سن لیتا تاکه کفار کو یه معلوم نه ہوسکے که وه قرآن سننے کے لئے بیٹھا ہے۔ پس الله تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا که وه بالکل ہی دھیمی آواز اختیار نه کریں"(اے محمد)تو نماز میں نه

[1] ایضاً صفحه ۱۰۲

تو بلند آواز سے پڑھ اور نه آہسته پڑھ بلکه درمیانی آواز اختیار کر"(بنی اسرائیل آیت ۱۱۰)۔

حضرت عمر کا اسلام

عمر بن خطاب اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔آنحضرت باره گاه الٰہیٰ میں دعا کرتے تھے که خدا یا عمر بن خطاب اورابوجہل کے اسلام کی طرف راغب کرے[2]۔ عمر کے خاندان کی ایک لونڈی مسلمان ہوگئی ۔ اس کے بے تحاشا مارا کرتا اورجب مارتا مارتا تھک جاتا تو کہتا" ٹھہر جا۔ دم لے لوں تو بھی ماروں گا"۔ اسی طرح جس شخص پر اس کا قابو چلتا زودکو سب کیا کرتا۔ اس نے دل میں یه ٹھانی که بانی اسلام کو جان سے مارڈالے تاکه اسلام کا قلع قمع ہوجائے۔ پس تلوار ہاتھ میں لے گھر سے نکلا۔ راه میں نعیم بن عبدالله ملا۔ اس کے تیور دیکھ کر پوچھنے لگا کہاں جارہے ہو۔ اس نے جواب دیاکه محمد کو قتل کرنے جارہا ہوں نعیم نے کہا" اگر تو نے محمد کو قتل کردیا تو عبدمناف کی اولاد تجھ کو کبھی زنده نه چھوڑے گی پہلے اپنے گھر کی خبر لے تیرے بہن اوربہنوئی مسلمان ہیں۔ یه سنتے ہی عمر اپنی

[2] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحه ۱۵

بہن کے گھر گیا وہ سورہ طہ پڑھ رہی تھی۔ جونہی عمر گھر میں داخل ہوا اس نے صحیفہ کو چھپایا۔ عمر نے پوچھا تو کیا راہی تھی۔ اس نے کہا کچھ بھی نہیں۔ عمر کو غصہ جو آیا اس نے اپنی بہن کے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا مجھ کو دکھلا جو تو پڑھ رہی تھی۔ بہن کو خیال تھا کہ اگر میں نے صحیفہ دیدیا تو وہ پھر ہاتھ نہیں آئے گا عمر نے وعدہ کیا کہ میں صحیفہ تجھ کو واپس کردوں گا۔ جب بہن نے قرآن کے اجزاء اس کے ہاتھ میں دئیے تو وہ پڑھ کر متاثر ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں بھی مسلمان ہوجاؤں گا۔ اسی حالت میں (یعنی شمشیر بکف) آنحضرت کے پاس آیا آنحضرت ارقم مکان میں جو کوہ صفا پر تھا معہ صحابہ پناہ گزین تھے۔ صحابہ شمشیر دیکھ کر مترود ہوئے لیکن آنحضرت نے اس سے معانقہ کرکے پوچھا" اے عمر کس ارادہ سے آئے ہو۔ کیا تم حق کے مخالف ہی رہوگے"۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے آیا ہوں۔ آنحضرت نے کلمہ تکبیر پڑھا اور تمام صحابہ خوش ہوگئے۔

عمر کے مسلمان ہونے کا نتیجہ

حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے ایمان لانے سے مسلمانوں میں جو اس وقت تقریباً پچاس کے قریب تھے حوصلہ پیدا ہوگیا[1] اس وقت مسلمان اپنے مذہبی فرائض کو علانیہ ادا نہیں کرسکتے تھے اور نہ کعبہ میں نماز پڑھ سکتے تھے۔ لیکن اب انہوں نے علانیہ اسلام ظاہر کیا۔ حضرت عمر قریش سے لڑتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے کعبہ میں نماز پڑھی اور اُن کے ساتھ دوسرے بھی نماز شریک ہوئے۔

قریش حسب دستور مخالفت پر تلے رہے۔ ادھر آنحضرت کے اصحاب بھی اپنی دھن کے پکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک روز آپس میں صلاح کی آج تک قریش نے قرآن کو بآواز بلند پڑھتے نہیں سنا۔ کسی شخص کو انہیں قرآن بآواز بلند پڑھ کر سنانا چاہئیے۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا میں سناؤں گا۔ اصحاب نے کہا کہ نہیں تم اکیلے تن تنہا شخص ہو کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جس کے قبیلہ اور کنبے کے خوف سے قریش اُس کو اذیت نہ پہنچائیں۔ عبداللہ بن مسعود نے نہ مانا اور کہنے لگا کہ میرا خدا میرا حافظ ہوگا۔ دوسرے روز عبداللہ حجر اسود کے پاس آیا جہاں قریش بیٹھے تھے اور اس نے بآواز بلند

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۷۲

سورہ الرحمٰن پڑھنی شروع کردی۔ اس پر قریش نے عبداللہ کو زدوکوب کیالیکن وہ پڑھتا گیا جب فارغ ہوا تو صحابہ کے پاس آیا۔ انہوں نے زدوکوب کے نشانات دیکھ کر کہا کہ ہم اسی لئے تم کو منع کرتے تھے ۔ عبداللہ نے کہا میں دشمنانِ خدا سے ہرگزنہیں ڈرتا۔ کل پھر جاکر اُن کو قرآن سناؤں گا ۔ لیکن صحابہ نے اُس کو اس ارادے سے بازرکھا۔

مسلمانوں کوایذا رسانی

اب قریش کا یہ وطیرہ ہوگیا کہ وہ غریب اوربے یارومددگار مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے تھے لیکن صاحب اثر مسلمانوں کو اُن کے قبیلوں کے خوف کے سبب ظلم کا نشانہ نہ بناتے۔ جب کوئی شخص مسلمان ہوجاتا تو قریش اس کو بھوک پیاس، مارپیٹ اورقید کی تکالیف پہنچاتے اورہاتھ پاؤں باندھ کرگرم زمین پر ڈال دیتے۔ چنانچہ خباب بن الارث ایک غلام تھا۔ قریش نے اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ وہ لوہارتھا۔ جب وہ مسلمان ہوا عاص بن وائل پراس کاکچھ قرض تھا۔جب وہ مانگتا تو جواب ملتا کہ اگر محمد کا انکارکروگے اورہمارے بتوں کی پوجا کروگے توتمہارا قرض اداکردوں گا۔ یا جب میں مرکر جس طرح تم کہتے ہو زندہ ہوجاؤں گا تب تمہارا قرض تم کو واپس اداکردوں گا[۱]۔ قریش نے ایک دن اس کو پکڑ کر زمین پر چت لٹادیا اورکروٹ بدلنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہوگئے اس سے اُس کی پیٹھ تمام عمرکوڑھ کے داغ کی طرح بالکل سفید رہی۔

امیہ بن خلف اپنے غلام بلال کو جو مسلمان تھا بے حد تکلیف پہنچاتا تھا ۔ حرہ کی زمین مکہ میں گرمی کے سبب توے کی مانند گرم ہوجاتی تھی۔ امیہ ٹھیک دوپہر کے وقت اس کو جلتی زمین پر چت لٹا کر سینہ پر ایک وزنی پتھر رکھ دیتا تاکہ ہل نہ سکے اورا س سے کہتا کہ" محمد کا انکارکرکے لات اورغزیٰ پر ایمان لے آ ورنہ اسی طرح عذاب دے کر میں تجھے ہلاک کردوں گا[۲]۔ لیکن بلال جواب میں یہی کہتا احد احد یعنی خدا ایک ہی ہے پھر امیہ نے اس کے گلے میں رسہ باندھا اوراس کو شہر کے لڑکوں کے حوالہ کردیا جواس کو شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹتے پھرے لیکن وہ اسلام سے منحرف نہ ہوا ایک روزجب امیہ اس کو تکلیف اوراذیت دے رہا تھا تو ورقہ بن نوفل کا اُدھر سے گذرا ہوا اورانہوں نے امیہ کو منع کیا

---

[۱] بخاری جلد اول صفحہ ۲۸۶

[۲] ابن ہشام صفحہ ۱۰۵

لیکن وہ باز نہ آیا ۔ پھر ایک اور دن ابوبکر صدیق کا ادھر سے گذر ہوا بلال کی تکلیف دیکھ کر وہ رہ نہ سکے اورانہوں نے بلا کے عوض ایک حبشی غلام امیہ کو دے کر اس کو تکلیفوں سے رہائی دی۔ اوراس کو آزاد کردیا۔ ابوبکر صدیق نے اسی طرح سات غلاموں کو ان کی مصیبتوں سے رہائی دی۔ اس پر اس کے والد نے کہا کہ تم کیوں ایسے ضعیف اورکمزورغلام خرید کرآزاد کرتے ہو۔ اگر تم قوی ہیکل غلام خریدوتو وہ تم کو دشمنوں سے بچاسکیں گے اوروقت بے وقت کام آئیں گے ۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیاکہ میں یہ کام کسی نفع کی غرض سے نہیں کرتا بلکہ خدا کی خاطرکرتا ہوں۔

عماربن یاسر اپنے والدین سمیت مسلمان ہوگیا تھا۔ ابوجہل نے اس کی ماں کی شرمگاہ میں نیزہ داخل کرکے اس کو ماردیا۔ اس کا باپ بھی کافروں کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتا اٹھاتا ہلاک ہوگیا۔ بنی مخزدم عمارکو جلتی زمین پر لٹاتے اوراس قدرزدوکوب کرتے کہ وہ بے ہوش ہوجاتا۔ بلاآخر شدت تکلیف کی حالت میں وہ اپنے ایمان کے خلاف اقرارکربیٹھا اورحضرت کے پاس آیا۔ قرآن میں اس انکارکی نسبت آیا ہے۔ " جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر پر مجبور کیاجائے مگراس کا ایمان کی طرف سے مطمعین ہو (تو اس سے کچھ مواخذہ نہیں)۔(سورہ نحل آیت ۱۰۶)۔ آنحضرت نے اس کو صبر کی تلقین کی اور کہا کہ اگر وہ تجھے پھر ایذادیں توپھر اُن کی طرف لوٹا جانا اورپھر وہی کہہ دینا جو تونے پہلے کہا تھا ۔ قریش کا ظلم یہاں تک بڑھ گیا تھاکہ اگر کوئی اجنبی نوداردمکہ میں آنحضرت کی نسبت پوچھ بیٹھتا تو اس کو بھی زدوکوب کیا جاتا تھا۔ سعد بن ابووقاص کی ماں نے قسم کھالی کہ جب تک سعد نئے دین کو ترک نہ کرے گا آب ودانہ اس پر حرام ہوگا۔ لیکن سعد نے اسلام کو نہ چھوڑا۔ اس پر بنی اسد نے اس کو سخت ایذائیں دیں۔

حضرت عثمان جب مسلمان ہوئے تو اُن کے اپنے چچا نے ان کو رسی سے باندھ کر مارا۔ جب ابوذر نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تو قریش نے اس کو اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔ جب زبیر بن العنوام مسلمان ہوا تو اس کے چچا نے اس کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیدیا۔ غرضیکہ کفار سے جہاں تک ہوسکا انہوں نے مسلمان مردوں اورعورتوں کو اسلام لانے کی وجہ سے سخت سے سخت ایذائیں دیں یہ سلوک دیکھ کر کسی نے کہا " یارسول اللہ ۔ مشرکوں پر بدعا کریں اوران پر لعنت کریں ۔ آپ نے جواب دیا میں صرف رحمت کےلئے بھیجا گیا ہوں۔ مجھ کو خدا نے اس واسطے

نہیں بھیجا کہ میں لوگوں کو لعنت کروں اوراُن کو بددعا دوں[1]۔ پھر آپ نے کہا تم سے پہلے ایک نبی تھے ان کی قوم نے اُن کو اس قدر مارا کہ خون آلودہ کردیا اوروہ نبی اپنے منہ پر سے خون پونچتے جاتے تھے ۔ اور فرماتے جاتے تھے اے اللہ میری قوم کی خطاؤں کو بخش دے کیونکہ یہ نہیں جانتے[2]۔

(۴۔) حبشہ کی ہجرت یا جلاوطنی

جب آنحضرت نے دیکھاکہ قریش اپنے جوروظلم اورتعدی سے کسی طرح بازنہیں آتے توآپ نے مسلمانوں کو بلاکران کو ہدایت کی ملکِ حبش کو جو ایک عیسائی سلطنت تھی ہجرت کر جائیں۔اس ارشاد کے مطابق گیارہ مرد اورچارعورتوں نے ماہ رجب ۵ نبوی میں اپنے مذہب کی خاطر جلاوطنی اختیارکی۔ اس کے بعد اورلوگوں نے ہجرت اختیارکی یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کے علاوہ تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں حبش کو چلی گئیں۔ مہاجرین میں سے حضرت عثمان اوران کی بیوی رقیہ جو آنحضرت کی دختر تھیں۔ ابوسلمہ مخزوی

[1] تفسیر القرآن ازعبدالحکیم صفحہ ۷۲۔ خطبات احمدیہ صفحہ ۳۰۴

[2] تلخیص الصحاح جلد ششم صفحہ ۴۸

اوراس کی زوجہ ام سلمہ اورعبداللہ بن مسعود خاص طورپر قابلِ ذکر ہیں[3]۔

مسلمانوں نے ملک حبش میں جاکر اطمینان حاصل کیا۔ اس ملک کے بادشاہ کا اصلی نام اصحمہ تھا۔ عرب اس کو " نجاشی پکارتے تھے۔ نجاشی عیسائی تھا اورحبش ایک عیسائی سلطنت تھی۔ اس عیسائی سلطنت نے ان بیچارے غریب مصیبت زدہ مسلمانوں کو پناہ دی۔ اوروہ اس کے زیر سایہ نہایت فراغت اوربے فکری سے اسلام کے احکام اورفرایض اداکرنے لگے۔

نجاشی کے دربارمیں قریش کا وفد

جب قریش نے دیکھاکہ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے توانہوں نے عبد اللہ بن ربیعہ اورعمروبن العاص کو قیمتی تحائف دے کر حبش روانہ کیا تاکہ نجاشی سے ملاقات کرکے مسلمانوں کو اس کی سلطنت سے نکلوادیں۔ جب یہ دونوں شخص حبش پہنچے تو پہلے امراء اوراراکانِ سلطنت کو ملے اوراُن سے کہا کہ ہم بادشاہ سے یہ درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے اہلِ وطن کو جو اپنا آبائی مذہب ترک کرکے یہاں پناہ گزیں ہوئے ہیں ہمارے ساتھ کردے

[3] بخاری جلد سوم صفحہ ۲۴۹

آپ ہماری مدد کریں۔ انہوں نے قبول کیا۔ پھر وہ بادشاہ سے ملے اور عرض کی " اے بادشاہ ۔ ہماری قوم میں سے چند جاہل اپنے آبائی مذہب کو ترک کرکے یہاں چلے آئے ہیں۔ انہوں نے آپ کا مذہب بھی اختیارنہیں کیا۔ وہ ایک ایسے مذہب کے پیرو ہوگئے ہیں جس کی نہ تو ہم کو خبر ہے اورنہ آپ کو خبر ہے۔ اُن کے رشتہ داروں نے ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور عرض کی ہے کہ آپ اُن کو ہمارے ساتھ روانہ کردیں"۔ ارکانِ سلطنت نے بھی قریش کی سفارت کی تائید کی یہ کلام سن کر نجاشی کا چہرہ غصہ کے مارے لال ہوگیا اوراس نے کہا " میں ان مہمانوں کو جو میرے ملک میں آکر پناہ گزیں ہوئے ہیں ہرگز نہ نکالوں گا"۔ پھر اُس نے مسلمانوں کو بلوایا اورتمام حال دریافت کیا اورپوچھا کہ یہ نیا دین کیا ہے ۔ جو تم نے اختیار کرلیا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی کے بھائی جعفر طیار نے عرض کی " اے بادشاہ ہم لوگ جاہل تھے۔ بتوں کی پرستش کرنا ہمارا مذہب تھا۔ ہم مردارخوارتھے۔ بدکارتھے ۔ ظلم وستم کو ہم نے جائز سمجھ رکھا تھا۔ اللہ نے ہم پر کرم کیا اورہمارے پاس اپنا رسول بھیجا جو شریف اورامین ہے۔ اس نے ہم کو خدا کی وحدانیت اورمعرفت حق کی تعلیم دی اوریہ سکھایا کہ ہم اپنے آبائی مذہب سنت پرستی کو ترک کریں۔ اس نے ہم کو سچی بات کہنے اورامانت کو ادا کرنے ۔ صلہ ، رحم اورپڑوس کے حقوق کی تعلیم دی ہے اور گناہوں سے بچنے اوربدکاری کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ یتیم کا حق تلف کرنے اورعفیفہ عورتوں کو بدنام کرنے سے منع کیا ہے۔ واحد خدا کی عبادت اورنمازاورروزہ اورزکوات کو ہم پر فرض کیا ہے ہم نے کفر کوچھوڑکر اس دین حق کو قبول کیا ہے جس کی وجہ سے ہمارے اہل وطن ہم کو ستاتے ہیں۔ جب اُن کا ظلم برداشت سے باہر ہوگیا تو ہم وہاں سے نکل کر آپ کے ملک میں آگئے تاکہ ہم ظلم سے محفوظ رہیں"۔ نجاشی نے کہا " جو قرآن تمہارے نبی نے تم کو سکھایا ہے سناؤ" جعفر نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں نجاشی بہت متاثرہوا اوراس نے کہا " یہ تو وہی کلام ہے جو یسوع مسیح پر نازل ہوا تھا۔ یہ کلام اورانجیل دونوں ایک ہی نور کے سرچشمہ سے نکلے ہیں"۔ اورعمروبن العاص سے مخاطب ہوکر اس نے کہا " تم واپس چلے جاؤ۔ ان کو تمہارے ساتھ کبھی روانہ نہ کروں گا"۔

دوسرے دن عمروبن العاص نے بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اورکہا کہ جن لوگوں کو آپ نے پناہ دی ہے وہ یسوع مسیح کو سخت سست کہتے ہیں ۔نجاشی نے صحابہ کو بلایا اور

پوچھا" یسوع مسیح کی نسبت تم کیا خیال رکھتے ہو"۔جعفر طیار نے جواب دیا کہ " ہمارے رسول نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ عیسی بن مریم خدا کے بندے اوراس کے رسول اوراس کے کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا جو کنواری اورپارسا تھیں"۔ اس پر نجاشی نے ایک تنکا زمین پر سے اٹھا کر کہا " تم نے جو کچھ بیان ہے اس میں اس تنکے کے برابر بھی حضرت عیسیٰ کے خلاف بیان نہیں کیا[1]۔

پس قریش کے دونو سفیرناکام۔ نامراد اور ذلیل وخوار ہوکر واپس مکہ آئے آنحضرت عیسائیوں کا احسان کبھی نہ بھولے چنانچہ قرآن میں ہے" جو لوگ عیسیٰ کے تابع ہیں ہم نے ان کے دلوں میں شفقت او رحمت ڈالی"(سورہ حدید آیت ۲۷)۔" اے مسلمانو۔ سب سے زیادہ دوست تم عیسائیوں کو پاؤ گے"(مائدہ آیت ۸۵) جب نجاشی نے وفات پائی توآنحضرت نے اس کا غائبانہ جنازہ پڑھا۔

[1] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۱۶

(۵۔) حضرت محمد کا مقاطعہ
سوشل بائیکاٹ اوردیگر مظالم

مقاطعہ کا عہد نامہ

جب قریش نے دیکھاکہ کے سفیر شاہ حبش کے دربار سے بے نیل مرام واپس آئے ہیں تواُن کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اب انہوں نے یہ ٹھان لیا کہ اسلام کو کچل کر چھوڑیں گے۔ کیونکہ اب ان کو یہ خدشہ لاحق ہوگیا کہ مسلمان شاہ حبش کے ساتھ رابطہ اتحاد قائم کرکے قریش کے پاؤں تلے رون ڈالیں گے اوریوں اُن کے سیاسی نظام میں خلل واقع ہوجائے گا۔ اب مسلمان ان کی نظروں میں محض حقیر مظلوم ہی نہ تھے بلکہ ایک ایسی جماعت کے شرکاء تھے جس کا حامی شاہ حبش تھااور جو ظلم کے باوجود بڑھتی جاتی تھی۔ پس قریش نے یہ مصمم ارادہ کرلیاکہ اُن کے سیاسی نظام اوروقعت میں کسی طرح کا فتورآنے نہ پائے۔ پس انہوں نے باہم اتفاق کرکے بنی ہاشم اوربنی مطلب کا مقاطعہ کردیا اورایک عہد نامہ لکھ کر کعبہ کے اندرلٹکادیا۔ اس کا مضمون یہ تھا[2]۔ کہ ہم ہی ہاشم اوربنی مطلب کا

[2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۱۱ تا صفحہ ۱۱۳

مقاطع کرتے ہیں۔ نہ ان سے شادی بیاہ کے تعلقات رکھیں گے اورنہ اُن کے ساتھ خریدوفروخت کریں گے۔حضرت کا چچا ابولہب اوراسکی بیوی اس امر میں اپنے قبیلے کے خلاف اور دیگر قریش کے ہمراہ تھے[1]۔ لیکن بنی ہاشم اوربنی مطلب کا باقی قبیلہ ابولہب کے ساتھ متفق رہا۔ ان لوگوں نے تین سال اس طرح گزارے کہ کوئی شئےاُن کو علانیہ دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ ان کے رشتہ دار خفیہ طورپر اشیاء بھیجتے تھے ۔ لیکن دشمن ہمیشہ اس تاك میں رہے اورہر ممکن طور سے کوشش کرتے کہ ان کو پوشیدہ طورپربھی چیزیں نہ جائیں۔ چنانچہ ایك روزابوجہل نے دیکھا کہ حکیم بن حزام اپنے غلام کے سرپر گہیوں لدائے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے گھر جارہا ہے اس نے روکا اوزدوکوب تك نوبت پہنچی۔ اس عہد نامہ سے بنی ہاشم اوربنی مطلب کو سخت نقصان پہنچا۔ یہ زمانہ ایسا سخت گذرا کہ وہ بھوك کے مارے طلح کے پتے کھاکر گذارہ کرتے تھے۔ سعد بن وقاص کا بیان ہے کہ ایك دفعہ اس کوسوکھا ہواچمڑا ہاتھ آگیا۔ اس نے اسی کو آگ پر بھونا اورپانی کےساتھ کھالیا۔ جب بچے بھوك سے روتے تو سنگدل قریش ان کے رونے کی آوازسن کر خوش ہوتے

[1] ایضاً صفحہ ۱۱۹

تھے۔ آخر دشمنوں ہی کو ان کی حالت زارپر رحم آگیا۔ اوران میں سے چند رحم دل اشخاص عہد نامہ کو پھاڑنے کےلئے خانہ کعبہ میں گئے۔ وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ عہد نامہ کو مٹی کھاگئی ۔ اوریوں اس ظلم کا خاتمہ ہوا۔

آنحضرت کے ساتھ تمسخر

جب کفار نے دیکھا کہ ان کی کچھ پیش نہیں چلی اور وہ آنحضرت کو نیچا نہیں دکھاسکتے توانہوں نے یہ وطیرہ اختیارکیا کہ جہاں آپ کو دیکھ پاتے آپ سے تمسخر کی باتیں کرتے اورآپ کا مضحکہ اڑاتے۔ وہ آپ کو بجائے محمد کے مزمم بلا کرنہایت بُرے الفاظ آپ کی شان میں کہتے ۔ لیکن آنحضرت ہنس کر صحابہ سے کہتے "۔ یہ لوگ مزمم کوبرا کہتے ہیں لیکن میرانام تو محمد ہے[2]۔ امیہ بن خلف جہاں آپ کو دیکھ پاتا توآنکھ سے اشارے کرکے سخت سست کہتا چنانچہ قرآن میں اس شخص کی نسبت آیا ہے "۔ خرابی ہے ہر ایك بے ہودہ گوآنکھ مارنے والے کےلئے جو مال جمع کرکے اس کو گنتا ہے اورسمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا"۔

[2] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۱۷

(حمزہ آیت ۱)۔ اقفس بن شریق حضرت پرآوازے کستا تھا اورزبان خدازی سے پیش آتا تھا۔

ایک دفعہ ابی بن خلف مردوں کی قیامت پر اعتراض کرنے کی خاطر ایک بوسیدہ ہڈی لےکر آنحضرت کے پاس آیا۔ہڈی کو اپنے ہاتھ سے مل کر ریزہ ریزہ کرکے آنحضرت کی طرف پھینک کر ہوا اڑادیا اور کہنے لگا " اے محمد تو کہتا ہے کہ تیرا خدا اس ہڈی کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا"! اس کی نسبت قرآن میں آیت نازل ہوئی کہ " ہمارے واسطے اس نے ایک مثال بیان کی اوراپنی پیدائش کو بھول گیااور کہنے لگا کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ تو(اے محمد) کہہ دی کہ وہی ان کو زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا"(سورہ یسین آیت ۷۸)۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ " درخت ملعونہ جس کا ذکر قرآن میں ہے (یعنی درخت زقوم) سے ہم کافروں کو ڈراتے ہیں "(صافات آیت ۶۰)۔ تو ابوجہل نے قریش کو کہا"تم جانتے ہو کہ زقوم جس سے محمد تم کو ڈراتا ہے کہ کیا چیز ہے؟ وہ تو مدینہ کی کھجوریں ہیں پس دوزخ میں ہم اُن ہی کو کھایا کریں گے"۔ اسکے جواب میں قرآن میں آیا ہے کہ" بے شک زقوم کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہے۔وہ مثل سیسہ گداختہ کے پیٹ میں جوش کھائے گا جس طرح گرم پانی جوُش کھاتا ہے، (دخان آیت ۴۲)۔

روسائے قریش اورآنحضرت

ولید بن مغیرہ کہا کرتا تھا کہ اگر قرآن حق ہوتا تو یا مجھ پر نازل ہوتا کیونکہ میں قریش کا سردار ہوں اوریا ابو مسعود عمر پر نازل ہوتا کیونکہ وہ بنی ثقیف کا سردارہے۔ ہم کو چھوڑکر محمد پر کیوں نازل ہوا جو کسی قبیلہ کا سردارنہیں ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ" کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں شہروں کے کسی بڑے سردارپر کیوں نازل نہ ہوا"(سورہ زخرف آیت ۳۰)۔ حضرت کی بڑی خواہش تھی کہ ولید بن مغیرہ راہِ راست اختیارکرے۔ چنانچہ ایک روزآپ اس سے گفتگو کررہے تھے کہ ابن ام مکتوم جو اندھے صحابی تھے آئے اور آپ سے قرآن شریف کی آیات پوچھنے لگے۔آنحضرت کواس طرح ان کا دخل دینا شاق گذرا اورآپ نے ان کو دریافت کرنے سے منع کیا اوروہ آشفتہ خاطر ہوکر چلے گئے۔پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہ فرمائی اوریہ آیت نازل ہوئی۔ (محمد) نے " تیوری چڑھائی اورمنہ موڑا اس لئے کہ اس کے پاس اندھاآیا اورتجھے(اے محمد) کیامعلوم کہ وہ (تیری تعلیم سے) سنورجاتا یا نصیحت سنتا اوروہ نصیحت اس کے لئے مفید

ہوتی۔ وہ جو پرواہ نہیں کرتا (ولید بن مغیرہ تو اس کی فکر میں ہے۔ حالانکہ اگر وہ ٹھیک نہ ہو تو تجھ پر کچھ الزام نہیں۔ ہرگز نہیں یہ تو نصیحت ہے جو چاہے اُسے یاد کرے اور یہ ان صیحفوں (یعنی انجیل میں یعقوب کے خط) میں لکھا ہے۔ جن کی تعظیم کی جاتی ہے جو بلند قدر اور مقدس ہیں اور (ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں جو بزرگ اور نیکو کار ہیں"۔ (سورہ عبس آیت ۱ تا ۱۴)۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں تھے ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل روسائے قریش حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے " اے محمد آؤ ہم اس قضیہ کا جو ہمارے تمہارے درمیان ہے فیصلہ کرلیں۔ ہم تمہارے اللہ کی پرستش کرلیتے ہیں اور تم ہمارے بتوں کی پرستش کرلو اگر تم حق پر ہو تو تمہارے خدا کی پرستش سے ہم کو نفع ہوگا اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمارے معبودوں کی پرستش سے تم کو فائدہ ہوگا"۔ یہ بڑی سخت آزمائش تھی جو روسائے قریش نے آنحضرت کے سامنے رکھی لیکن حضرت نے اس تجویز کو ٹھکرادیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی " (اے محمد) تو کہہ دے کہ اے کافرو۔ میں ان چیزوں کی ہرگز پرستش نہ کروں گا جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور جس کی میں پرستش کرتا ہوں تم اس کی پرستش کرنے کے نہیں۔ تمہارے واسطے تمہارا دین اور میرے واسطے میرا دین ہے"۔

ایک دفعہ آنحضرت ولید بن مغیرہ اور دیگر قریش کے ساتھ کعبہ میں بیٹھے تھے کہ نضر بن حرث بھی آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا اور حضرت کے کلا م میں خلل انداز ہوا۔ حضرت نے اس کو سخت تنبیہ فرمائی اور یہ آیت پڑھی "(اے کافرو) تم اور جن کی تم علاوہ اللہ کے پرستش کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو۔ تم اور وہ سب ہمیشہ جنہم میں رہوگے۔ دوزخ میں ان کا شور ہوگا۔ اور اس میں وہ ایک دوسرے کی بات بھی نہ سنیں گے"۔ یہ کہہ کر آپ مجلس میں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس پر قریش سخت برہم ہوگئے۔ ابوجہل (جس کا اصلی نام عمر تھا اور جس کو اس کی دانش کے سبب لوگ " ابوالحکمت" کہتے تھے)۔ آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا" اے محمد تم ہمارے معبودوں کو بُرا کہنا چھوڑدو ورنہ ہم تمہارے اس خداکو بُرا کہیں گے جس کی تم پرستش کرتے ہو"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی " اے مسلمانو۔ تم کفار کے بتوں کو جن کو وہ سوائے اللہ کے پوجتے ہیں بُرا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جہالت کے سبب اللہ کو بُرا

کہیں" (انعام آیت ۱۰۸)۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت نے بُتوں کو برا کہنا چھوڑدیا اورصرف دعوتِ حق پر اکتفا کیا۔

آنحضرت کا چچا ابولہب آپ کا سخت دشمن تھا۔ اس کی بیوی کا نٹے جنگل سے لا کر آپ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ ان کی عداوت کے باعث یہ سورت نازل ہوئی (جیسے ابولہب نے محمد کو کوسا تھا) ابولہب (ہی) کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اوروہ ہلاک ہوا نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اورنہ اس کی کمائی ۔ عنقریب وہ ڈیک مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اوراس کی بیوی بھی جو سرپر ایندھن اٹھالائی ہے۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی" (سورہ لہب)۔

کفار کی نسبت جو مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔ قرآن میں عذاب کا ذکر آیا چنانچہ کفار قریش کی نسبت کہا" وہ جو کافر ہیں اُن کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اُسی پانی سے اُن کا چمڑا اورجو کچھ ان کے پیٹ میں ہے گلایا جائے گا اوران کےلئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے اورجب دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے کہ غم سے بچیں پھر اسی میں لوٹائے جائیں گے کہ جلنے کا عذاب چکھا کرو (سورہ آیت حج آیت ۲۰تا ۲۱)۔

بُتوں کی تعریف کی حدیث

ان ایام میں جب آنحضرت قرآن کی بآواز بلند تلاوت کرتے توکفار کی عادت تھی کہ وہ شور مچاتے اوراپنی طرف سے فقرے ملادیتے ۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے کہ کفار کہتے تھے " اس قرآن کو نہ سنو اوراس میں گڑبڑکردو۔ شائد تم غالب آؤ"۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت سورہ نجم کی تلاوت کررہے تھے تو جب آپ نے یہ آیت پڑھی " تم دیکھو لات اورغزیٰ اورمنات تیسرا پچھلا (آیت ۲۰) تو بعض راویوں کے قول کے مطابق شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوادئیے " کہ یہ بُت معظم اورمحترم ہیں اوران کی شفاعت مقبول ہے" اس کے بعد آنحضرت نے سجدہ کیا اورکفار نے یہ سمجھ کر کہ آنحضرت نے ہمارے معبودوں کی تعریف کردی ہے آپ کے ساتھ ہی سجدہ کیا۔

اس روایت کی صحت میں اختلاف ہے۔ بعض مثلاً بیقہی، قاضی عیاض، حافظ مندزی، علامہ نودی اس کو باطل اورموضوع خیال کرتے ہیں۔ لیکن بہت سے محدثین اور مورخین نے اسکو

صحیح مانا ہے۔ مثلاً امام طبری نے اس کو صحیح مانا ہے اوروہ " اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام مورخین ان کے فضل وکمال ، ثقہ اوروسعت علم کے معترف ہیں"(سیرت النبوی جلداول صفحہ ۲۶)۔ موسیٰ بن عقبہ اس کو صحیح خیال کرتے ہیں اوروہ اس پایہ کے شخص ہیں کہ امام مالک اُن کے شاگرد تھے۔ حافظ ابن حجرجن کے فن حدیث میں کامل ہونے پر سب کو اتفاق ہے اس روائت کی صحت پر مصُر ہوکر کہتے ہیں کہ" اس روایت کی تین سندیں صحیح کی شرط کے موافق ہیں اوریہ روائتیں مرسل ہیں اوران سے وہ لوگ استد لال کرسکتے ہیں جو مرسل روایتوں کو مانتے ہیں " ان کے علاوہ ابن ابي حاتم، ابن المنذز، ابن اسحاق، ابن مرودیہ اورابوسعر جیسے مشہورمحدث اس روایت کی صحت کے قائل ہیں۔

بہر حال اس بات کا ہر طرف چرچا ہوگیا تب آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی " ہم نے جو رسول اورنبی تجھ سے پہلے بھیجا تو جب وہ کچھ خیال کرنے لگا۔ تو شیطان نے اس کے خیال میں کچھ نہ کچھ ڈال یا۔ پس اللہ شیطان کی ڈالی ہوئی بات مٹاتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو پکاکرتاہے۔ اور(یہ شیطانی القا) اس لئے ہوتا ہے کہ خدا اس شیطان کے ملائے ہوئے سے اُن کو جن کے دل میں بیماری ہے اوراُن کو جن کے دل سخت ہیں آزمائے"(سورہ حج آیت ۵۱تا ۵۲)۔ اس پر کفار نے مسلمانوں پر اوربھی زیادہ ظلم کرنا شروع کردیا۔

مہاجرین حبش کی واپسی

جب اس بات کا عام چرچا ہوگیا کہ آنحضرت میں اورکفارمیں صلح ہوگئی اوریہ خبرملک حبش میں مہاجرین کو ملی کہ آنحضرت کفار کے ساتھ صلح کرلی ہے اوراہلِ مکہ نے آنحضرت کے ساتھ سجدہ کرلیا ہے تو اس خبر کو سن کر ۳۳مرد اوراوبراں سے واپس مکہ آگئے[1]۔ لیکن جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہواکہ یہ افواہ غلط تھی اورکہ کفارقریش بدستوراسلام کی مخالفت پرتلے ہوئے ہیں۔ اب ان غریب مہاجرین کا یہ حال تھاکہ نہ جائے ماند نہ پائے رفتن۔ قریش کا جوروظلم آگے سے دوچند ہوگیا۔

قریش کے مظالم

اب قریش کی تعدی کمزور بیکس مسلمانوں تک ہی محدود تھی بلکہ معزز قوائل کے مسلمان بھی کفار کے ظلم سے تنگ آگئے۔ مسلمانوں نے دوبارہ ہجرت کرنی چاہی لیکن اب کی بارہجرت کرنا

---

[1] تلخیص الصحاح جلد ششم صفحہ ۹۶

آسان نہ تھا۔ تاہم تقریباً سو صحابہ قریش کے ہاتھوں تنگ آکر حبشہ میں جاکر پناہ گزین ہوگئے ۔ بعض معزز مسلمان کو اُن کے عزیز واقارب نے پناہ دیدی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ہجرت کی خاطر حبش جارہے تھے کہ راستہ میں ان کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوگئی وہ قبیلہ قارہ کا رئیس تھا۔ وہ حضرت ابوبکر کو پناہ کا وعدہ دے کر اپنے ساتھ لے آیا۔ حضرت ابوبکر نرم دل ہونے کی وجہ سے قرآن پڑھتے وقت بے اختیار رویا کرتے تھے جس سے قریش کے بچوں اورعورتوں کے دل متاثر ہوجاتے تھے اس پر قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی اوراس نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اب میں تمہاری حفاظت کا ذمہ کا نہیں لے سکتا ۔ انہوں نے جواب دیا کہ " اللہ میری حفاظت کرے گا اورمیں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں[۱]۔ اسی طرح عثمان بن معظون کو ولید بن مغیرہ نے پناہ دی اوروہ امن سے زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن دوسرے صحابہ کی تکلیفوں اوراذیتوں کو دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا۔ وہ ولید بن مغیرہ کے پاس گیا اور کہنے لگا میں تمہاری پناہ کو واپس کرتا ہوں ۔ ولید نے کہا" اے بھتیجے کچھ ہوش کر۔ اگر تونے پناہ واپس کردی تو قوم تجھ کو ایذا دے گی۔ عثمان نے کہا کہ مجھ کو فقط

[۱] تاریخ ابوالفدا صفحہ ۱۷

خدا کی پناہ درکا ہے۔ ایک دفعہ لبید بن ربعیہ جو قریش کا مشہور شاعر تھا قریش کی مجلس میں اپنے شعر سنارہا تھا۔ جب اس نے اپنے شعر کا پہلا مصرعہ پڑھا کہ" خبردار ہر ایک چیز سوائے اللہ کے باطل ہے"۔ تو عثمان بن معظون نے کہا " اے لبید تونے سچ کہا "۔ پھر لبید نے مصرعہ ثانی پڑھاکہ" ہر ایک نعمت لا محالہ زوال پزیر ہے۔" عثمان نے کہا" یہ تونے غلط کہا کیونکہ بہشت کی نعمتیں زوال پذیر نہیں"۔ لبید نے قریش کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر یہ شخص خلل اندازہوگا تو میں شعر کس طرح سناؤں گا ایک نے جواب دیاکہ یہ ایک جاہل شخص ہے اور چند جاہلوں کے ساتھ مل کر ہمارے قومی مذہب سے جدا ہوگیا ہے اس کی بات کا بُرا نہ مانو۔ اس پر عثمان نے اس کو جواب دیا۔ اس تُو تُو میں میں سے نوبت ہاتھا پائی کی پہنچی اورکسی نے عثمان کو طمانچہ ماراکہ اس کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔ ولید بن مغیرہ پاس کھڑا تھا۔ اس نے کہا " بھتیجے اگر تو میری پناہ میں ہوتا تو تیرا یہ حال نہ ہوتا۔ اب بھی دوبارہ میری پناہ میں آجا"۔ لیکن عثمان نے کہا کہ مجھے اللہ کی پناہ درکا رہے[۲]۔

[۲] بخاری جلد اول صفحہ ۳۱۱

ایک دفعه ابوبکر خانه کعبه کو جارہے تھے که راه میں ایک شخص نے آپ کے سر پر خاک ڈال دی۔ ولید بن مغیرہ پاس تھا کہنے لگا اگر تم مسلمان نه ہوتے تو ایسا سلوک تمہارے ساتھ نه ہوتا۔ ابوبکر صدیق نے کہا " اے پروردگار توبڑا حلم والا ہے۔ اے پروردگار تو نہایت بردبار ہے۔ اے پروردگار توبڑا حلیم ہے"۔

ایک دفعه آنحضرت کہیں جارہے تھے۔ ولید بن مغیرہ، امیه بن خلف اورابوجہل راه میں کھڑے تھے۔ انہوں نے آپ کا مضحکه اڑایا۔ خدا نے آپ کی تسلی کے لئے یه آیت نازل کی که" جیسا یه لوگ تیرے ساتھ مضحکه کرتے ہیں تجھ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مضحکه کیا گیا ہے پس جو لوگ مضحکه کرتے تھے ان کے مضحکه کے وبال نے انہیں آگھیرا" (انعام آیت ۱۰)۔

قریش کا موازنه قرآن

جب کبھی آنحضرت قریش کے سامنے قرآن پڑھتے اور کہتے که قرآن لوح محفوظ پر ہے۔ جہاں سے وہ جبرائیل امین کے ذریعه آپ پر اترتا ہے تو قریش قرآنی آیات کا مضحکه اڑاتے اور کہتے" یه قرآن تو نرا جھوٹ ہے جس کو محمد نے گھڑ لیا ہے اوراس گھڑت میں اور لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔۔۔ یه اگلوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے کسی سے لکھوالیا ہے۔ اوروہی صبح وشام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی اوریاد کرائی جاتی ہیں (فرقان آیت ۵، ۶)۔ یه قرآن تو پریشان خیالات کا مجموعه ہے (انبیاء آیت ۵)۔ جب آنحضرت نے آواز اٹھا کر قرآن پڑھتے توکفارقرآن کو اوراس کے نازل کرنے والے اورلا نے والے کو گالیاں دیتے پس آپ کو حکم ہوا که قرآن کو" اونچی آواز سے نه پڑھ" [۱]۔ (بنی اسرائیل آیت ۱۱۰)۔

آنحضرت بارگاہِ الٰہی میں شکایت کرتے تھے" اے میرے رب میری قوم قریش نے قرآن کو ٹھہرایا ہے جھک جھک "(فرقان آیت ۳۲)۔ پس آنحضرت کو حکم ہوا که "اے محمد تیری قوم نے جھٹلایا جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں بکتے ہیں تو ان سے ایک طرف ہوجایا کر اورتو بعد نصیحت کے ظالموں کےساتھ نه بیٹھ" (انعام آیت ٦٦، ٦٧)۔پس جب قریش قرآن یا اسلام کے خلاف کچھ کہتے توآنحضرت اُن سے کناره کش ہوجاتے۔

قریش کی تضحیک

جب آنحضرت خانه کعبه میں جاتے اورآزاد کرده غلام اوردیگر غریب اورمسکین مسلمان آپ کے ہمراه ہوتے تو قریش اُن کا

---

[۱] سیرت ابن ہشام صفحه ۱۲۷

مضحکہ اڑاتے چنانچہ قرآن میں ہے" وہ جو گنہگار ہیں ایمان داروں پر ہسنتے ہیں اورجب ان کے پاس سے ہوکر گذرتے ہیں تو آنکھیں مارتے ہیں اور جب ایمانداروں کے پاس سے لوٹ کر اپنے گھر جاتے ہیں تو ان ہی کے تذکرہ کا مشغلہ بناتے ہیں اورجہاں ان کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہی تو وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہوگئے ہیں۔ایک دن ایسا آئے گا جب مومن کافروں پر ہنسیں گے"۔(سورہ تطفیف آیت ۳۰تا ۳۵) قریش مکہ کہتے تھے کہ اگر محمد حق پر ہوتا تو پہلے ہم اس کی متابعت کرتے۔ خدا نے ہم کو چھوڑکر ان مفلس اورقلاش لوگوں پر احسان کیا ہے۔ قرآن میں ہے " اے محمد تو اپنے پاس سے اُن لوگوں کو نہ ہٹانا جو صبح شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اوراگر ان کو ہٹادیگا تو ظالموں میں سے ہوجائے گا اورہم نے اسی طرح لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائش کی ہے یعنی غربا کو ایمان نصیب کیا ہے اوردولتمندوں کو اس سے محروم رکھا ہے تاکہ دولتمند کہیں کہ کیا ہم رئیسوں اور شریفوں کو چھوڑ کر خدا نے مفلسوں پر احسان کیا ہے کہ ان کو ہدایت دی۔ خدا شکر گزاروں کو خوب جاننے والا ہے"(سورہ انعام آیت ۵۲تا ۵۳)۔

وفات ابوطالب

جب آنحضرت کو دعویٰ نبوت کے دس سال ہوگئے تو ابوطالب مرض الموت میں گرفتار ہوگئے۔ جب سردارانِ قریش نے دیکھا کہ وہ مرضِ موت سے جانبر نہ ہوگا تو وہ اس کی عیادت کے لئے آئے اور کہنے لگے" اے ابو طالب اب تمہارا آخری وقت ہے۔ بہتر ہے کہ تمہاری زندگی میں ہی ہمارے او رمحمد کے درمیان عہدوپیمان ہوجائے کہ وہ ہم سے اورہمارے دین سے سروکار نہ رکھے اورہم اس سے سروکار نہ رکھیں" ابو طالب نے آنحضرت کو بلایا تو آپ نے کہا" اگر لا الہ الا اللہ کاکلمہ پڑھ لیں اور اللہ کے سواسب کی پرستش چھوڑدیں تومجھے ان کی بات منظور ہے" اس پر قریش نہایت برہم ہوکر چلے گئے ۔آنحضرت نے ابوطالب سے کہا" اے چچا آپ ہی یہ کلمہ پڑھ لیں"۔ ابوجہل پاس بیٹھا کہنے لگا"۔ ابوطالب کیا آخری وقت اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے مرتد ہوجاؤ گے"۔ ابوطالب نے بلاآخر کہا" میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں[1]۔ پس یہ آیت نازل ہوئی " اے رسول تو نہیں ہدایت کرسکتا جس کو چاہے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے آنحضرت نےاپنے

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۳۰۸

چچا سے کہا" اے چچا میں تیرے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک خدا مجھ کو منع نہ فرمائے"۔ اس پر قرآن میں حکم ہوا" نبی اورمسلمانوں کو نہیں چاہیے کہ مشرکوں کے واسطے مغفرت کی دعاکریں خواہ وہ رشتہ داری ہی کیوں نہ ہوں"۔

ابوطالب تمام عمرآپ کی پشت وپناہ اورمددگاررہا۔ آپ کی خاطر اُس نے تمام قوم قریش کو اپنا دشمن بنالیا۔ آپ کی خاطر اُس نے طرح طرح کے صدمے سہے لیکن جب تک زندہ رہا اس نے آپ کا بال بیکانہ ہونے دیا۔ قدرتاً ایسے شخص کی موت آنحضرت پرنہایت شاق گذری۔

وفاتِ خدیجہ

ابھی ابوطالب کی موت کی یادآپ کے دل میں تازہ ہی تھی کہ چندروزکے بعدآپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ نے ۶۵ سال کی عمرمیں ماہ رمضان میں انتقال کیا۔ حضرت خدیجہ آپ کی مونس وغمخوارتھیں اورآنحضرت ہربات میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اوران کی صلاح پرعمل کرتے تھے ۔پچیس برس تک وہ آنحضرت کی مددگاراورغمگساررہیں اورہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ آنحضرت کو ان کی وفات نے کس قدرصدمہ پہنچایا ہوگا۔ حضرت اس سال(۱۰ نبوی) کوعام السحریون یعنی سالِ غم کہا کرتے تھے۔

ابوطالب کی وفات کا نتیجہ

یہ زمانہ اسلام کا سخت ترین زمانہ تھا۔ آنحضرت اب بے یارومددگار رہ گئے تھے۔ اب کوئی ابوطالب نہ تھا جوآپ کو اپنی قوم کے ہاتھوں سے بچاتا پس اب قریش کوکسی شخص کا ڈرخوف نہ رہا اوروہ نہایت بے رحمی اوربیباکی سے آنحضرت کو انواع واقسام کی ایذائیں دیتے تھے۔

جب آپ نمازمیں مشغول ہوتے تو وہ آپ پر ناپاک اشیاء پھینک دیتے ۔آپ کی اشیائے خوردنی میں ناپاک اشیاء ملادیتے[1]۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ راہ میں جارہے تھے کہ قریش میں سے ایک نے آپ کے سر پر خاک ڈالدی۔ اسی حالت میں آپ گھرآئے۔ آپ کی صاحبزادی آپ کو سر دھونے لگیں۔ آنحضرت نے کہا جب تک ابوطالب زندہ تھے قریش نے کبھی ایسی حرکت نہ کی تھی۔ اس پرآپ

---

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۱۸۵ تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۱۱۶

کی صاحبزادی روپڑیں توآپ نے ان کوتسلی دی اورکہا" بیٹی مت روؤ۔ خداتیرے باپ کا محافظ ہے[1]۔

بی بی سودہ سے نکاح

حضرت خدیجہ کے انتقال کی وجہ سے آنحضرت نہایت غمگین اورپریشان خاطر رہتے تھے۔ اُن کی وفات سے گھربار بال بچوں کا بوجھ اوردیگر ذمہ داریاں آپ پرآپڑیں۔ پس آپ نے بی بی سودہ سے نکاح کرلیا۔ یہ بی بی حبش کی ہجرت سے اپنے خاوند سکران بن عمر کے ساتھ واپس مکہ آگئی تھی اوراس کا خاوند مکہ میں فوت ہوگیا تھا۔

بی بی عائشہ سے نکاح

حضرت عائشہ کا نکاح بھی آنحضرت کے ساتھ قریب اسی زمانہ میں ہوا۔ آنحضرت سے نکاح کرنے سے پہلے بی بی عائشہ کی نسبت جیسر بن مطعم کے بیٹے سے قرارپاچکی تھی۔ خولہ بنت حکیم نے آنحضرت سے اس نکاح کے بارے میں ذکرتوآپ نے رضا مندی ظاہر کی۔ پس اس نے ابوبکر سے اس کا ذکر کیا تو اس نے جواب دیاکہ میں جبیر بن مطعم سے وعدہ کرچکا ہوں۔ جب آنحضرت نے ابوبکر سے بی بی عائشہ کے بارے میں ذکر کیا تو اس نے آپ سے کہا کہ میں توآپ کا بھائی ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ تو اللہ کے دین اوراس کی کتاب کے رُوسے میرا بھائی ہے پس عائشہ مجھ پر حلال ہے[2]۔ بہرحال بی بی عائشہ بی بی خدیجہ کی وفات کے چند روزبعد ماہ شوال مطابق مئی ۶۲۰ء میں آنحضرت کے حبالہ نکاح میں آگئیں ۔ نکاح کے وقت بی بی عائشہ کی عمرچھ سال کی تھی۔ (دیکھو ضمیمہ سوم)۔

ابن تمیمہ کہتے[3] ہیں کہ خدیجہ اور عائشہ میں جُداگانہ خصوصیات تھیں۔ خدیجہ کا اثر ابتدائے اسلام پر ہے وہ نبی کے لئے باعثِ تسکین وثبات تھی جوآنحضرت کی کسی اوربیوی کو حاصل نہیں۔ بی بی عائشہ کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے ۔ جو نفقہ اس نے دین میں حاصل کیا اورجو تبلیغ امت کو دی اورعلم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی کیں ایسا درجہ آنحضرت کی کسی اوربیوی کو حاصل نہیں۔ کتب احادیث میں بی بی عائشہ کی مردیات کی تعداد دوہزار دوسوبرس ہے۔

---

[1] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۱۸

[2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۴۶

[3] بخاری جلد سوم صفحہ ۱۱

قبائل عرب اور حضرت کی تبلیغ

آنحضرت کی عادت تھی کہ حج کے موقعہ پر آپ مختلف قبائل کے پاس جاتے اور تبلیغ کا فرض ادا کرتے اسی طرح جب عرب کے مختلف مقامات پر میلے لگتے تو آپ ان میلوں میں بھی جاکر اپنا پیغام سناتے۔ آپ مختلف قبائل کے پاس[1] جاتے اور کہتے "اے بنی فلاں میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تم اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی پرستش نہ کرو اور میری تصدیق کرو لیکن آپ کا چچا ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ جاتا اور کہتا " اے بنی فلاں یہ شخص دین سے پھر گیا ہے اور تم کو بھی بدعت اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ کی پرستش چھوڑدو۔ اس کی باتیں مت سنو"۔ بنی کنندہ نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کی۔ بنی حنیفہ نے نہایت سخت جواب دئیے۔ جب آپ سے قبیلہ بنی عامر کو دعوت دی تو ایک قیافہ شناس شخص نے جس کا نام فراس تھا کہا کہ" اگر میں اس قریشی جوان کو لے لوں تو تمام عرب کو نکل جاؤں ۔ اور پھر آنحضرت سے خطاب کرکے کہا" ہم اس شرط پر تمہاری تابع ہوتے ہیں کہ اگر تم اپنے مخالفین پر غالب آجاؤ تو تمہارے بعد ہم تمہارے جانشین ہوں گے "آنحضرت نے جواب دیا کہ" یہ بات خدا کے دستِ قدرت میں ہے"۔ اس نے کہا " یہ نہیں ہوسکتا کہ اس وقت ہم تمہاری طرف ہوکر تمام عرب کی مخالف سہیڑلیں اور پھر حکومت غیروں کے ہاتھ آئے۔

قریش کے ظلم

قریش نے جب دیکھا کہ آپ عرب کے دیگر قبائل کو بھی دعوتِ اسلام دے رہے ہیں تو انہوں نے ارادہ کرلیا کہ آپ کو اس قدر تکلیف پہنچائیں کہ آپ مجبور ہوکر تبلیغ کا فرض ادا کرنے سے دست بردار ہوجائیں۔ قریش کے رؤسا مثلاً ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیطہ حکم بن ابی العاص وغیرہ جو آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے آپ کے پڑوس میں رہتے تھے اور آپ کی ایذادہی میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کرتے تھے ۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں رؤساے قریش بھی بیٹھے تھے ابوجہل نے آپ کو سجدہ کرتے دیکھ کر کہا کاش اس وقت اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت یہاں ہوتی تو وہ محمد کر گردن پر ڈال دی جاتی۔ عقبہ دوڑا دوڑا گیا اور اوجھ لاکر اس نے نجاست سمیت آنحضرت کی گردن پر ڈال دی۔ آپ کی صاحبزادی

---

[1] منقول رحمتہ العالمین جلد دوم صفحہ ۲۰۰

فاطمه کو خبر ملی وہ اس وقت صرف پانچ برس کی تھی مگر فرطِ محبت سے دوڑی آئی اس نے اوجھ مجھ کو آپ کی گردن پر سے ہٹاکر عقبہ کو بُرا بھلا کہا۔ جب حضرت نماز خم کرچکے تو آپ نے ایک ایک کا نام لے کراُن کے حق میں بددعا دی[1]۔

ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ نے آپ کی گردن میں چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچی اتفاقاً حضرت ابوبکر کا ادھر سے گذر ہوا۔ انہوں نے آپ کو چھڑایا۔ اورعقبہ سے کہا" تم اس شخص کی جا کے درپے ہوئے ہو جس کا جرم صرف رہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اورتم کو صراطِ مستقیم کی طرف بلاتا ہے[2]۔

آنحضرت کے صحابہ ایسی بدسلوکیاں دیکھتے۔ لیکن بے کس کچھ نہ کرسکتے تھے۔ ایک دفعہ خباب بن الارث نے کہا" حضرت آپ اُن کے حق میں بدعا کریں"۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ غصہ کے مارے لال ہوگیا اورآپ نے کہا" تم سے پہلے وہ لوگ ہوچکے ہیں جن کے بدن پر آرے چلائے گئے اوروہ چیر ڈالے گئے لیکن وہ اپنے فرض سے بازنہ آئے۔ جو کام میرے سپرد ہوا ہے وہ خدا کا کام ہے اورخدا خود اس کو انجام تک پہنچائے گا اوروہ وقت آئے گا۔ جب شترسوارصفار سے حضرموت تک سفر کرنے گا اوراس کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کا خوف نہ ہوگا۔

معراج

انہی ایام میں آنحضرت کو جب وہ خانہ کعبہ کے صحن حظیم میں تھے معراج ہوا اس کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں یوں آیا ہے"۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمد) کو راتوں رات مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکت دی ہے لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھلائی"(آیت اول) یہ عالم رویا کے متعلق بات تھی لیکن حدیثوں میں اورمولود ناموں میں اس واقعہ کے گرد قصص اور افسانے جمع ہوگئے ہیں جو گھڑنے والوں کی قوتِ متخیلہ پر اوراہل اسلام کی خوش اعتقادی پر دال ہیں۔ لیکن قرآن کی آیت فیصلہ کن ہے" نہیں کیا ہم نے اس رویا کو جو تجھ کو دکھلایا مگرآزمائش لوگوں کے واسطے(بنی اسرائیل آیت ٦٢) علاوہ ازیں یہ حدیثیں اور روایتیں باہم اس قدر مختلف متعارض اور متناقض ہیں کہ وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوسکتیں۔تفسیر کبیر میں ہے کہ حذیفہ نے کہا کہ" یہ رویا تھا اوررسول اللہ صلعم کا جسم نہیں

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ١٤٨

[2] تلخیص جلد پنجم صفحہ ٥٥ ۔ بخاری جلد دوم صفحہ ١٤٦

گیا تھا اورمعراج صرف روحانی تھی اوریہی قول عائشہ اورمعاویہ سے بیان کیا گیا ہے ۔

جب صبح ہوئی اورآنحضرت نے قریش کو معراج کی خبردی توانہوں نے آپ کی ہنسی کی اورجھٹلایا[1] ۔

شقِ صدر

معراج کے ساتھ اہلِ سیرت شق صدربھی ملحق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبرئیل نے آنحضرت کا سینہ چاک کرکے آپ کا دل نکالا اوردھوکہ پھر ویسا ہی رکھ دیا۔ قرآن کی آیت اس امر کے متعلق ہے" کیا ہم نے تیرے لئے سینہ کو نہیں کھول دیا ہے"۔ (سورہ انشراح آیت۱) ظاہر ہے کہ اس سے مراد عرفانِ الہیٰ ہے نہ کہ سینہ کا جسمانی طورپر چاک ہونا۔ پس اس کا صحیح نام شرح صدر ہونا چاہیے نہ کہ شق صدر۔ شقِ صدر کے متعلق روایات ایسی مختلف ہیں کہ ان کی باہمی تطبیق محال ہے۔ پس وہ سب کی سب غیر معتبر اورناقابل قبول ہیں۔

[1] تلخیص جلد ششم صفحہ ۱۱۷

(۶۔) قبائل عرب کو دعوت اورواقعہ ہجرت طائف کا حضرت کو رد کرنا

الہیٰ حکم " اے محمد ۔ تو اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو ڈرا"۔ (شعرا آیت ۲۱۴)۔ کے تابع ہوکر آنحضرت سات سال تک اپنے خویش واقارب اوراہل مکہ کو دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ اب (۱۰ نبوی) اُن کے جورو ستم اورظلم وتعدی کے باعث آنحضرت اُن سے قطعی ناامید ہوگئے۔ لہذا آپ نے ارادہ کیا کہ طائف جاکر وہاں کے باشندوں کو دعوتِ اسلام دیں۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں کے امرا اوررؤسا نے آپ کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ ایک نے کہا" کیا خدا کو تیرے سوا اورکوئی نہ ملتا تھا جس کا رسول بناتا"۔ دوسرے نے کہا " میں ہرگز تجھ سے بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر تو حق پر ہے تو تجھ سے کلام کرنے میں پڑا خطرہ ہے اوراگر تو کاذب ہے توتجھ سے کلام کرنا بھی ناواجب ہے" ان لوگوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے شہر کے غنڈوں کو ابھارا اوروہ ہر جانب سے آپ کے گرد جمع ہوگئے اورجب آپ چلنے لگے تو انہوں نے آپ کے پاؤں پر پتھر برسانے شروع کردئیے یہاں تک کہ آپ کی جوتیاں خون سے بھرگئیں۔ جب آپ زخموں سے چورہوکر گر پڑتے تو وہ آپ کو پکڑ کر کھڑا کردیتے

اورجب آپ چلے لگتے تو پھرپتھر برساتے۔ آواز کستے۔ پھبتیاں اڑاتے اورگالیاں دیتے تھے۔ آخرآپ سے ایک باغ میں انگورکی بیل کے سایہ تلے پناہ لی اوراللہ سے دعا کی[1] "اے خدا میں تیرے حضوراپنی ضعفِ قوت اورلا چاری کی نسبت عرض کرتا ہوں ۔ اے ارحم الراحمین تو ہی بے چاروں کا چارہ اورمیرا کارساز ہے۔ مجھ کو توکس کے سپرد کرتا ہے؟ کیا تُرش رواجنبیوں کے اوردشمنوں کے ؟ اگر تیرا غضب مجھ پرنہیں ہے تو مجھ کوکچھ پرواہ نہیں ہے۔ تیری عافیت وسیع ہے" اتفاقاً باغ کے مالک کا ادھر سے گذرہوا۔ آنحضرت کی حالتِ زار دیکھ کراُسے ترس آیا اوراس نے ایک عیسائی غلام عداس کے ہاتھ طباق میں انگورکو خوشے بھیجے جن کوکھاکر آپ کی مضحمل طبیعت برقرار ہوئی ۔ طائف سے نا اُمید ہوکرآنحضرت نخلہ آئے اورپھر حرا میں چلے گئے ۔ وہاں سے آپ نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھ کو اپنی پناہ میں رکھ لو۔ یہ مطعم قریش کےاُن لوگوں میں سے تھا جو مقاطع کا عہدنامہ پھاڑنے کےلئے خانہ کعبہ گئے تھے۔ مطعم نےآنحضرت کی درخواست منظورکی اورآپ مکہ واپس آگئے۔

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۴۷

عقبہ کی پہلی بیعت

اس سال (۱۰ نبوی) جب عرب کے قبائل کےلئے مکہ آئے توآنحضرت حسبِ معمول ان کے پاس گئے اوردعوتِ اسلام دی۔ مقام عقبہ کے پاس آپ نے چند اشخاص دیکھے توپوچھا کہ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مدینہ کے رہنے والے قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں۔ آپ نے ان کو دعوتِ اسلام دی اورقرآن سنایا۔ یہ لوگ گو بُت پرست تھے۔ لیکن چونکہ مدینہ میں ان کو اہلِ یہود کے ساتھ سابقہ پڑتا تھا لہذا ان کے کان نبوت اورکُتب آسمانی سے آشنا تھے۔ چونکہ ان میں اوریہود میں جنگ رہتی تھی اوریہود ان کو کہتے تھے کہ عنقریب ہمارا نبی (یعنی مسیح موعود) آئے گا اورہم اس کےساتھ مل کرتم کوکچل ڈالیں گے۔ پس جب آنحضرت نےاُن کو کہا کہ میں اللہ کی طرف سے رسول ہوکرآیا ہوں توان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا یہ وہی نبی ہے جس کی خبریہودی ہم کو دیا کرتے ہیں۔ آؤ ہم اہل یہود سے پہلے ان کی اطاعت کرلیں۔ پس چھ آدمیوں کے اسلام قبول کرلیا۔ جب وہ واپس مدینہ آگئے تو انہوں نے آنحضرت کا چرچا گھر گھر میں کردیا۔ جب یہ سال ختم ہوا تو دوسرے سال بارہ شخص مدینہ سے حج کرنے کوآئے۔ آنحضرت ان

کو پھر مقام عقبہ میں ملے۔اورانہوں نے آپ کی بیعت منظور کی ۔ بیت اس پر تھی کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریك نہیں کریں گے۔ ہم چوری اورزنا سے پرہیز کریں گے اوراپنی لڑکیوں کو زندہ درگورنہیں کریں گے ۔ ہم دوسروں پر تہمت اورالزام نہیں لگائیں گے اورہم ہر جائز بات رسول کی متابعت کریں گے اور خوشی اورغمی میں اس کاساتھ دیں گے"۔ جب وہ واپس جانے لگے توآنحضرت نے معصب بن عمیر کو ان کے ساتھ کردیا تاکہ ان کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔

مدینہ میں اسلام کا قدم

جب معصب مدینہ پہنچا تو وہ مدینہ کے ایك معزز رئیس کے گھراترا۔ اس کا روزانہ معمول تھا کہ قبیلہ خزرَج کے ایك ایك گھر میں جاتا لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتا اورقرآن پڑھ کر سناتا۔ لوگ اُس کی دعوت کو قبول کرکے اسلام میں داخل ہوجاتے تھے۔

قبیلہ اوس کے سردار کا نام سعد بن معاذ تھا۔ اس کو مصعب کا مدینہ میں آنا ناگوارگذرا۔ آخر جب اس کی ملاقات مصعب سے ہوئی اوراس نے اسلام کے احکام سنے تو وہ بھی مسلمان ہوگیا۔ چونکہ وہ اپنے قبیلہ کا سرداراورصاحبِ اثر شخص تھا لہذا اس کے رسوخ سے اوس کے تمام قبیلے نے اسلام قبول کرلیا۔

مدینہ کے مسلمان جن کو " انصار" یعنی مددگارکا معززلقب دیا گیا۔ ان دو قبائل یعنی خزرج اوراوس پر ہی مشتمل تھے اسلام نے انصار میں اتنی ترقی کی کہ ان میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں مردوزن سب مسلمان نہ ہوں۔ صرف خطمہ دایل اورواقف کے چند گھرانوں نے (جو بنی اوس کے قبیلہ میں سے تھے) اسلام کو قبول نہ کیا۔

عقبہ کی دوسری بیعت

لگے سال (۱۳نبوی) ۷۲ اشخاص حج کے موسم میں مکہ آئے۔ وہ اپنے ساتھیوں سے (جو بُت پرست اورمشرك تھے) چھپ کر آنحضرت سے ملاقات کرنے آئے۔ جب مقررہ شب کی ایك تہائی گذرگئی تو وہ ملاقات کےلئے اپنے ڈیروں سے نکل کر عقبہ (منیٰ) کی گھاٹی میں جمع ہوئے ۔ آنحضرت بھی عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ آگئے۔ عباس اس وقت تك مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن وہ ہر طرح سے آپ کی امداد کرتے تھے۔ انہوں نے انصار سے خطاب کرکے کہا" اے گروہ خزرج، تم کومعلوم ہوکہ محمد ہماری قوم کے معزز اور

محترم فرد ہیں۔ ہم ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ہمیشہ ان کے سینہ سپر رہے ہیں مگر اب ان کا خود یہ ارادہ ہے کہ وہ ہمارے شہر کو چھوڑکر تمہارے شہر میں رہائش اختیارکریں۔ پس اگر تم ان کے دشمنوں سے ان کو محفوظ رکھ سکتے ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دیدو۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ تم ان کو یہاں سے لے جاکر اُن کو ان کے دشمنوں کے سپرد کردو"۔ براء بن معرور نے آنحضرت کا ہاتھ پکڑا اور کہا" یا حضرت قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم آپ کی ایسی ہی حمایت اور حفاظت کریں گے جیسی اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں ۔ ہم جنگجو لوگ ہیں اورجنگ وپیکار ہماری وراثت میں چلی آتی ہے ۔ ہم تلواروں کی گود میں پلے ہیں"۔ ابوالہیشم نے کہا" یا رسول اللہ ۔ ہمارے اوریہودیوں میں قدیمی عداوت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو قوت اورغلبہ حاصل ہوجائے آپ ہم کو چھوڑکر واپس اپنی قوم میں آجائیں۔ آنحضرت مسکرائے اورکہا" نہیں تم اطمینان رکھو میں تمہارا ہوکر رہوں گا۔ تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے اورتمہارے دوست میرے دوست ہوں گے[1]۔

[1] ایضاً صفحہ ۱۵۵

اس عہدوپیمان کے بعد آنحضرت نے انصارکو کہا" تم اپنے میں سے بارہ اشخاص منتخب کرلو تاکہ میں ان کو تمہاری قوم پر نقیب یا سرداربناؤں ۔ چنانچہ بارہ نام پیش کئے گئے جن میں سے نو خزرج کے اورتین اوس کے تھے ۔ آپ نے ان کو نقیب مقررکرکے کہا" تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اپنی اپنی قوموں پرکفیل ہو اورمیں تمام اہلِ اسلام پرکفیل ہوں۔

قریش کا جاسوس

جب سب لوگ بیعت کرچکے تو عقبہ کی پہاڑی پر سے کسی (شیطان (کافر) نے بآواز بلند کہا" تم کو مذمم کی کیا ضرورت ہے۔ وہ خود گمراہ ہے اورتم کو بھی تمہارے آبائی دین سے گمراہ کرنا چاہتا ہے" آنحضرت نے کہا" اے خدا کے دشمن ۔ واللہ، میں تیری خبرلوں گا"۔ پھر انصار سے کہا" اب تم جاکر اپنے ڈیروں میں آرام کرو"۔ عباس بن عبادہ نے جواب دیا" اگرآپ حکم دیں تو ہم علی الصبح اہل منٰی پر تلواریں لے کر جا پڑیں"۔ حضرت نے کہا" مجھ کو ایسا کرنے کے لئے حکم نہیں پہنچا۔ تم اپنے ڈیروں میں جاکر سورہو[2]۔

[2] ایضاف صفحہ ۱۵۷

جب صبح ہوئی تو قریش کے رؤسا اہل مدینہ کے پاس آئے اور کہنے لگے " کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم محمد کو یہاں سے لے جانا چاہتے ہو اورتم نے اس سے ہمارے خلاف لڑنے پر بیعت کی ہے۔" اہل مدینہ میں سے جو بُت پرست تھے ان کو گذشتہ شب کی کارروائی کی خبر نہ تھی۔ انہوں نے صاف انکارکیا۔ لیکن قریش کو اس بات کا یقین نہ آیا اوروہ اُن کے قافلہ کے کوچ کے وقت تک ا ن کی تاک میں رہے۔ قافلہ تو اُن کی زد سے دوُر نکل گیا۔ لیکن سعد بن عبادہ (جو نقیبوں میں سے تھا) اُن کے ہاتھ آگیا اوروہ اس کو مارتے پیٹتے مکہ لے آئے۔ یہاں جبیر مطعم اورحرث بن حرب نے اس کو پناہ دی اور یوں وہ قریش کے دستِ ظلم سے رہا ہوکر مدینہ گیا۔

صحابہ کی ہجرت مدینہ

جب مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور وہ دارالاماں ثابت ہوا توآنحضرت نے صحابہ کو کہاکہ تم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے جاؤ۔ قریش کومعلوم ہوا تو وہ مزاحم ہوئے لیکن مسلمانوں نے چوری چھپے ہجرت شروع کردی اور رفتہ رفتہ اکثر مسلمان مدینہ چلے گئے ۔ حضرت علی اور حضرت ابوبکر آنحضرت کے ساتھ مکہ ہی میں رہے۔ اس پر بھی قریش کے مظالم کم نہ ہوئے۔ جو لوگ مفلسی یا دیگر وجوہ کے باعث مدینہ نہ جاسکے ان کی آہ بکا کا نالہ بلند ہوتا ۔ قرآن میں انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے"۔ ناتواں مرد، عورتیں اوربچے کہتے کہ اے ہمارے رب ہمیں اس شہر (مکہ) سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں (جومدینہ میں جانے سے روکتے ہیں اورمسلمان ہونے سے منع کرتے ہیں) اوراپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی حمایتی پیدا کراورمددگاربھیج"۔ (سورہ نساء آیت ۷۷)۔

جب قریش نے دیکھا کہ مکہ میں گھروں کے گھر۔ رہنے والوں سے خالی اورسنسان ہوگئے ہیں تو وہ نہایت برہم ہوئے۔ ابوجہل نے کہا یہ تمام کارروائی میرے بھتیجے محمد کی ہے۔ اُسی نے ہماری جماعتوں کو متفرق کیا ہےاور ہمارے درمیان تفرقہ اورجدائی ڈالی ہے[۱]۔ ان کو یہ فکر بھی دامنگیر ہوئی کہ اب مسلمان اپنی قوت کو جمع کرکے اورمدینہ کے انصار کے ساتھ مل کر ہم سے بدلہ لیں گے[۲] پس انہوں نے دارالندہ میں اجلاس عام کیا اورآپس میں مشورہ کیا۔ ا یک نے صلاح دی " کہ محمد کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے جکڑکر قید کردو

---

[۱] ایضاً صفحہ ۱۶۵
[۲] تاریخ ابوالفدا صفحہ ۲۷

اور دروازہ پر پہرہ لگادو تاکہ زیست وہاں سے نہ نکل سکے"۔ دوسرے نے کہا " نہیں اس کو شہر بدر کردو۔ خود ہی راہ بھٹک کر اور گم گشتہ ہوکر مرجائے گا"۔ اسی طرح کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ بالا آخر ابوجہل نے کہا " میری یہ رائے ہے کہ کُل قبائل اپنے میں سے ایک ایک جوان کو چھانٹ کر مسلح کردیں اور جب محمد سورہا ہو تو سب جوان ایک بار اس پر حملہ کرکے تلواروں سے اس کا خاتمہ کردیں۔ اس صورت میں اگر آل ہاشم اس کا قصاص لینا چاہیں گے۔ تو اکیلے تمام قبائل سے مقابلہ نہ کرسکیں گے"۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کیا۔ اس دن کی کارروائی کا اشارہ قرآن کی اس آیت میں ہے " (اے محمد) وہ وقت یاد کر جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرنے کی فکر میں تھے تاکہ تم کو قید کریں یا قتل کریں یا جلاوطن کردیں۔ وہ تو تدبیریں کررہے تھے اور خدا بھی تدبیر کررہا تھا اور خدا بہتر تدبیر کرنے والا ہے"(سورہ انفال آیت ۳۰)۔

حضرت کی ہجرت مدینہ

اُس دن آنحضرت ابوبکر کے گھر گئے[۱] اور کہا " سب کو ہٹادو تم سے مشورہ کرنا ہے" پھر کہا مجھے خدا نے ہجرت کی اجازت دیدی ہے۔ ت میرے ہمراہ چلو۔ ابوبکر نے کہا" یا رسول اللہ ۔ میں نے اسی دن کے واسطے دو اونٹنیاں تیار کررکھی ہیں"۔ اورابوبکر کی بیٹی اسما نے سفر کا سامان تیار کردیا۔

آنحضرت نے حضرت علی کو کہا" مجھ کو ہجرت کا حکم ہوا ہے۔ میں آج مدینہ روانہ ہوجاؤں گا ۔ تم میرے بستر پر میری سبز چادر اوڑھ کر سورہو صبح لوگوں کی جو امانتیں میرے پاس پڑیں ہیں ان کو واپس دیدنا" علی کو معلوم تھا کہ آج رات آنحضرت کا بستر قتل کا بستر ہے۔ لیکن اس نے خوشی سے حضرت کے فرمان کو قبول کیا۔

رات کے وقت کفار نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن جب رات زیادہ گذرگئی تو ان پر نیند کا غلبہ ہوگیا آنحضرت ان کو سوتا چھوڑکر ابوبکر صدیق کے گھر گئے اوردونوں مکہ سے نکل کر جبل ثور کے غار میں چھپ گئے جو مکہ سے تین میل دہنی طرف آج بھی موجود ہے۔ حضرت ابوبکر کا بیٹا عبداللہ شام کو غار میں آکر آنحضرت کو قریش کے مشوروں سے اطلاع دیتا۔ حضرت ابوبکر کی بیٹی اسما کھانا پکا کر غار میں پہنچاتی۔ اوران کا غلام شام کو بکریاں چراتا چراتا اُدھر جاتا اورآنحضرت اورابوبکر ان کا دودھ پی لیتے ۔ اسی طرح انہوں نے تین روز غار میں بسر کئے۔

---

[۱] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۷۲

صبح کے وقت جب قریش کی آنکھیں کھلیں تو بستر پر آنحضرت کی بجائے علی کو پایا۔ اس کو پکڑ کر کشاں کشاں کعبہ لے آئے اور تھوڑی دیر مقید کرکے رہا کردیا۔ پھر آپ کی تلاش میں انہوں نے تمام مکہ چھان مارا۔ جب مکہ میں آپ کا نشان نہ پایا تو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے منہ تک آگئے۔ ابوبکر ڈرگیا اور کہنے لگا" اگر کسی نے پیر اٹھایا تو سوراخ میں سے ہم کو ضرور دیکھ لے گا[1]"۔ آنحضرت نے تسلی دی اور کہا" گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے"۔ سورہ توبہ میں اس واقعہ کا بیان یوں ہوا ہے" خدا نے اس کی (محمد کی) مدد اس وقت کی تھی جب کافروں نے اس کو مکہ سے اس حال میں نکال باہر کیا کہ وہ دو میں دوسرے تھے۔ جب وہ دونوں (ابوبکر اور محمد) غار ثور میں چھپے تھے تو اس وقت (محمد) اپنے ساتھی (ابوبکر) کو کہتا تھا مت ڈرے بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اپنی طرف سے اس پر (محمد پر) تسلی نازل کی"(توبہ آیت ۴۰)۔

روایات میں آیا ہے کہ خدا کے حکم سے غارِ ثور کے منہ پر فی الفور ببول کا درخت اُگا اور اس کی شاخوں نے آنحضرت کو چھپالیا اور کبوتروں نے گھونسلے بنا کر انڈے دیدئیے۔ لیکن یہ روایات باطل اور موضوع ہیں۔ اُن کے راوی کی نسبت امام بخاری کہتا ہے کہ" وہ مجہول ہے"۔ بہر حال انتظام الٰہیٰ نے آنحضرت کی جان بچالی اور ان کے دشمنوں کی نظر اُن پر نہ پڑی۔

قبامیں داخلہ

چوتھے دن جب قریش کی شورش کم ہوگئی تو عبد اللہ بن ابوبکر دو اونٹنیاں لے آیا۔ اور اسما بنت ابوبکر سفر کے لئے کھانے لے آئی۔ ایک معتمد کافر عبداللہ ابن اریقط آنحضرت کا راہنما ہوا۔ اورآنحضرت ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی مطابق - ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعرات بوقتِ ظہر نجیریت قبا پہنچ گئے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اورجہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔

انصار کو آنحضرت کی مکہ سے روانگی کی اطلاح مل چکی تھی۔ وہ ہر روز اپنے شہر سے نکل کر صبح سے دوپہر تک انتظار کرتے اور جب دھوپ تیز ہوجاتی واپس اپنے گھروں میں چلے جاتے۔ جس دن آنحضرت پہنچے لوگ بعد انتظار واپس جاچکے تھے۔ ایک یہودی نے آپ کو دیکھ کر پکار کر کہا" جس کے تم منتظر تھے وہ آگئے ہیں"۔ یہ آواز سنتے ہی لوگ آپکے استقبال کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ آپ نے کلثوم بن ہدم کی مہمانی قبول کی اور اس کے گھر میں رہائش اختیار کی۔

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۹۲

حضرت علی آنحضرت کے مکہ سے روانہ ہونے کے تین دن
بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور قبا پہنچ کر وہ بھی یہیں ٹھہیرے۔

حصّہ دَوم

مُحّمد مَدنِی

۱ ہجری

دعویٰ نبوت کے بعد حضرت کی مکی زندگی غم والم، ستم اور تعدی کی ایک طول وطویل داستان بن گئی تھی۔ ابتدا ہی میں آپ کو عیسائی عالم ورقہ بن نوفل نے جو آپ کا رشتہ دار تھا۔ خبردار کیا تھا اور کہا تھاکہ تم کو مصائب وآلام کا مقابلہ کرنا ہوگا کیوں کہ قوم کیااصلاح ایک پرُخار راہ ہے۔ جو نہایت دشوار گذار ہے۔ حضرت ورقہ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ رؤسائے قریش نے ہر ممکن طورپر آپ کو اورآپ کے پیرؤں کو ایذائیں دیں۔ اُن کو طرح طرح سے ستایا اورتعذیب وعقبوت کے وہ طریقے استعمال کئے جنکے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں پھر اس پر طرہ یہ کہ عذاب دینے والے کوئی غیر نہیں تھے بلکہ اپنے ہی خویش واقارب عزیز اوررشتہ دار تھے۔ لیکن آنحضرت کا یقین تھاکہ خدا نے آپ کو اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے بلایا ہے۔ لہذا تمام مصائب اورتکالیف اورایذارسانیوں کے باوجود آپ مکہ میں ہی سکونت گزیں رہے۔ صحابہ کو آپ نے حبش اورمدینہ جانے کی اجازت دیدی لیکن آپ خود مکہ میں قریش کے طعن وتشنیع اورایذادہی کی آماجگاہ بنے رہے۔ اورجب تک قریش آپ کے خون کے پیاسے نہ ہوئے آپ مکہ میں ہی رہے کیونکہ مکہ کا اثر خانہ کعبہ کی وجہ سے عرب کے کل قبائل پر تھا۔ پس اگر مکہ آنحضرت کو قبول کرلیتا توکل عرب اللہ اوراسلام پر ایمان لے آتا۔ عرب کا کوئی دوسرا شہر ایسا بارسوخ نہ تھا۔ بالخصوص مدینہ کا اثر اس کی چاردیواری تک ہی محدود تھا۔ لیکن مادرچہ خیالیم وفلک درجہ خیال۔ خداکو یہی منظور تھا کہ آنحضرت اپنے عزیز وطن مکہ سے نکل آئیں اورمدینہ میں اقامت گزیں ہوں۔

قبامیں مسجد کی تعمیر

مقام قبال میں آپ نے چودہ روزتک قیام کیا۔ اس جگہ آپ کا پہلا کام مسجد کا تعمیرکرانا تھا۔ کلثوم کی زمین میں آپ نے مسجد کی بنیاد ڈالی آپ خود اپنے ہاتھوں سے پتھر اٹھالاتے اور مسجد کی تعمیر میں مدددیتے تھے۔ اسی مسجد کا ذکر قرآن میں آیا ہے" وہ مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو"(توبہ آیت ۱۰۹)۔

مدینہ میں داخلہ

چودہ روز کے بعد بروزجمعہ آپ شہر مدینہ کی طرف چلے ہر طرف سے لوگ خیر مقدم کےلئے آئے۔ قبا سے مدینہ تک راہ کی دونوں جانب لوگ آپ کی آمد کے اشتیاق میں کھڑے تھے ۔ ہر قبیلہ

یہی چاہتا تھا کہ آپ اس کے ہاں ہی ٹھہریں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے کہا " میں بنو نجار کے ہاں اترونگا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں"۔ جب بنی نجار نے یہ سنا تو نہایت خوش ہوئے کمسن لڑکیاں دف بجابجا کر گاتی تھیں کہ " ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد ہمارا اچھا پڑوسی ہے"۔ حضرت ابوایوب بنی نجالہ میں سے تھے اوران کا گھر دومنزلہ تھا۔ آنحضرت انہی کے گھر کے نیچے کے حصہ میں فرد کش ہوئے اورسات ماہ تک یہیں رہے۔

نمازجمعہ اورپہلا خطبہ

مدینہ میں آکر آنحضرت نے جمعہ کی نمازادا کی اورنماز سے پہلے خطبہ دیا[1] اورکہا " حمدونعت خدائے برحق کے واسطے ہے اسی کی میں تعریف کرتا ہوں اوراسی سے اعانت اور امداد کا خواستگار ہوں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا واحدہ لاشریک ہے اوراس کے سواکوئی معبود نہیں۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کے دل میں خدا نے نورچمکاکر کفر کی حالت سے اسلام میں داخل کیا۔ اے لوگو۔ تم ان باتوں کو پسند کرو جو خدا کو پسندہیں اورخدا کے ذکر سے غافل نہ ہو اورنہ اپنے دلوں کو اس کی طرف سے سخت کرو۔ خدا نے اپنے کلام کی تلاوت کو بہترین شئے قرار دیا ہے۔ تمام حرام وحلال کے احکام اس میں موجود ہیں پس خدا سے ڈرو اورجو عہد تم نے خدا سے کیا ہے اس کو سچا کرکے دکھلاؤ بے شک اللہ اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ اس کا عہد توڑا جائے۔ والسلام علیکم"۔

مسجد کی تعمیر

مدینہ میں آکر سب سے پہلا کام آپ نےیہ کیا کہ مسجد کی تعمیرشروع کی ۔آپ خود تعمیر کے کام میں شریک ہوکر مسلمانوں کو اس کام کی رغبت دلاتے اوردعا کرتے کہ "اے خدا اصل خیر صرف آخرت کی خبرہے۔ اے خدا تو مہاجرین اورانصار کے گروہوں کو معاف کر"۔ اس مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اوراس کے چھپڑبرگ خرما کے تھے۔ اس کا فرش کنکریوں کا تھا تاکہ بارش کے ایام میں کیچڑ نہ ہوجائے۔ اس کا قبلہ یروشلیم کی جانب رکھا گیا۔

مکان کی تعمیر

جب مسجدتعمیر ہوچکی تو مسجد کے ساتھ ہی آنحضرت کی ازدواج کے لئے مکان بنائے گئے اس وقت تک آنحضرت نے بی بی سودہ اوربی بی عائشہ سے نکاح کیا تھا۔ اس لے دو مکان بنے۔ جب

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۷۸

آنحضرت نے دیگر ازدواج سے نکاح کیا تو ان مکانوں کے ساتھ اورمکانات بھی بنتے گئے۔ یہ مکانات بھی کچی اینٹوں کے تھے۔ اوردس فٹ چوڑے اورپندرہ فوٹ لمبے اورآٹھ فٹ اونچے تھے اورمسجد کے متصل واقع تھے۔ ماہِ صفر میں مسجد اورمکان تیارہوگئے اورآپ نے اُن میں رہائش اختیارکی۔

حضرت کے اہلِ وعیال کا مدینہ آنا

حضرت نے زید کو عبداللہ بن ابوبکر کے ساتھ مکہ بھیجا تاکہ وہ آپ کی ازدواج کو اور صاحبزادیوں کو مدینہ لے آئیں آپ کی صاحبزادی زینب کو اس کے شوہر نے آنے نہ دیا۔ پس وہ صرف حضرت فاطمہ زہرا کو حضرت سودہ اورحضرت عائشہ کی معیت میں لے آئے۔

ماہِ شوال میں آنحضرت نے بی بی عائشہ کے ساتھ رسم عروسی ادا کی اس وقت حضرت عائشہ کی عمر نو(۹)سال کی تھی[۱]۔ (دیکھو ضمیمہ سوم)۔

اذان کی ابتدا

جب مسجد تیارہوگئی ۔ سوال یہ پیدا[۲] ہوا کہ نماز کے لئے لوگوں کو کس طرح اکٹھا کیاجائے ۔ لوگ عموماً نماز کے وقت اندازہ کرکے مسجد آجایا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھاکہ لوگ مختلف اوقات پر آگے پیچھے آتے اورنمازپڑھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت کو یہ بات بُری لگی پس آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا۔ کسی نے کہا نماز کے وقت مسجد پر جھنڈا کھڑاکردیا جائے جس کو دیکھ کرلوگ جمع ہوجائیں۔ کسی نے صلاح دی کہ نماز کے وقت آگ روشن کردیں۔ بعض نے کہا عیسائیوں کے ناقوس کی طرح گھنٹہ بنالو۔ بعض نے کہا نہیں بلکہ یہود کے سنکھ کی طرح ایک سنکھ بنالو۔ آخر حضرت عمر نے رائے دی کہ نماز کے اوقات پر لوگوں کو اذان دے کریکجا جمع کیا جائے۔ آنحضرت نے اس رائے کو پسند کیا اوربلال کو موذن کے عہد پر مقررکیا۔

---

[۱] تلخیص الصحاح جلد ششم صفحہ ۱۳۳وبخاری جلد صفحہ ۱۷۷

[۲] بخاری جلد اول صفحہ ۸۷

مہاجرین کی بےسروسامانی

مسلمانوں کے افلاس کا یہ عالم تھا کہ ایک بھوکا شخص آنحضرت کے پاس آیا[1]۔ آپ نے اپنی بیویوں کے پاس آدمی بھیجا تاکہ اس کے لئے کچھ کھانے کے لے آئے مگر انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس پانی کےسوا اورکچھ نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کون ہے جو اس کو اپنے ہمراہ لے جائے اوراس کی مہمانی کرے۔ پس انصار میں سے ایک شخص اس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اس کی بی بی نے اس کو کہا کہ ہمارے پاس سوا بچوں کے کھانے کے اورکچھ نہیں ہے انصاری نے کہا کہ وہی کھانا لے آؤ او ربچوں کو سلادو اور چراغ بجھادو۔ وہ کھانا مہمان کے آگے رکھا گیااوروہ دونوں اندھیرے میں اپنے منہ کو ہلاتے رہے تاکہ مہمان خیال کرے کہ وہ بھی اس کے ہمراہ کھا رہے ہیں لیکن وہ دونوں بھوکے سورہے۔ ان کی بابت یہ آیت نازل ہوئی "۔ وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں اورجو شخص اپنے حرص نفس سے بچایا گیا وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱٦۳

جب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ آئے توبالکل بے سروسامان تھے اورمدینہ کی ناموافق آب وہوا کی وجہ سے اکثر بیمار بھی رہتے تھے۔ اس پر مشرکین اوراہل یہود ان پرطعن کرتے اوران کا مضحکہ اڑاتے تھے ۔ آنحضرت کا اورآپ کے صحابہ کا یہ دستور تھاکہ مشرکین اوریہود کو معاف کرتے اورتکلیف کے وقت صبرکرتے تھے۔ پس قرآن میں آیا" تم ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب پہنچی اورمشرکوں کے ہاتھوں کے بہت تکلیف پاؤ گے۔ اگر تم صبر کو اور ڈرو تویہ بڑی ہمت والوں کا کام ہے"۔ پس آنحضرت ان کو معاف کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو اُن سے جنگ کرنے کا حکم ہوا[2]۔

رشتہ اُخوت

جو مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تھے وہ بالکل بے سروسامان تھے۔ آنحضرت نے ارادہ کیا کہ انصار اورمہاجرین میں رشتہ اُخوت قائم کردیا جائے ۔ جب مسجد کی تعمیر اختتام کے قریب پہنچی توآپ نے انصارکو طلب کیا اور کہا کہ تم خدا کی راہ میں مہاجرین کے بھائی بن جاؤ۔ انصارنے اس بات کو قبول کرلیا۔ اس پر آپ نے انصاراورمہاجرین میں سے ایک ایک کو بُلا ر کہاکہ" یہ اورتم

[2] تلخیص الصحاح جلد ششم صفحہ ۲۱۹

بھائی بھائی ہو"۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے کہ" جو لوگ ایمان لائے
اورہجرت کی اوراللہ کی راہ میں مال اورجان سے جہاد کیا اور وہ لوگ
جنہوں نے انکو پناہ دے کر مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں۔ وہ تم میں
داخل ہیں"(سورہ انفال آیت ۵)۔ چنانچہ آنحضرت نے علی بن ابی
طالب کو اپنا بھائی بنایا۔ حمزہ کو زید بن حارثہ کا بھائی بنایا۔ جعفر
طیار معاذ بن جبل کے بھائی بنے۔ ابوبکر خارجہ بن زید کے۔ سعید بن
زید عمر وابی بن کعب کے۔ عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن الربیع کے
بھائی بنے۔ اسی طرح قریباً چالیس مہاجرین اورانصارایک دوسرے کے
بھائی بن گئے۔ انصار مہاجرین کو اپنے اپنے گھروں میں لے گئے اورگھر کی
چیزوں کو آدھا آدھا کرکے بانٹ لیا۔ سعد بن الربیع دوبیویاں تھیں۔
اس نے عبدالرحمٰن بن عوف کو جو اس کا بھائی بنایا گیا تھا کہا" اے
بھائی میرے پاس دوبیویاں ہیں ان میں سے تم جس کو پسند کرو اس کو
میں طلاق دیدوں گا۔ تم اس کے ساتھ نکاح کرلو[1]۔ لیکن عبدالرحمٰن
نے شکریہ ادا کرکے انکار کردیا۔ یہ مواخات کا رشتہ ، حقیقی بن گیا۔
مہاجرین قریش کھجوروں وغیرہ کی بابت جن پر انصارِ مدینہ کا گذارہ
تھا کچھ نہیں جانتے تھے۔ پس وہ لکڑیاں کاٹ کاٹ کر اورکنوؤں میں سے

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۶۱

پانی نکال کر انصار کی مدد کرتے[2]۔ بعض مہاجرین اپنی پیٹھوں پر
مشکیں اٹھا اٹھا کرلے جاتے اورکھجوروں کے درختوں کو پانی دیتے۔
مہاجرین میں سے بعض نے دکانیں کھول لیں۔ ابوبکر بازار میں کپڑے
بیچا کرتے تھے ۔ عثمان بن عفان بنو قنیقہ سے کھجوریں خرید کر
منافعہ پر بیچ دیتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے دودھ کی دکان
کھول لی۔ عمر بازار میں سودا سلف خرید کر بیچا کرتے ۔ رشتہ
مواخات کی وجہ سے انصار اپنے نخلستان کی پیداوار کا نصف حصہ
مہاجرین کو دیدیتے۔ مابعد کے زمانہ میں جب بنو نفیر کی زمین اور
نخلستان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے توانصار نے یہ نخلستان
بھی مہاجرین کو دیدئیے۔ یہ مواخات کا رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن
گیا۔ اگر کوئی انصاری مرتا تو اس کی جائداد کا وارث اس کا مہاجر بھائی
ہوتا او رمتوفی کے اپنے رشتہ دار محروم رہ جاتے ۔ یہ حالت قریباً
ڈیڑھ سال تک زمانہ جنگ بدرتک رہی۔ اس کے بعد جب مہاجرین
کو مدد کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت اتری" رشتہ دار ایک دوسرے
کے زیادہ حقدار ہیں"(انفال آیت ۷۶)۔

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۶۲

اصحابِ صفہ

مسجد کے ایک سرے پر چبوترہ تھا جس پر چھت تھی اس جگہ بالعموم وہ مہاجرین رہتے تھے جن کے پاس رہنے کو مکانات نہیں تھے اوربالکل بے سروسامان تھے۔ ان میں سے ستر آدمی ایسے تھے جن کے پاس رواء تک نہ تھی۔ یا آزارتھی اوریا چادرجواپنے لگلے میں انہوں نے باندھ لی تھی۔ان چادروں میں سے کوئی تو آدھی پنڈلیوں تک پہنچتی تھی اورکوئی ٹخنوں تک پہنچ جاتی تھی اوروہ اُسے اپنے ہاتھ سے پکڑے رہتا کہ کہیں اس کا جسم کسی عورت کو دکھائی نہ دے[۱] بعض اوقات ان کی روزانہ خوراک ایک کھجوراورچند پتیاں ہوتیں۔ ابوہریرہ جواُن میں سے تھے کہتے ہیں کہ" قسم ہے اللہ کی بعض دفعہ میں بھوک کی وجہ سے زمین پر پیٹ لگا کر لیٹ جاتا تھا اوربعض دفعہ پیٹ سے پتھر باندھ لیتا تھا[۲]۔ مہاجرین اورانصاران لوگوں کو بعض اوقات اپنے گھر کھانا کھلانے کےلئے لے جاتے تھے۔ آنحضرت کوان لوگوں کا خاص خیال ہوتا۔ یہ لوگ قرآن پڑھتے حدیث سننے اورعبادت الہٰی میں اپنا وقت صرف کردیتے تھے۔ مابعد کے زمانہ میں آنحضرت انہی میں سے بعض کو دعوتِ اسلام کے لئے ضرورت کے وقت بھیج دیتے۔ چنانچہ معونہ کوانہی میں سے ستر اشخاص کو اسلام کی تعلیم کےلئے بھیجا گیا تھا۔

---

[۱] بخاری جلد اول صفحہ ٦٨

[۲] بخاری جلد سوم صفحہ ١٨٣

قریش کی دھمکیاں

آنحضرت کے ہجرت کے کرنے کے چھ ماہ بعد تک قریش مکہ نے آپ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ آپ کی سرگرمیوں نے قریش کو دس سال تک لگا تار حیران وپریشان کررکھا تھا۔ آپ کی ہجرت کی وجہ سے شہر میں امن اورسکون ہوا۔ لیکن قریش مکہ نے جب دیکھا کہ آنحضرت اطمینان سے مدینہ میں بیٹھے ہیں اوراشاعت اسلام ہورہی ہے اورلوگ جوق درجوق اسلام کے حلقہ بگوش ہورہے ہیں توانہوں نے عبداللہ بن اُبے سلول کوجو مدینہ کا سردار تھا اورمسلمان نہیں اس مضمون کا خط لکھاکہ" تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے۔ پس یا تو تم اس کو قتل کردو اوریااپنے شہر سے نکال دو۔ ورنہ اللہ کی قسم ہم سب جمع ہوکرتم پر حملہ آورہوں گے اورتم کو قتل کرکے تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے "۔ لیکن چونکہ اکثر انصارآنحضرت پر ایمان لاچکے تھے لہذا عبداللہ بن اُبے کچھ نہ کرسکا۔

انہی دنوں میں سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس کا سردار تھا عمرہ کرنے کےلئے مدینہ سے مکہ گیا اورآنحضرت کے دشمن امیہ بن حلف کے ہاں ٹھہرا۔ ابوجہل کو معلوم ہوا تو کہنے لگا" تم لوگوں نے اُن اشخاص کو پناہ دی ہے جو ہمارے دین سے مرتد ہوگئے ہیں۔ اگرتم امیہ ابن خلف کے ساتھ نہ ہوتے توکبھی زندہ واپس نہ جاتے"سعد نے جواب دیا کہ" اگرتم نے ہماری مزاحمت کی تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ روك دیں گے اور تم ملك شام کے ساتھ تجارت نہ کرسکوگے[1]۔

قریش کی ان دھمکیوں کی وجہ سے آنحضرت جب مدینہ میں آئے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔ اورصحابہ رات کو ہتھیارباندھ کر سوتے تھے۔ پس آنحضرت مدینہ میں آکر اپنی حفاظت کی تدابیر سوچنےلگے۔

یہود کے ساتھ معاہدہ

حفاظت کی خاطر پہلے آپ نے مدینہ کے یہود کے ساتھ معاہدہ کیا۔مدینہ میں صرف یہود اورانصار لیتے تھے۔ انصارتو اکثر مسلمان ہوگئے تھے اورجو دل سے مسلمان نہیں تھے وہ اسلام کا غلبہ دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ باقی رہے یہود۔ اُن کے تین قبائل یعنی بنو قینقاع، بنو نصیر، اورقریظہ، مدینہ اوراُس کے گردونواح میں آباد تھے۔ انہوں نے مضبوط برُج اورقلعے بنارکھے تھے۔ ان اسباب کو دیکھ کرآنحضرت نے ان سے معاہدہ کرلیا تاکہ مسلمانوں کے اوراہل کتاب کے تعلقات مضبوط ہوجائیں۔ معاہدہ کی ضروری شرائط یہ تھیں[2] مسلمان اوریہود اپنے اپنے مذہب کے فرائض کو اداکرنے کےلئے آزاد ہوں گے ۔ دونوں باہم دوستانہ سلوك روارکھیں گے اور دونوں فریقوں میں سے اگرکسی کو کسی دشمن سے جنگ درپیش ہوگی تو دوسرا فریق اس کا معاون اورمددگار ہوگا۔ بالخصوص اگرمدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق ایك دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ بالخصوص اگرمدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق کسی دشمن سے صلح کرے گا اورتو دوسرے فریق کو بھی وہ صلح منظورہوگی۔ لیکن مذہبی جنگ میں ایك فریق کی صلح دوسرے فریق کےلئے حجت نہ ہوگی۔

جب آنحضرت نے اہل کتاب یعنی یہود کے ساتھ رابطہ اتحاد قائم کیا ۔ تو مسلمانوں کو کہا کہ یہودیوں کے ہاں جو روایات ہیں ان

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۴۰

[2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۷۹

کے بیان کرنے میں کچھ ہرج نہیں ۔ بخاری میں ہے کہ" عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے کہاکہ پہنچاؤ مجھ سے اگرچہ ایک ہی آیت ہواورحدیث بیان کروبنی اسرائیل سے۔ اس میں کچھ ہرج نہیں ۔

عاشورے کے روزے

اسی سال عاشورے کے روزے مقرر ہوئے۔ ایک روز آنحضرت نے دیکھا کہ یہود روزہ دارہیں۔ آپ نے دریافت کیاکہ یہ کیسے روزہ رکھتے ہیں ۔ انہوں نے جواب دیاکہ آج کے دن بنی اسرائیل کو خدا نے موسیٰ کے ذریعہ سے نجات دی۔ آنحضرت نے کہا حضرت موسیٰ کی پیروی کےہم تم سے زیادہ حق دار ہیں پس ان روزے رکھنے کے ہم زیادہ حقدارہیں پس ان دن سے یہ روزے مقرر ہوئے[1] روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشورہ کے روزہ کو گذشتہ سال کی برائیوں کا کفارکردے[2]۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورے کا روزہ چھوڑدیا گیا۔

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۲۴۷

[2] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۹

جس کا جی چاہا اس نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ جس کا نہ چاہا اس نے نہ رکھا[3]۔

۲ ہجری

سلسلہ غزوات اورسُریا

جب آنحضرت نے اہلِ یہود سے معاہدہ کرلیا ۔ تب آپ نے اہلِ مکہ کی مخالفت کا زورتوڑنے کےلئے دیگر تدابیراختیارکیں۔ اوّل آپ نے قریش کی شامی تجارت کا راستہ بند کرنے کی تجاویز اختیار کیں۔ تاکہ قریش مکہ مجبورہوکر آپ سے صلح کرلیں۔ چنانچہ اسی سال سے آنحضرت کے غزوے اورسرُیہ شروع ہوتے ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں" غزوہ" اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت نے خود شرکت کی اورایسی جنگیں تعداد میں اُنیس ہیں[4]۔ اور" سریہ" اس مہم کا نام ہے جس میں آنحضرت خودشریک نہ ہوئے بلکہ کسی صحابی کو لشکر کا سردار مقرر کرکے جنگ کرنے کو بھیجا۔اس رسالہ میں ہم بخوف طوالت تمام غزوات اورمہمات کا

[3] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۸۷،صفحہ ۲۵۳

[4] بخاری جلد اول صفحہ ۱۰

مفصل ذکر نہیں کریں گے۔لہذا ہم صرف ان جنگوں کے بیان پر ہی اکتفا کریں گے جو مشہور ہیں۔ کتاب سے آخر ضمیمہ میں ہم نے جنگوں کی فہرست شامل کردی ہے۔

غزہ۔ عبیدہ اور سعد کے سرِیہ

حضرت نے حمزہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا۔ حمزہ کی ملاقات ساحل سمندر کے قریب ابوجہل کے ساتھ ہوئی۔ جس کے ساتھ تین سوسوار تھے۔ اسی طرح آپ نے عبیدہ بن حرث کو ساٹھ یا اسی مہاجرین کےساتھ روانہ کیا۔ اورسعد بن وقاص کو آٹھ مہاجرین کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ تینوں مہمیں بغیر جنگ کئے واپس مدینہ آگئیں۔

دوسری تدبیر جو آنحضرت نے قریش کی مخالفت کو توڑنے کے لئے اختیار کی یہ تھی کہ آپ نے مدینہ کے اردگرد کے قبائل کے ساتھ امن وامان کا معاہدہ کیا۔

غزوہ ابواء

ماہ صفر ۲ ہجری میں آنحضرت ساٹھ مہاجرین کے ہمراہ مقام وداں گئے جس کو ابواء بھی کہتے ہیں۔ آنحضرت کا یہ پہلا غزوہ ہے۔ لیکن قبیلہ بنی ضمرہ نے جن کا سردار مخشی بن عمروضمری تھا آپ سے صلح کرلی۔ معاہدہ کے الفاظ یہ تھے" یہ محمد رسول اللہ کی تحریری بنی ضمرہ کےلئے ہے۔ ان کا مال اورجان محفوظ ہوگا۔ ان کے دشمنوں اورحملہ آوروں کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائے گی۔ لیکن اگر یہ اللہ کے دین کے مقابلہ میں لڑیں گے تو ان کی مدد نہ کی جائے گی اورجب بنی ان کی مدد نہ جائے گی اورجب بنی ان کو مدد کے لئے بلائے گا تو وہ مدد کو پہنچیں گے"۔

غزوہ العشیرہ

اس سال کی جمادی الثانی میں آنحضرت نے دوسو مہاجرین کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا او رمقام عشیرہ گئے۔ یہاں آپ نے بنی مدج کے ساتھ جو بنی حمزہ کے حلیف تھے معاہدہ کیا۔ اس غزوہ میں بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

غزوہ سفوان

ابھی آنحضرت کو غزوہ عشیرہ سے واپس مدینہ آئے دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ زبن جابر فہری نے جو مکہ کے رؤسا میں سے تھا۔ ماہ جمادی الثانی میں نواح مدینہ میں آکر آنحضرت کے اونٹ لوٹ لئے۔ آپ اس کی تلاش میں وادی سفوان تک گئے لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔

اسی سال کے ماہ صفر کی بارھویں تاریخ جہاد کے جواز میں میں پہلی آیت نازل ہوئی اوروہ یہ ہے "اُن مسلمانوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے جہاد کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اُن پر ظلم ہوا ہے اوراللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قادر ہے"(سورہ حج آیت ۴) بعض کہتے ہیں کہ جہاد کے متعلق سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے " ان لوگوں سے تم خدا کی راہ میں جنگ کرو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کرو اور وہاں سے ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے ۔ (یعنی مکہ سے) سورہ بقرہ آیت ۱۸۶)۔

تبدیل کعبہ

اس سال ماہِ شعبان میں قبلہ کا رخ بدل دیا گیا۔ جب تک آنحضرت مکہ میں رہے آپ بیت المقدس یروشلیم کی طرف رخ کرکے نمازپڑھتے تھے۔ آپ نے مدینہ میں آکر بھی سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف ہی رخ کرکے نماز پڑھی[۱]۔ ماہ شعبان میں پیر کے روز جب آنحضرت ظہر کی نماز ادا کررہے تھے تو آپ نے دفعتہً بیت المقدس کا رخ چھوڑکر کعبہ کی طرف منہ کرلیا۔ اس پر اُن لوگوں نے بھی جو آنحضرت کے پیچھے نمازپڑھ رہے تھے اپنا منہ کعبہ کی طرف موڑلیا اُن لوگوں میں سے جنہوں نے آپ کے ہمراہ کعبہ کی طرف منہ موڑلیا تھا ایک مسجد قبا کی طرف گیا۔ وہاں اُس نے دیکھاکہ لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازپڑھتے ہیں تو اُس نے ان کو قبلہ کی تبدیلی کا پتہ دیا۔ تب قبا کے نمازیوں نے بھی اپنا رخ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف موڑلیا۔ قرآن میں اس واقعہ کا یوں ذکر ہے " تو اپنا منہ مسجد الحرام (کعبہ) کی طرف پھیر دے اور جہاں کہیں ہو اُسی طرف منہ پھیرو(سورہ بقرہ آیت ۱۳۹، ۱۴۵)۔

قبلہ کے بدلنے پر اہل یہود آنحضرت سے ناراض ہوگئے اور کہنے لگے " چونکہ محمد ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے لہذا اس نے اپنا قبلہ بدل دیا ہے" یہود آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے" اے محمد تم جس قبلہ پر پہلے تھے اس سے کیوں پھرگئے حالانکہ تم کہتے ہو کہ میں ملتِ ابراہیمی پر ہوں"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی " جاہل کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قدیم قبلہ (یعنی بیت المقدس یروشلیم) سے پھیر دیا تو کہہ مشرق اورمغرب خدا ہی کے واسطے ہے۔ جس کو چاہتا ہے اس کی ہدایت سیدھے رستے کی طرف کرتا ہے"(سورہ بقرہ آیت ۱۳۶)۔

---

[۱] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۷۷

قبلہ کے بدلنے سے ضعیف الایمان مسلمانوں میں بے چینی شروع ہوگئی ۔ ان کے لئے ذیل کی آیات نازل ہوئیں" ۔ تیراہ جو پہلے قبلہ تھا (یعنی کعبہ) اس کو ہم نے پھر قبلہ کردیا تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ رسول کا تابع کون ہے اورکون پیچھے پھر جانے والا ہے اور یہ قبلہ گراں اورناگوارمعلوم ہوتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو خدا نے ہدایت دی ہے۔ پورب یا پچھم رخ کرنا کوئی ثواب کی بات نہیں۔ ثواب کی بات یہ ہے کہ انسان خدا اور قیامت پر اور فرشتوں پر اورکتب سماوی پر اورنبیوں پر ایمان لائے اوراللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو یتیموں کو مسکینوں اور مسافروں کو اورسائیلوں کو اورغلاموں کو اپنا مال دے" (سورہ بقرآیت ١٣٦ تا ١٤٧، ١٧٢)۔

جب مسجد نبوی تعمیرہوئی تھی تو اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا گیا تھا۔ لیکن جب قبلہ بدل گیا تو شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کردیا گیا اورقبلہ کا رخ کعبہ کی طرف ہوگیا۔

رمضان المبارک کے روزے

اس سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوگئے۔

عبد اللہ بن حجش کا سرُیہ

ماہ رجب میں آنحضرت نے عبداللہ بن حجش کو بارہ مہاجرین کے ساتھ نخلہ کی جانب روانہ کیا جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ آپ نے عبداللہ کو ایک خط دے کر کہا کہ دو منزل راہ طے کرکے اس خط کو کھولنا۔ جب عبداللہ نے خط کو کھولا تو اس میں یہ لکھا پایا" مقام نخلہ میں جاؤ اوروہاں قریش کے قافلہ کا انتظار کرواوران کے حالات کا پتہ لگا کر ہم کو خبردو" جب وہ نخلہ پہنچے تو قریش کا ایک قافلہ اُن کے سامنے نکلا جو کشمس اورچمڑا لے کر شام سے آرہا تھا۔ عمربن حضری اس قفالہ کے ہمراہ تھا ۔ چونکہ یہ مہینہ رجب کا تھا جس میں جنگ کرنا حرام تھا کفار مطمین ہوکر سفر کررہے تھے ۔ لیکن عبداللہ نے ان پر حملہ کردیا اورعمروبن حضری مارا گیا اوردو شخص قید ہوئے اورمالِ غنیمت ہاتھ آیا جس میں سے عبداللہ نے پانچواں حصہ آنحضرت کے لئے الگ کردیا۔ جب عبداللہ مدینہ آیا تو آنحضرت اس سے بہت ناراض ہوئے اورکہا" میں نے تم کو یہ اجازت نہیں دی تھی کہ تم حرام مہینہ میں جنگ کرو" آپ نے مالِ غنیمت کا خمس قبول کرنے سے بھی انکارکردیا۔ دیگر مسلمان بھی عبداللہ کے فعل کو بُری نظر سے دیکھتے تھے کیونکہ قریش

کہتے تھے کہ محمد نے حرام مہینے کو بھی حلا ل کرلیا ہے۔ جب اس واقعہ کے سبب لوگوں میں بہت قیل وقال ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی "اے (محمد) تجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ حرام مہینہ میں لڑنا کیسا ہے کہہ حرام مہینہ میں لڑنا بہت گناہ ہے لیکن لوگوں کو خدا کی راہ سے روکنا اور مسجد حرام میں نہ جانے دینااورمسلمانوں کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بہت بڑا گناہ ہے اور فتنہ برپا کردینا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ یہ مشرکین تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور پائیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیردیں گے" (سورہ بقرہ آیت ۲۱۴)۔ اس آیت کے نازل ہونے پر بے چینی اور تردد رفع ہوا اورآنحضرت نے خمس قبول کرلیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑدیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ حجش کی رائے کے مطابق مالِ غنیمت کا فیصلہ فرمایا یعنی مالِ غنیمت کے پانچ حصہ کرکے چار حصے مجاہدین کے مقررکئے اورپانچواں حصہ خدا اوررسول کا مقررہوا (سورہ انفال آیت ۴۲)۔

اس سُریہ میں عمروبن حضری مو مقتول ہوا اوردو شخص جو گرفتارہوئے معززلوگ تھے۔ عمروکا باپ حربن اُمیہ کا حلیف تھا جو قریش کا رئیس اعظم تھا۔ جوگرفتارہوئے وہ مغیرہ کے پوتے تھے جو حرب کے بعد دوسرے درجہ کا رئیس تھا۔ پس اس واقعہ نے تمام قریش میں آگ لگادی۔ علامہ طبری کہتے ہیں کہ جنگ بدراور تمام دیگر لڑائیوں کا جو قریش سے درپیش ہوئیں اصلی سبب یہی ہے کہ واقد بن عبداللہ سہمی نے عمروبن حضری کو قتل کردیا تھا۔

جنگ بدر

عمر وبن حضری کے قتل کے واقعہ سے پہلے قریش کا ایک بہت بڑا قافلہ ابوسفیان کے ماتحت تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا تھا۔ اس سال قریش کا مال تجارت بہت کثیر تھا اورتیس آدمی قافلہ کے ساتھ تھے۔ ابھی یہ قافلہ شام سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ عمر وبن حضری کے قتل کا واقعہ پیش آگیا۔

ابھی ابوسفیان ملک شام ہی میں تھا کہ اس کو یہ خبر ملی کہ جس طرح مسلمانوں نے نخلہ پر قریش کے قافلہ کو لوٹ لیا ہے اسی طرح وہ اس کے قافلہ کو بھی لوٹ لیں گے ۔ پس اُس نے ایک آدمی کو مکہ بھیجا تاکہ قریش کواس امر کی اطلاع دے۔ اس خبر نے قریش اور گردونواح کے قبائل میں آگ لگادی کیونکہ ایک تو وہ عمر وبن حضری کے قتل کی وجہ سے جلے بھُنے تھے اس پرقریش اور دیگر قبائل کا مال

کثیر ابوسفیان کے قافلہ کے ساتھ تھا پس اس خبر سے ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی اوروہ جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔

ادھر مدینہ میں آنحضرت کو خبر ملی کہ شام کی جانب سے ابوسفیان کا قافلہ آرہا ہے اورمکہ کی جانب سے قریش اوردیگر قبائل قافلہ کی حمایت کی خاطر مکہ سے خروج کررہے ہیں ۔ پس آپ نے مہاجرین اورانصار کوطلب کرکے قافلہ کی آمد اورقریش کےکوچ کی خبریں دیں اوران کا عندیہ دریافت کریا۔ابوبکر اورعمر بن خطاب وغیرہ نے جان نثارانہ تقریریں کیں لیکن حضرت انصار کی جانب دیکھتے تھے۔کیونکہ انصار نے عقبہ کی بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھاکہ اگرد شمن مدینہ پر حملہ آورہوں تب انصارآنحضرت کی جان کی حفاظت کریں گے۔ آپ کو یہ اندیشہ تھاکہ انصار شائد اس وقت جب قریش مدینہ پرحملہ آورنہیں ہوئے۔آپ کا ساتھ نہ دیں گے ۔ اس پر سعد بن عبادہ جو قبیلہ خرزُج کا سردارتھا کھڑا ہوا اور پوچھا" یا رسول اللہ کیاآپ ہم کو مخاطب کرتے ہیں"۔آپ نے جواب دیاں" ہاں" اس پر سعد نے کہا"یا رسول اللہ ہم آپ پرایمان لائے ہیں اورہم نے آپ کی تصدیق کی ہے ہم نے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا ہے۔ جس طرف آپ کی مرضی ہو ہم کو لے چلیں۔ اللہ کی قسم اگرآپ ہم کو سمندرمیں گرنے کا حکم دیں تو ہم ضرور اس میں آپ کے ساتھ کود پڑیں گے"[1]۔ آنحضرت یہ سن کر خوش ہوگئے اورکہا " خوش ہوکیونکہ خدا نے مجھ سے ان دونوں طائفوں (یعنی ابوسفیان کے قافلہ اورقریش کے لشکر) میں سے ایک طائفہ کا وعدہ کیا ہے"۔ چنانچہ اس واقعہ کی نسبت قرآن میں وارد ہے"۔ جس طرح اے پیغمبر تیرا خدا تجھ کو حق پر تیرے گھر سے نکال لایاحالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا۔ وہ تجھ سے حق ظاہر ہوئے پیچھے بھی جھگڑتا ہے گویاکہ وہ موت کی طرف ہانکے ہمارے ہیں اورموت ان کے سامنے کھڑی ہے اورجب خدا تم سے دو جماعتوں (قریش کے قافلہ اورقریش کی فوج) میں سے ایک کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمہارے قبضہ میں آئے گی۔تم چاہتے ہو کہ بے خرشہ والا گروہ تم کو مل جائے (یعنی قافلہ) اورخدا یہ چاہتا ہے کہ حق کواپنے حکم سے ثابت کرے اورکافروں کی جڑ کاٹ دے اگرچہ گنہگاراس سے رنجیدہ ہوں"(انفال آیت ۵تا ۸)۔

غرض ۱۲ رمضان ۲ ہجری کوآپ (۳۱۹) اشخاص کے ہمراہ جن میں ستر مہاجرین اورباقی انصارتھے مدینہ سے نکلے ۔ آپ کے

---

[1] بخاری جلد سوم صفحہ ۳۳

ساتھ دوسو سوار اور ستر اونٹ تھے۔ اُدھر قریش مکہ سے بڑے سروسامان کے ساتھ نکلے۔ اُن کے ساتھ ہزار آدمی تھے اور سو سواروں کا رسالہ تھا۔ قریش کے رؤسا کے تمام اس لشکر میں تھے اور عتبہ بن ربعیہ لشکر کا سپہ سالار تھا۔ انہی کی بابت قرآن میں ہے کہ وہ اپنے گھروں سے اتراتے اور شان دکھلاتے بڑے غرور اور تمکنت کے ساتھ نکلے تھے اور اللہ کی راہ روکتے تھے (انفال آیت ۴۹)۔

جب آنحضرت کا لشکر بدر کے قریب پہنچا تو انصار میں سے دو اشخاص اونٹوں پر سوار ہوکر بدر کے کنوئیں پر پانی بھرنے اور ابوسفیان کے قافلہ اور قریش کے لشکر کی خبر لینے گئے جب وہ چلے گئے تو ابوسفیان کا قافلہ بھی اس کنوئیں پر آپہنچا۔ جب ابوسفیان نے وہاں اونٹوں کی مینگنیاں دیکھیں تو اس نے ان کو کُریدا۔ ان میں سے کھجور کی گٹھلی نکلی۔ اس پر ابوسفیان نے کہا۔ یہ تو مدینہ کے اونٹوں کا چارہ ہے ضرور یہ شتر سوار مدینہ ہی کے تھے۔ فوراً ابوسفیان قافلہ کے لے کر بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑ ساحل کی طرف نہایت سرُعت سے نکل گیا اور یوں مسلمانوں کی زد سے بچ گیا۔

قریش کو بدر کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ صحیح سلامت نکل گیا ہے۔ اس پر قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا " اب لڑنے کی کیا ضرورت ہے"۔ لیکن ابوجہل واپس مکہ جانے پر رضامند نہ ہوا۔ اس پر زہرہ اور عدی کے قبیلوں کے لوگ واپس چلے گئے۔

حکیم بن حزام (بی بی خدیجہ کا بھتیجا) جو مسلمان نہیں تھا۔ قریش کے سر لشکر عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا اور کہا" آپ قریش کے رئیس اور لشکر کے سردار ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو آج کے دن کی وجہ سے آپ ہمیشہ تک نیک نام رہ سکتے ہیں۔ یہ عتبہ کے استفسار پر حکیم نے کہا کہ" قافلہ بچ کر نکل گیا ہے۔ باقی رہا عمروبن حضری کے قتل کا انتقام ۔ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اس کا خون بہا ادا کردیں اور اعلان کردیں کہ آپ نے اس کا خون بہا اپنے ذمہ لے لیا ہے اور اس کا جس قدر مال مسلمانوں نے لوٹا ہے وہ بھی ادا کردیں گے۔ اس طرح یہ جنگ نہ ہوگی اور آپ کی نیک نامی کی ابدی یادگار رہ جائیگی"۔ عتبہ نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کرلیا اور حکیم سے کہا" تم جاکر ابوجہل کو اس امر پر راضی کرلو کیونکہ اس کی رضا مندی کے بغیر لوگ واپس جانے پر خوش نہ ہوں گے" جب حکیم ابوجہل کے پاس گیا تو وہ اپنے ہتھیار درست کررہا تھا۔ حکیم کی تجویز سن کر اُس نے خیال کیا کہ چونکہ عتبہ کا فرزند ابوحذیفہ اس جنگ میں محمد کے ساتھ ہے لہذا

عتبہ لڑائی سے جی چراتا ہے یہ خیال کرکے اس نے جواب دیا" محمد کو دیکھ کر عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا ہے ۔ اللہ کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے ۔ جب تک اللہ ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ نہ کرے"۔ پھر ابوجہل نے عمرو بن حضرمی مقتول کے بھائی عامر کو بلا کر کہا" تو جاکر اپنے بھائی کے خون کی فریاد کر"۔ عامر نے عرب کے دستور کے مطابق اپنا گریبان پھاڑا اور گرد اڑا کر واعمرہ واعمرہ کے نعرے مارے اور قریش میں لڑائی کی آگ شعلہ زن ہوگئی۔

چونکہ قریش میدان جنگ میں پہلے پہنچ گئے تھے انہوں نے اچھے موقعوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا اور زمین بڑی ریتلی تھی۔ اس پر خزرج کے علم بردار حباب بن منذر نے عرض کی" یا رسول اللہ آپ نے اس جگہ حکم الہیٰ سے قیام کیا ہے یا جنگی مصلحت کے لحاظ سے"آپ نے جواب دیاکہ " جنگی مصلحت کے لحاظ سے"۔ حباب نے کہا" یا رسول اللہ جنگی مصلحت کے لحاظ سے یہ مقام درست نہیں ۔ آپ کے آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کرلیں تو بہتر ہوگا"۔آنحضرت نے اس صلاح پر عمل کیا۔ حُسن اتفاق سے زور کی بارش بھی ہوگئی جس سے ریت اورگرد جم گئی اورمسلمانوں نے پانی جا بجا روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنالئے تاکہ وضو اورغسل کے کام آئیں۔ کفار کے لشکر میں بارش سے کیچڑ ہوگیا۔ اسی بارش کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ" اللہ نے آسمان سے زورکا پانی برسایا تاکہ تم کو پاک کرے اورشیطان کی ناپاکی تم سے دورکرے اورتمہارے دلوں پر گرہ لگائے اورتمہارے قدم ثابت کرے"(انفال آیت ۱۱)۔

صبح کے وقت حضرت نے صف آرائی کی۔ ایک طرف قریش کا لشکر تھا دوسری طرف مسلمانوں کا جن پر قریش نے طرح طرح کے ظلم ڈھائے تھے حتیٰ کہ اُن کو اپنے دین اورایمان کی خاطر اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا تھا۔ رشتہ دارایک دوسرے مقابل تھے۔ اگرایک طرف باپ تھا تو دوسری طرف بیٹھا تھا ۔ چچا زاد اورخالہ زاد بھائی ایک دوسرے کی جان کے پیاسے تھے لیکن ایک طرف بُت پرست تھے اوردوسری طرف خدائے واحد کے پرستار۔ قرآن میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے"۔ جو فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ لڑیں ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک فوج خدا کی راہ میں لڑرہی تھی اوردوسری فوج کافروں کی تھی" (سورہ آل عمران آیت ۱۱)۔

لشکر کے پیچھے ایک چھپر کے سائبان کے نیچے آنحضرت دعا میں مصروف تھے ۔ آپ پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔آپ

اپنے خدا سے کہہ رہے تھے[۱]۔ اے پروردگار اگر کافر فتحمند ہوگئے تو شرک پھیل جائے گا ۔ اگر مسلمانوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر تیری پرستش کون کرے گا۔ یا اللہ جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے۔ الہیٰ یہ بھوکے ہیں ان کا پیٹ بھردے۔ الہیٰ یہ ننگے ہیں ان کو کپڑا پہنا۔ یہ ننگے پاؤں ہیں ان کو سواری دے۔ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے ۔ اے سب کے تھامنے والے میں تیری رحمت سے فریاد چاہتا ہوں[۲]۔ حضرت ابوبکر پاس بیٹھے تسلی دیتے تھے کہ " یا رسول اللہ خدا جو وعدہ آپ سے کیا ہے وہ اس کو ضرورپورا کرے گا۔ آپ باربارسجدہ میں جاتے اورخدا سے فتح کے لئے دعا کرتے۔ آخر آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکلا"۔ فوج کو شکست دی جائے گی اورپیٹھ پھیر کربھاگیں گے" (سورہ قمر آیت ۴۵)۔

جنگ کے آغاز میں قریش کا سپہ سالار عتبہ معہ اپنے بھائی شیبہ اوربیٹے ولید کے صفوں سے نکلا کیونکہ ابوجہل کے جگر خراش طعنہ نے اس کو سخت برہم کردیا تھا۔ آنحضرت نے ان کے مقابل انصار کو بھیجا لیکن انہوں نے پکارکر کہا " اے محمد یہ لوگ ہماری جوڑ کے نہیں ہمارے مقابلہ میں ہماری قوم کے لوگ بھیج۔ اس پر آنحضرت نے مہاجرین کو بھیجا۔ پس حضرت حمزہ نے عتبہ کو اور حضرت علی نے ولید کو قتل کیا۔ حضرت عبیدہ کو شبیہ نے زخمی کردیا اس پر حضرت علی نے شبیہ کو قتل کردیا۔ اب عام حملہ شروع ہوگیا ۔ ابوجہل دشمن اسلام تھا۔ پس معوذ اورمعاذ جو بھائی تھے اس کے قتل کو نکلے اوراس کو گھیر کر زمین پر گرادیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آکر معاذ کے بائیں شانہ پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ معاذ کا بازو کٹ گیا لیکن جسم کے ساتھ لٹکتا رہا۔ معاذ نے اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھا ایسا کھینچا کہ بازو بدن سے بالکل ہوگیا اور وہ اُسی حالت میں لڑتا رہا۔ معاذ کے بھائی معوذ نے ابوجہل کو کاری زخم لگایا۔ عبداللہ بن مسعود نے دیکھا کہ وہ زخمی پڑا دم توڑرہا ہے۔ ابوجہل نے کسی زمانہ میں عبداللہ کو تھپڑ مارا تھا اب اس کے انتظام میں عبداللہ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا تو ابوجہل نے کہا" اے بکری کے چرانے والے کسان۔ دیکھ تو کہاں اپنا پاؤں رکھتا ہے"۔ اس پر عبداللہ نے اس کا سر کاٹ لیا اورآنحضرت کے قدموں میں لاکر رکھ دیا[۳]۔

---

[۱] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۷۹

[۲] ایضاً صفحہ ۲۸۰، بخاری جلد دوم صفحہ ۱۹۷

[۳] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۷۲

جب گھمسان کی لڑائی ہورہی تھی تو حضرت نے ایک مٹھی بھرکر سنگریزے اٹھائے اوراُن کو قریش کی جانب پھینکا۔ سورہ انفال میں اسی بات کا ذکر ہے " تونے (اے محمد) ان کو نہیں مارا بلکہ اللہ نے مارا اورجب تونے مٹھی خاک کی پھینکی تھی تو تونے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور وہ مومنین پر اپنی طرف سے خوب احسان کیا چاہتا تھا" (آیت ۱۷)۔ اُس وقت بڑے زورکا حملہ کیا گیا۔ آنحضرت نعمائے بہشت کی ترغیب دے کر حملہ آوروں کے دل بڑھاتے تھے اوروہ میدان کا رزار میں دادِ شجاعت دیتے تھے۔

عتبہ اور ابوجہل کے مارے جانے سے قریش کی فوج کا دل ٹوٹ گیا۔ اس جنگ میں قریش کے متعدد رؤسا کام آئے اورآنحضرت کے بہت جان لیوا مارے گئے[1]۔ نوفل بن خویلد جس نے ابوبکر اور طلحہ کو اسلام قبول کرنے پر رسی سے باندھا تھا اس جنگ میں مقتول ہوا ۔آنحضرت کا دشمن امیہ بن خلف بھی قتل کیا گیا۔ جب قریش نے دیکھا کہ ان کے سردار قتل ہوگئے ہیں تو انہوں نے جی چھوڑدیا اورمسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کردیا۔ اسیرانِ جنگ میں سے آنحضرت کے چچا عباس اورعلی کے بھائی عقیل اور آنحضرت کی صاحبزادی زینب کے خاوند ابوالعاص بھی تھے۔ ان قیدیوں میں نضر بن حارث بھی تھا جو مکہ میں آنحضرت کا بڑا دشمن تھا اورقرآن کو اگلے زمانے کے لوگوں کے قصے کہا کرتا تھا آنحضرت کے حکم سے علی نے اس کا سرتن سے جُدا کردیا۔ عقبہ بن ابی معیط جس نے آنحضرت کی گردن پر نماز کی حالت میں اونٹ کی اوجھ مع نجاست ڈال دی تھی اسیروں میں سے تھا۔ اس کو قتل کردیا گیا۔

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چھ مہاجر اورآٹھ انصار یعنی کل چودہ شخص کام آئے ۔ لیکن قریش کے مقتولین کی تعداد ستر تھی۔ اورقیدیوں کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ قریش میں جتنے بہادراورناموراشخاص تھے ایک ایک کرکے مارے گئے ۔ مسلمانوں کی تین سو کی پیدل فوج نے قریش کے ایک ہزار کو جس میں سو سوار تھے شکستِ فاش دی۔ مورخین کہتے ہیں کہ اس جنگ میں خدا نے ہزار فرشتے بھیج کر مسلمانوں کی مدد کی چنانچہ قرآن میں ہے" یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کررہے تھے اس نے تمہاری سنی اورکہا میں تمہاری ہزارفرشتوں سے مدد کروں گا۔ خدا نے یہ صرف مسلمانوں کی خوشی اوراطمینانِ قلب

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۹۱

کے لئے کہا اور فتح تو صرف خُدا کے پاس ہے اور یقیناً خُدا غالب اور دانا ہے" (انفال آیت ۹)۔

قریش کے مقتولین

آنحضرت نے سب مقتولوں کی لاشوں کو ایک گندے کنوئیں میں ڈال دیا[۱]۔ لیکن جب اُمیہ کی لاش اٹھانے لگے تو وہ پھول گئی تھی اوراس کا گوشت گرنے لگا پس وہ اسی جگہ خاک میں دبادی گئی۔

فتح کے بعد آنحضرت نے زید بن حارثہ کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ فتح کی خبر پہنچائے۔ اُس وقت وہاں مسلمان آنحضرت کی صاحبزادی بی بی رقیہ کو جو حضرت عثمان کی بیوی تھیں۔ دفن کررہے تھے ۔ اُن کی بیماری کی وجہ سے آنحضرت کے حکم کے مطابق حضرت عثمان جنگ بدرمیں شریک نہ ہوئے تھے۔

قریش کے اسیرانِ جنگ

جب آنحضرت مدینہ آئے تو آپ نے اسیرانِ جنگ کو اصحاب میں تقسیم کردیا اورحکم دیاکہ اُن کو تکلیف یا گزند نہ پہنچے اوراُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اس حکم کے مطابق اصحاب

[۱] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۸۰

کھجوروں پر گزارہ کرتے لیکن قیدیوں کو روٹی کھلاتے تھے ان قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے چنانچہ آنحضرت نے سب کپڑے دلوائے۔

ان قیدیوں کے بارہ میں آنحضرت کو جنابِ باری سے تنبیہ ہوئی۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی " نبی کےلئے یہ مناسب نہ تھا کہ بغیراچھی طرح خونریزی کرنے کے لوگوں کو قیدی بنائے۔ تم دنیا کی دولت چاہتے ہو(کہ اگر قیدی ہاتھ آئیں گے تو اُن کا زرِفدیہ ملے گا) اورخداآخرت چاہتا ہے خدا دانا اورتوانا ہے اگرخدا کی تقدیر پہلے نہ ہوچکی ہوتی توتم نے جو قیدیوں سے لے لیا ہے اس پر تم کو دردناک عذاب پہنچتا" (انفال آیت ٦٨)۔

بہر حال اسیرانِ جنگ سے چارچارہزاردرہم (تقریباً بیس ہزار روپیہ لیا گیا ۔ جو لوگ حضرت عباس کی طرح امیر تھے ان سے زیادہ رقم وصول کی گئی اورجو غریب تھے ان کو مفت چھوڑدیا گیا۔ ان میں سے جو لکھے پڑھتے تھے ان کو حکم ہواکہ جب وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھلادیں گے تو وہ رہا کردئیے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت (جنہوں نے بعد کے زمانہ میں موجودہ قرآن جمع کیا تھا) نے اسی طرح لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔آنحضرت کے داماد ابوالعاص نے (جس نے ہجرت کے وقت

حضرت کی صاحبزادی بی بی زینب کو جو اس کی زوجہ تھیں زید بن حارثہ کے ساتھ مدینہ بھیجنے سے انکار کیا تھا) اپنی بیوی کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دو۔ بی بی زینب نے ایک قیمتی ہار(جو اُن کی والدہ بی بی خدیجہ نے جہیز کے موقعہ پر اُن کو دیا تھا) فدیہ کے لئے بھیجا ۔ جب آنحضرت نے اس ہار کو دیکھا تو پچیس برس کے واقعہ کا سماں ان کی آنکھوں کے سامنے بندھ گیا اورآپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے اورصحابہ سے کہا اگر تمہاری مرضی ہوتو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کردو[1] ۔ پس ابوالعاص معہ اس ہار کے رخصت کردیا گیا لیکن اس سے یہ عہد لیا گیا کہ وہ بی بی زینب کو مدینہ بھیج دیگا۔ زید بن حارثہ بی بی زینب کو لینے کے لئے گئے۔ جب بی بی زینب مکہ سے مدینہ جانے کو نکلیں تو ہبار بن اسود اورایک اور شخص مزاحم ہوئے۔ ہبار نے اپنے نیزہ سے بی بی زینب کو ڈرایا جس کے خوف سے ان کا حمل ساقطہ ہوگیا[2] ۔ بلا آخر بی بی زینب مدینہ آنحضرت کے پاس پہنچ گئیں۔ جب آپ نے حالات پر آگاہی پائی تو حکم دیا کہ اگر تم ان دو شخصوں میں سے کسی کو پکڑو تو اُن کو آگ میں جلادینا۔ جب اگلی صبح ہوئی تو آپ نے کہلوا بھیجا کہ میں نے جو تم کو حکم دیا تھا کہ آگ میں جلادینا ایسا ہرگز نہ کرنا کیونکہ آگ سے تو صرف اللہ ہی عذاب کرتا ہے۔ اگر تم ان کو گرفتار کرو تو ان کو قتل کر ڈالنا[3] ۔

مالِ غنیمت

جو مالِ غنیمت بدر کی لڑائی میں ہاتھ آیا اس کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف برپا ہوگیا۔ جن لوگوں نے مالِ غنیمت کو جمع کیا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مالِ ہمارا ہے کیونکہ ہم نے لوٹا ہے۔ جو لوگ کفار سے لڑے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ مال ہمارا ہے کیونکہ اگر ہم کفار کو جنگ میں مشغول نہ رکھتے توتم کو لوٹنے کا موقع نہ ملتا ۔ اس اختلاف کو مٹانے کےلئے خدا نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے متعلق یہ آیت نازل کی" تم کومعلوم ہوکہ مالِ غنیمت میں جو چیز تمہارے ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ خدا کے لئے اوراس کے رسول کے لئے اوراہل قرابت کے لئے اوریتیموں کے لئے اورمسکینوں کے لئے اورمسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ پر اوراس چیز پر ایمان لائے ہوجو ہم نے اپنے بندے (محمد) پر نازل کی اس دن جب حق اورباطل

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۴۹

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۳۹

[3] ابن ہشام صفحہ ۲۴۷

میں جدائی ہوئی اورحق غالب ہوا جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں اورخدا ہر چیزپر قدرت رکھتا ہے "(انفال آیت ۴۲)۔ اس حکم کے مطابق آنحضرت نے چار حصوں کو بحصہ مساوی مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔

واقعہ بدر کی اہمیت

جنگِ بدر تاریخ اسلام میں ایک نہایت اہم واقعہ ہے ۔ اسلئے ہم نے کسی قدرتفصیل کے ساتھ اس کو لکھا ہے۔ قرآن کی سورہ انفال میں اس جنگ کی تفصیل موجود ہے۔ قرآن میں بدر کے دن کو" یوم الفرقان" کہا ہے(انفال آیت ۴۲)۔ اللہ تعالیٰ نے اُن تمام مجاہدین کے گناہ معاف کردئیے جواس جنگ میں شریک تھے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ " بدری" کہنا طغرہ امتیاز ہوگیا۔ یہ فیصلہ کن معرکہ اسلام کی ترقی کا پہلا زینہ تھا۔ آنحضرت کے سخت ترین دشمن ہلاک ہوگئے اورآنحضرت کی طاقت اوراسلام کی رونق بڑھ گئی ۔ جو لوگ اب تک حالت کفریا تذبذب میں تھے اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ مثلاً مدینہ میں عبداللہ بن اُبے بن سلول (جس کو جنگِ بدر سے پہلے قریش نے خط لکھا تھا کہ محمد کو نکال دو) اب بظاہر دائرہ اسلام میں آگیا گو تمام عمر منافق رہا۔ قبائل عرب اس جنگ کی وجہ سے سہم گئے لیکن اہل یہود کی آتش بغض وعداوت بھڑک اٹھی ۔ انہوں نے اپنے معاہدہ کو توڑدیا اورآنحضرت نے یہودی قبیلہ بن قینقاع سے اسی سال لڑائی کی جس کا مفصل ذکر بعد میں آئے گا۔ اس لڑائی میں آنحضرت اہلِ یہود پر غالب آئے اورآپ کی طاقت عرب میں روز بروزبڑھتی گئی۔

اہلِ مکہ پر شکست کا اثر

بدر کی شکست اورمقتولین کی خبرسن کرمکہ ماتم کدہ بن گیا[1] گھر گھر میں ماتم تھا لیکن کسی شخص کو علانیہ نوحہ اورزاری کرنے کی اجازت نہ تھی تاکہ اُن کے رونے اورماتم کی خبر سن کر اہل مدینہ خوشی نہ منائیں ۔ لیکن ہر ایک کا دل بھرا پڑا تھا۔ جنگِ بدرمیں اسود کے تین بیٹے مارے گئے اوروہ اپنے بیٹوں پر ماتم کرنا چاہتا تھا۔ ایک رات کسی طرف سے رونے کی آوازاس کے کان میں پڑی۔ اپنے غلام کو بلا کر کہا دیکھ تو۔ کیوں روتا ہے کیا قریش نے رونے کی اجازت دیدی ہے۔ میرے سینہ میں آگ لگ ہوئی ہے۔ غلام نے آکر خبردی کہ ایک عورت اپنے اونٹ کے لئے جو کھوگیا ہے رورہی ہے ۔ اسود بے اختیار کہنے لگا" تو اونٹ گم ہونے پرکیوں روتی ہے اوررات کو نہیں

---

[1]

سوتی۔ تو اونٹ پر مت رو بلکہ بدر پر روجہاں قسمت نے پلٹا کھایا اگر تجھ کو رونا ہی ہے تو میرے بیٹے عقیل پر حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا"۔

غزوہ سوئق

اب مکہ میں ابوسفیان قریش کا رئیس اعظم تھا۔ اس نے مکہ پہنچ کر قسم کھائی کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہ لونگا نہ سر میں تیل ڈالوں گا اور نہ غسل جنابت کروں گا۔ پس اپنی قسم پوری کرنے کی خاطر دو سو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اورمدینہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام کیا۔ رات کو ابوسفیان مدینہ کے اندر جاکر یہود کے قبیلہ نبونفیر کے سردار کے پاس گیا اور سب حالات معلوم کرکے واپس اپنی فوج کے پاس چلا گیا۔ صبح کے وقت عریض پر حملہ آور ہوا جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں اس نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور کھیتوں اور کھجوروں کے درختوں کو آگ لگاکر بھاگ گیا۔ ان باتوں سے اس نے اپنی قسم کو پورا کیا۔ جب آنحضرت کو خبر ہوئی تو آپ نے ابوسفیان کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ نکل گیا ۔ گھبراہٹ میں وہ ستو کے بورے پھینک گیا جو مسلمانوں نے اپنے قبضہ میں کرلئے۔ اسی سبب سے وہ غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑا کیونکہ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔

بی بی فاطمہ کی شادی

آنحضرت کی صاحبزادی بی بی فاطمہ آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اوراب اٹھارہ سال کی تھیں۔ حضرت علی کے ساتھ ذی الحجہ ۲ ہجری میں اُن کی شادی ہوگئی ۔ اُن کا مہر ایک زرہ تھی جو جنگِ بدر میں ہاتھ آئی تھی اورجس کی قیمت تقریباً ایک روپیہ تھی۔ اس زرہ کے سوا آپ کے گھر میں صرف ایک بھیڑ کھال اورایک پُرانی یمن کی چادر تھی۔ شادی کے وقت آنحضرت نے ایک بان کی چارپائی اورایک چمڑے کا گدا جس میں روئی کی بجائے کھجور کے پتے بھرے تھے اورایک چھاگل ۔ ایک مشک دو چکیاں اوردو مٹی کے گھڑے جہیز میں عطا کئے۔

نمازعید الفطر

عید الفطر کی نماز پہلی دفعہ اسی سال ادا ہوئی ۔ اورعید الفطر کے صدقہ کا حکم اسی سال ملا۔

غزوہ بنی سلیم

آنحضرت ابھی جنگِ بدر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ماہ شوال میں مخبروں نے اطلاع دی کہ بنی سلیم اور عظفان کے قبیلے شورش اور فساد برپا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت مدینہ سے روانہ ہوئے اور بنی سلیم کے کنوئیں پر پہنچے جس کا نام قرقرہ الکدر ہے۔ وہاں کوئی کافر آنحضرت کے مقابل نہ آیا اور آپ بغیر جنگ کئے واپس مدینہ آگئے۔

آیات جہاد

اسی سال جہاد کے متعلق آیات قرآن میں آئیں۔ " ان مسلمانوں کو جن سے (اہلِ مکہ) لڑتے ہیں۔ جہاد کی اجازت دی گئی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اوراللہ کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ ہیں جو صرف اتنا کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے " (حج آیت ۴۰) ۔ " قتال تم پر فرض ہوا ہے اور وہ تم کو بُرا معلوم ہوتا ہے اور شائد تم کسی چیز کو بُرا سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو"(بقرآیت ۲۱۳)۔ " خدا کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کرو اور وہاں سے ان کو نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔ان سے یہاں تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے۔ اور دین خدا کا ہوجائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بجز ظالموں کے کسی پر زیادتی نہیں چاہیے"(سورہ بقرہ آیت ۱۸۶، ۱۸۹)۔ " جب تم کافروں سے بھڑو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان میں خوب خونریزی کرچکو تو ان کی مشکیں باندھ لو اس کے بعد یا تو احسان کرکے چھوڑدو یا فدیہ لے کر۔ یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کے اعمال وہ ہرگز نہ کھوئے گا۔ انہیں ہدایت کرے گا اوران کا حال درست کرے گا اورانہیں بہشت میں داخل کرے گا جس کا بیان اس نے ان کے لئے کردیا ہے"(سورہ محمد آیت ۴ تا ۷)۔ " جنگ کفار کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے قوت اور گھوڑے باندھنے کی تیاری کرو تاکہ ایسا کرنے سے تم اپنے اور خدا کے دشمنوں کو ڈراؤ اوران کے سوا اورلوگوں کو بھی ڈراؤ جن کو تم نہیں جانتے اُن کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اورجو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تم کو پورا ملے گا اورتم پر ظلم نہ ہوگا اوراگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اُس کی طرف جھُک اور خدا پر بھروسہ رکھ وہ سنتا جانتا ہے (سورہ انفال آیت ۶۲- ۶۳)۔

۳ ہجری

جنگِ اُحد

قریش مکہ کے سینوں میں جنگِ بدر کے واقعہ کی وجہ سے عداوت اور انتقام کا جذبہ شعلہ زن تھا۔ اس آگ کو غزوہ سویق کسی طرح فرو نہ کرسکتا تھا۔ پس سردارانِ قریش نے جن کے اقربا جنگِ بدر میں قتل ہوئے تھے باہم صلاح ومشورہ کرکے یہ فیصلہ کیا کہ قافلہ کا سامانِ تجارت تمام کا تمام آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے میں صرف کیا جائے اور ایک جنگ زبردست پیمانہ پر کی جائے جس سے اسلام کا استیصال ہوجائے[۱]۔ قرآن میں اس فیصلہ کی طرف اشارہ ہے کہ " بے شک کفا رپر اپنا مال اس واسطے خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اسلام سے روکیں پس قریب ہے کہ وہ اپنا تمام مال خرچ کردیں گے اورپھر پچتھائیں گے پھر عاجز اورمغلوب ہوں گے اور کفار جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے"۔ (انفال آیت ۳۶)۔

اہل عرب کو اشتعال دلانے کا سب سے بڑا ذریعہ شعر گوئی تھا۔ قریش میں دوشاعر مشہور تھے۔ ایک عمرو حجمی اور دوسرا مسافع ۔ مقُدم الذکر بدر کے اسیروں میں تھا لیکن آنحضرت نے اس کو رہا کرکے یہ وعدہ لیا تھا۔ کہ وہ کبھی مخالفینِ اسلام کا ساتھ نہ دے گا۔ لیکن قریش کی درخواست پر وہ اپنا وعدہ بھول گیا اوراس نے اور مسافع نے قبائل قریش کو جو شیلے اشعار سنا کر جنگ پر برانگیختہ کردیا۔

جنگِ بدر میں حمزہ نے ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے باپ عتبہ کو اورجبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ کو قتل کیا تھا۔ پس جبیبر نے اپنے حبشی غلام وحشی کو لشکر کے ساتھ کردیا اوروعدہ کیا کہ اگر تو حمزہ کو قتل کردے گا تو میں تجھے آزاد کردوں گا۔

اہل عرب کو جنگ کے وقت اشتعال دلانے اوران کو جنگ پر ثابت قدم رکھنے کا ایک بڑا ذریعہ ان کی عورتیں ہوتی تھیں۔ جس جنگ میں عورتیں ساتھ ہوتی تھیں عرب کٹ مرتے تھے تاکہ شکست کھا کر عورتوں کے طعنے نہ سنیں۔ اس وقت مکہ میں بہت عورتیں تھیں جن کے عزیز جنگِ بدر میں قتل ہوگئے تھے۔ اور وہ مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھیں۔ وہ بھی فوج کے ہمراہ ہوگئیں۔

حضرت کے چچا عباس نے جو اس وقت مسلمان ہوکر مکہ میں مقیم تھا آنحضرت کے پاس قاصد بھیج کر تمام حالات کی اطلاع

---

[۱] ابن ہشام صفحہ ۲۸۷

دیدی۔ اس خبر کے پہنچتے ہی آپ نے دو مخبر بھیجے جنہوں نے آکر اطلاع دی کہ لشکرِ قریش مدینہ کے پاس آگیا ہے۔ آپ نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا[1] اورخود یہ صلاح دی کہ مدینہ ہی میں رہ کر جنگ کی جائے ۔ عبداللہ بن اُبے سلول نے بھی یہی رائے دی لیکن جو لوگ جنگِ میں شریک نہ ہوئے تھے اورجہاد کے شوقین تھے وہ اس بات پر مُصر ہوئے کہ مدینہ سے باہر نکل کر قریش کا مقابلہ کیا جائے یہاں تک کہ آنحضرت کہ آنحضرت نے گھر جاکر زرہ پہنی۔

قریش ۴ ماہ شوال بُدھ کے روز مدینہ کے قریب پہنچے اورانہوں نے کوہ احد پر ڈیرے ڈال دئیے[2]۔ آنحضرت جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صاحبہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ لیکن جنگ سے پہلے جب مسلمان صبح کی نماز کےلئے کھڑے ہوئے تو عبداللہ بن اُبے تین سو آدمیوں کے ہمراہ واپس مدینہ چلا گیا لوگوں نے بہتیرا سمجھایا لیکن اس نے کہا جب میری صلاح پر عمل نہیں کیا جاتا تو میرا یہاں ساتھ رہنا بے فائدہ ہے۔

اہلِ یہود انصار کے حلیف تھے۔ اہلِ یہود کے عالم مخیریق نے ان سے کہا اب مقام احد پر جنگ ہونے والی ہے۔ معاہدہ کے رُو سے محمد کی مدد کرنی تم پر فرض ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج سبت کا روز (ہفتہ کا دن) ہے۔ ہم نہیں جائیں گے۔ آنحضرت نے یہ سن کر کہا" مجھ کو بھی اُن کی کچھ ضرورت نہیں[3]۔ اب آنحضرت کے پاس صرف سات سو آدمی تھے جن میں سے صرف ایک سو زرہ پوش تھے اورسوائے دوشخصوں کے کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ اُدھر ابوسفیان کے پاس تین ہزارآدمی تھے جن میں سات سو زرہ پوش تھے اوردوسو سوارتھے۔

آنحضرت نے اُحد کو پشت پر رکھ کر جنگ کی صفوں کو تیار کیا۔ چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ دشمن پشت کی جانب سے حملہ آورہوں گے اس لئے آپ نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں وہاں کھڑا کیا اورحکم دیا کہ " تم یہیں کھڑے رہنا ایسا نہ ہو کہ کفار ہماری پشت کی طرف سے آجائیں۔ اگر فتح بھی ہوجائے تو بھی تم اس مقام سے نہ ٹلنا"۔ آپ نے مصعب بن عمیر کو علمبردار مقرر کیا۔

---

[1] بخاری جلد سوم صفحہ ۳۱۸

[2] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۳٦

[3] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۸۹

اُدھر قریش کو بدر کے تلخ تجربہ نے سکھا دیا تھا کہ فتح فوج کی زیادتی اور سروسامانی پر منحصر نہیں پس اس دفعہ انہوں نے نہایت احتیاط سے صف آرائی کی۔ لشکر کی دائیں طرف خالد بن ولید کی زیر کمان تھی اور بائیں طرف عکرمہ بن ابوجہل کی زیر کمان تھی۔

جنگ سے پہلے قریش کی عورتیں ابوسفیان کی بیوی ہندہ کی سرکردگی میں نکلیں اور دف بجا بجا کر انہوں نے اشعار پڑھے اور مقتولین بدر پر ماتم کیا اور فوج کو انتظام پر اُبھارا۔ اور کہا" افسوس تم پر اپنے اے بنی عبدالدار۔ اے بہادرنہ تم پر افسوس۔ ایک ظالم کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ہم آسمان کے ستاروں کی بیٹیاں ہیں۔ اگر تم میدانِ جنگ میں جان توڑ کر لڑو گے تو ہم تم کو گلے لگائیں گی لیکن اگر تم نے اپنے قدم پیچھے ہٹائے تو تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہاں اے بنی عبدالدار اپنے دشمنوں کو مار مار کر ہلاک کردو[1]۔

جنگ کے آغاز میں آنحضرت نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر صحابہ سے مخاطب ہوکر کہا" اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا"۔ بہت جان نثاروں نے ہاتھ بڑھائے۔ لیکن آپ نے ابوجانہ کو عنایت کی جو شجاع اور فنون حرب میں کامل تھا۔ لڑائی بڑے گھمسان کی ہوئی اور حمزہ۔ علی اور ابودجانہ جدھر جاتے صفوں کی صفتیں چیر کر صاف کردیتے۔ حمزہ دوستی تلوار چلاتے تھے۔ جبیر بن مطعم کا حبشی غلام وحشی آپ کی تاک میں تھا۔ جب وہ لڑتے لڑتے اس کے پاس آئے تو اس نے اپنا حربہ ان کی طرف پھینکا جو ان کی ناف میں لگ کر پار ہوگیا اور حمزہ کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہوگئیں۔ قریش کے علمبردار یکے بعد دیگرے قتل ہوتے گئے اور مسلمانوں کے حملوں نے قریش کے چھکے چھڑادئیے حتیٰ کہ قریش کی عورتیں جو اُن کو برابر اشتعال دلاتی تھیں بے تحاشا بھاگیں اور کفار مکہ کو شکست ہوئی۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ قریش کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں اور میدان اُن کے ہاتھ میں رہا ہے تو انہوں نے لُوٹ مچانا شروع کردی۔ جب تیراندازوں نے جن کو آنحضرت نے پشت پر متعین کیا تھا دیکھا کہ اجن کے ساتھ لوٹنے میں مشغول ہیں تو انہوں نے آنحضرت کے صریح حکم کی خلاف درزی کی اور وہاں سے مالِ غنیمت کے طمع کے مارے چل پڑے۔ ان کے سردار عبداللہ بن جبیر نے ان کو روکنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ایک نہ سنی[2]۔ جب خالد بن ولید نے دیکھا

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۹۱

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۰۲ وتلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۸۷

که تیراندازوں نے جگه چهوڑدی ہے تو قریش کو لے کر اُسی درہ سے جو مسلمان تیراندازوں نے خالی کردیا تھا مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ مشرکین کے اس حمله نے مسلمانوں کے (جو مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے) حواس باخته کردئیے اوراب دونوں فوجیں باہم مل گئیں اوردوست دشمن کی پہچان مشکل ہوگئی۔ بدحواسی کے عالم میں مسلمان مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ دورانِ جنگ میں مصعب بن عمیر جومسلمانوں کے علمبردار تھے قتل ہوگئے چونکه وہ قدوقامت میں آنحضرت کے مشابه تھے لوگوں میں شور مچ گیا کہ محمد مقتول ہوگئے اورمسلمانوں کے پاؤں اکھڑگئے اوراکثروں کی ہمت نے جواب دیدیا۔ حضرت عمر نے نا اُمیدی میں ہتھیار پھینک دئیے اورابنِ نفر سے کہنے لگے" جب رسول الله نے شہادت پائی تو اب لڑے کا کیا فائدہ"۔ ابنِ نفر نے کہا" پھر تم رسول خدا کے بعد زندہ رہ کرکیا کروگے؟" یه کہه کر فوج میں گھس گئے اوراس قدرلڑے که آخر مارے گئے۔ حضرت علی آنحضرت کی تلاش میں دشمنوں کی صف چیرتے جاتے تھے۔ سب سے پہلے کتب بن مالك نے حضرت کو پہچان کر کہا" رسول الله زندہ ہیں اوریہاں ہیں"۔ اس وقت آپ کے ہمراہ کل بارہ آدمی رہ گئے تھے[1]۔ آوازسن کر چاروں طرف سے دوست دشمن آپ کی جانب لپك پڑے۔ ہر طرف سے آپ پر دارپڑرہے تھے۔ عتبه بن ابی وقاص نے آپ کے چہرہ پر ایك پتھر مارا جس سے آپ کے اگلے چاروں دانت نکل آئے۔ ہونٹ زخمی ہوئے اورسر میں چوٹ آئی اورتمام چہرہ خون آلودہ ہوگیا۔ اس وقت آپ نے کہا[2]۔ اس قوم کی حالت کس طرح بہتر ہوسکتی ہے جو اپنے نبی کو زخمی کرتی ہے حالانکه اُن کا نبی ان کو ان کے رب کی طرف بلاتا ہے"۔ الله تعالیٰ نے یه الفاظ ناپسند فرمائے اوریه آیت اُتری"۔ اے محمد اس معامله میں تیرا کچھ اختیارنہیں یا خُدا اُن پر مہربان ہویا انہیں عذاب کرے"(آل عمران آیت ۱۲۳)۔ عتبه کے بھائی سعد بن ابی وقاص آپ کے پاس کھڑے تھے اوردشمنوں کی زد سے آپ کو بچاتے تھے۔ آپ اُن کو تیردیتے جاتے اور کہتے تھے" تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں تیر مارتے جاؤ[3]۔ آنحضرت نے دوزرہ پہنی ہوئی تھیں جان نثار آنحضرت کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور دشمنوں کو قتل کرکے

---

[1] بخاری جلد دوم صفحه ۲۷۶

[2] تلخیص جلد چہارم صفحه ۲۹۰

[3] تلخیص جلد چہارم صفحه ۲۸۹، جلد پنجم صفحه ۶۵۔ بخاری جلد دوم صفحه ۳۱

ہٹاتے جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ آنحضرت چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے ۔ قریش نے کوشش کی کہ گھاٹی پر حملہ کریں لیکن ناکام رہے اور حضرت عمر بن خطاب نے ان کو بھگادیا۔ اس پر ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھا اور کہا " یہاں محمد ہے" پھر ابوبکر اور عمر کا نام لے کر پکارا لیکن آنحضرت نے حکم دیاکہ جواب مد دو۔ تب ابوسفیان بولا" سب مرگئے ہیں" حضرت عمر رہ نہ سکے جواب دیا" اے اللہ کے دشمن ۔ ہم جو تجھ کو ذلیل کرنے والے ہیں سب زندہ ہیں " اس پر ابوسفیان نے پکارکر کہا " اے ہبل دیوتا تو سب سے اعلیٰ ہے" اس کے جواب میں صحابہ نے آنحضرت کے حکم کے مطابق جواب دیا" صرف اللہ اعلیٰ اوربزرگ ہے"۔ ابوسفیان نے کہا" ہمارے پاس عزیٰ ہے لیکن تمہارے پاس عزی نہیں ہے"۔ صحابہ نے جواب دیا" اللہ ہمارا آقا ہے لیکن تمہارا کوئی مالک نہیں ہے"۔پھر ابوسفیان نے کہا " آج کا دن جنگِ بدر کا بدلہ ہے"۔ صحابہ نے جواب دیا" ہرگز نہیں۔ ہمارے مُردے بہشت میں ہیں تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں" ۔ ابوسفیان نے کہا" اب ہماری تمہاری لڑائی آئندہ سال مقام بدرپر پھر ہوگی" ۔آنحضرت کے حکم سے صحابہ میں سے ایک نے کہا" بہت اچھا یہ ہمارے اورتمہارے درمیان پختہ وعدہ ہوا[1]۔

اس جنگ میں بی بی عائشہ اورام سلمہ پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے لاتی تھیں اورپیاسوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جب پانی ختم ہوجاتا تو پھر لوٹ جاتیں اورمشکیں بھرکر پیاسوں کے منہ میں ڈالتی تھیں[2]۔ عورتیں زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اورمقتولوں کو اٹھالاتی تھیں۔ جب آنحضرت کاآگے کا دانت ٹوٹ گیا تو حضرت فاطمہ آپ کے چہرہ کودھوتی تھیں اورعلی ڈھال میں پانی بھربھر کر لاتے تھے ۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خون بند نہیں ہوتا تو انہوں نے ایک چٹائی لی اورجلاکر اس کو زخم پر لگایا۔ تب خون کا بہنا بند ہوا[3]

قریشِ مکہ کی عورتوں نے مسلمان مقتولین کے ناک اورکان کاٹ کراُن کے ہاربناکر اپنے گلوں میں ڈالے اوراس طرح اپنا وحشیانہ جذبہ انتقام پورا کیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ کے ناک اورکان کا ہارپہنا اوراپنے زیورات اتارکر حمزہ کے قاتل وحشی کو

---

[1] تلخیص جلد چہارم صفحہ ۲۸۸۔ بخاری جلد دوم صفحہ ۲۰۲

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۷، ۲۸۔

[3] ایضاً صفحہ ۳۱

بطور انعام دیدئیے۔ پھر اس نے حمزہ کا پیٹ چاک کرکے کلیجہ نکالا اور کچا چبا گئی۔ مگر جب اس کو نگل نہ سکی تو اُس کو اُگل دیا۔ابوسفیان نے جاتے ہوئے آنحضرت کو کہلا بھیجا کہ" قریش نے مسلمان مردوں کے ناک اورکان کاٹ لئے ہیں لیکن ان میں سے ان کو اس بات کا حکم نہیں دیا تھا۔پھر جب مجھ کو معلوم ہوا کہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو مجھے کچھ رنج بھی نہیں ہوا"۔

جب آنحضرت نے حمزہ کی لاش کا حال دیکھا تو کہا" اگر خدا نے کسی جنگ میں قریش پر مجھ کو غالب کیا تو میں حمزہ کے عوض ان کے تیس آدمیوں کا یہی حال کروں گا"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی" اگر تم بدلہ لو تو اسی قدر لو جس قدر تمہارے ساتھ ظلم کیا گیا ہے اوراگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے واسطے بہتر ہے اور(اے محمد) تو صبر کو اور تیرا صبر صرف خدا کے ساتھ ہے تو اُن پر رنجیدہ نہ ہو اور نہ اُن کے مکر سے تنگدل ہو" (نحل آیت ۱۲۷)۔ اس پر آنحضرت نے معاف کردیا اور صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی شخص کبھی کسی لاش کے ناک کان نہ کاٹے۔

جب آنحضرت مدینہ آئے تو گھر گھر ماتم ہورہا تھا۔ نوحہ اور زاری کی آوازسن کر آپ حمزہ کو یاد کرکے بے اختیار رونے لگے اور کہا" حمزہ پر کوئی رونے والی نہیں ہے"۔ یہ سن کر انصار نے اپنی عورتوں کو حمزہ پر رونے کے واسطے بھیجا۔ جب آنحضرت ان کے ماتم کی آوازسنی تو کہا" انصار پر اللہ رحم کرے۔ یہ میرے بڑے ہمدرد ہیں" اوران عورتوں کو رخصت کردیا۔

قریش کے بائیس آدمی اورمسلمانوں کی طرف سے ستر آدمی مقتول ہوئے ۔ جن میں زیادہ تعداد انصار کی تھی۔ مقتولین مدینہ میں لائے گئے اوردودوآدمیوں کو ایک ساتھ قبر میں رکھ کر ان کو دفن کردیا[۱]۔

جنگِ احد کے متعلق سورہ آل عمران میں ساٹھ آیتیں ہیں۔ ان میں سے بعض اُن اعتراضوں کے جواب میں ہیں جو منافقوں نے شکست کی وجہ سے کئے تھے۔ جب مسلمانوں کو جنگِ بدر میں فتح ہوئی تھی توانہوں نے اس کو الہیٰ نشان قراردیا تھا۔اب جو جنگِ احد میں لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی تو منافقوں کی بن آئی اس پر قرآن میں آیاکہ شکست غضبِ الہیٰ کا نتیجہ نہ تھی بلکہ آنحضرت کی نافرمانی کا نتیجہ تھی اور مومنین کی وفاداری کو آزمانے کے لئے ہوئی۔ منافق مسلمانوں کو کہتے تھے کہ اپنے آبائی دین کی طرف رجوع

---

[۱] بخاری جلد اول صفحہ ۱۸۳

کرو۔ اگر محمد رسول ہوتا تو یہ حالت نہ ہوتی۔اس پرقرآن میں آیا" مومنو اگر تم کافروں کی بات مانو گے تو وہ تم کو (کفر کی جانب) لوٹا کرلے جائیں گے اورتم گھاٹے میں پڑوگے" (آیت ۱۴۲) "مومنو۔ تم ان کافروں کی مانند مت ہو جو اپنے بھائیوں کے حق میں جب وہ سفر میں ہوں یا جہاد میں ہوں کہتے ہیں کہ اگر ہمارے ساتھ رہتے تو نہ مرتے اورنہ قتل ہوتے حالانکہ اللہ ہی جلاتا یا مارتا ہے اوراگر خدا کی راہ میں مارے جاؤیا مرجاؤ تو خدا کی مغفرت اس سے بہتر ہے جو تم دنیا میں جمع کرتے ہو۔ اوراگر تم مرگئے یا قتل ہوئے تو اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے (آیت ۱۵۰-۱۵۱)" کوئی شخص بغیر خدا کے حکم کے مرنہیں سکتا۔ ہر ایک کی موت کا وقت مقرر لکھا ہوا ہے" (آیت ۱۳۹)۔ اگر تم نے زخم کھایا تو وہ قوم (کفارِمکہ) بھی ایسا ہی زخم (جنگِ بدر میں) کھاچکی ہے اوریہ اتفاقات ہیں جو ہمارے حکم سے بدلتے رہتے ہیں۔ تاکہ خدا کو ایماندار لوگ معلوم ہوجائیں اوراس نے تم میں سے بعض کو شہادت کے درجے دینے تھے ورنہ خدا کا فروں کا روادار نہیں" (آیت ۱۳۴)۔ یہود نے جنگ کے دوران میں آنحضرت کی موت کی افواہ پر طعنہ زنی شروع کی تو قرآن میں آیا"۔ محمد تو صرف ایک رسول ہے ۔ اس سے پہلے بہت سے رسول گذرگئے پھر کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں کفر کی جانب لوٹ جاؤ گے۔ جو کوئی اپنے الٹے پاؤں پھرے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑسکتا "(آیت ۱۳۸)" بہت نبی ہیں جن کے ساتھ بہت خدا پرستوں نے مل کر جہاد کا۔ وہ اس مصیبت سے جواُن کو راہ خدا میں پہنچی نہ تو سست ہوئے اورنہ تھکے اورنہ دبے۔ ان کا قول صرف یہی تھاکہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ اورہمارے کاموں کی زیادتی ہم کو معاف فرمااورہم کو ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافر قوم پر مدد دے" (آیت ۱۴۱)۔

جنگِ احد بروز ہفتہ ۷ شوال کے مطابق ۲۴ مارچ ۶۲۵ء ہوئی۔ آنحضرت نے یہ خیال کیاکہ ابوسفیان واپس لوٹ کر مسلمانوں کو شکست خوردہ سمجھ کر حملہ نہ کردے۔پس آپ نے اتوار کے روز حکم دیا کہ لوگ دشمن کا تعاقب کرنے کےلئے جمع ہوجائیں۔ آنحضرت صحابہ کے ساتھ آٹھ میل حمراء اسد تک گئے اس جگہ کے رئیس معبد نے مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر آنحضرت کے پاس آکر ہمدردی کا اظہارکیا۔

ابوسفیان کا دوبارہ حملہ کا ارادہ

اُدھر ابوسفیان جب احد سے روانہ ہوکر مقام روحا پہنچا تواس کے دل میں افسوس ہوا کہ مسلمانوں کا خاتمہ کیوں نہ کردیا۔ پس وہ اس ارادہ سے واپس مدینہ آرہا تھا۔ راہ میں حمراء اسد کے رئیس معبد سے ملاقی ہوا۔معبد نے کہا " کہ محمد اس سروسامان سے تمہارے تعاقب میں آرہا ہے کہ تم اس سے عہدہ برآنہ ہوسکوگے"۔ ابوسفیان کے صلاحکاروں نے یہی مشورہ دیا کہ اب مکہ واپس جانا ہی بہتر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے جنگ کا نتیجہ ہمارے خلاف نکلے پس ابوسفیان واپس مکہ کو چلاگیا اورآنحضرت بھی مدینہ واپس گئے۔

بی بی حفصہ سے نکاح

اس سال آنحضرت نے بی بی حفصہ سے جو عمربن خطاب کی بیٹی تھی نکاح کیا۔ حضرت حفصہ کا پہلا خاوند بدری صحابی تھا اور مدینہ میں فوت ہوگیا۔جب وہ بیوہ ہوگئی تو حضرت عمر نے حضرت عثمان سے اورپھر حضرت ابوبکر سے کہا کہ میری بیٹی کے ساتھ نکاح کرلو۔ لیکن انہوں نے بات ٹال دی ۔ جب آنحضرت کا نکاح حضرت حفصہ سے ہوگیا توابوبکر نے عمر سے کہا" تو مجھ سے ناراض ہوا ہوگا جب تونے مجھ سے حفصہ کے نکاح کے بارے میں بات کی تھی اورمیں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا۔ مجھے معلوم تھاکہ حضرت نے حفصہ کا ذکر کیا تھا اورمیں ایسا شخص نہیں ہوں کہ حضرت کا بھید ظاہرکرتا۔ اگرحضرت کا اس کے ساتھ نکاح کرنے کا خیال نہ ہوتا تو میں اس کو ضرورقبول کرلیتا[1]۔

اسی سال ۱۵ رمضان کے دن امام حسن کی ولادت ہوئی جو حضرت علی کے فرزند تھے۔

بی بی ام کلثوم کا نکاح

اسی سال آنحضرت کی صاحبزادی ام کلثوم کے ساتھ حضرت عثمان کا بیاہ ہوگیا۔

مشرکہ کا نکاح حرام

اب تک مشرکہ کا نکاح مسلمان سے جائز تھا اس سال وہ بھی حرام ہوگیا۔

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۹۵ ،تلخیص الصحاح جلد ششم صفحہ ۱۳۴

۴ ہجری

جنگِ بدر کی فتح نے قریش کے قبائل اور مدینہ کے گرد ونواح کے قبائل پر اسلام کی دھاک بٹھادی تھی اور اس رعُب کی وجہ سے وہ سہم گئے تھے لیکن جب جنگِ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو ان قبائل کی پھر ہمت بندھ گئی اور وہ اسلام کو مٹادینے پر کمر بستہ ہوگئے۔

سریہ ابن انیس

پس ماہ محرم ۴ ہجری میں آنحضرت نے عبداللہ بن انیس کو سفیان بن خالد سردار قبیلہ ، لحیان کے خلاف بھیجا اور اس نے موقعہ پاکر سفیان کو قتل کردیا۔

واقعہ بیر معُونہ

ماہ صفر میں ابوبراء عامر بن مالك بن جعفر نیزہ باز آنحضرت کے پاس آیا۔آپ نے اس کو اسلام کی دعوت کی لیکن اس نے اسلام کو نہ قبول کیا اور نہ انکار کیا۔ اور بحالت نفاق درخواست کی کہ چند مسلمانوں کو میرے ہمراہ بخد روانہ کردیں تاکہ میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ آنحضرت نے کہا کہ بخد کے لوگ کٹر کافر میں اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ غدر کرکے مسلمانوں کو قتل کردیں گے۔ ابوہریرہ نے کہا" میں ان کا ضامن ہوں اور ان کی حمایت اور حفاظت کروں گا"۔اس پر آنحضرت نے منذر بن عمر انصاری کے ساتھ ستر انصار بھیج دئیے۔ یہ اُن لوگوں میں سے تھے جو مسجد کے چبوترے میں رہتے تھے اور شب ور وز آنحضرت کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔ یہ لوگ دن کو لکڑیاں توڑتے تھے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے[۱]۔ جب یہ لوگ مدینہ سے بیر معونہ پہنچے جو مدینہ سے چار منزل ہے تو صحابہ نے اپنے میں سے ایك شخص کو آنحضرت کا خط دے کر عامر بن طفیل سردار قبیلہ کے پاس بھیجا۔ عامر بن طفیل کٹر کافر تھا اس نے کسی زمانہ میں آنحضرت سے کہا تھا" کہ تم تین باتوں میں سے کسی بات کو قبول کرلو۔ یا تو میں شہروں کا مالك بن جاؤں اور تم بادیہ کے مالك بن جاؤ یا تم اپنے بعد مجھ کو اپنا جانشین بنالو۔ ورنہ میں عظفان کو لے کر تم پر حملہ کروں گا۔ جس وقت ایلچی عامر کے پاس پہنچا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ خط کو بھی نہ پڑھا اور نامہ بر کو قتل کردیا۔ اور ارد گرد کے قبائل یعنی عقیتہ ۔ رحل اور ذکوان کو لے کر صحابہ پر حملہ آور ہوا۔ تمام

---

[۱] بخاری جلد دوم صفحہ ۵۵

صحابہ سوائے ایک کے قتل ہوگئے اور وہ ایک بھی سخت زخمی ہوگیا تھا اورمقتولوں میں سے کھسک کھسک کر نکلا اوربچ رہا ۔ جب آنحضرت کو اس امر کی اطلاع ہوئی توآپ کو سخت صدمہ ہوا اور کامل ایک ماہ جنگ صبح کی نماز میں آپ نے ان ظالموں کے حق میں بدعا کی [1]۔

یوم الرجیع کی بیان

ماہِ صفر میں بنی عضل اور بنی قارہ کے چند اشخاص آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے" یا رسول اللہ ۔ ہمارا قبیلہ اسلام کی طرف راغب ہے۔ آپ اپنے صحابہ میں سے چند اشخاص کو روانہ کردئیے۔ جب یہ لوگ مقام رجیع پر پہنچے توان لوگوں نے غداری کی اورقبیلہ ہذیل کو ان کے خلاف بھڑکا دیا۔ گو مسلمان چاروں طرف سے گھِرگئے تھے تاہم دلیرانہ جنگ کے لئے تیارہوگئے ۔ چاراصحاب مقتول ہوگئے ۔ دو گرفتار ہوکر مکہ لائے گئے [2]۔ اُن میں سے ایک خبیب کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ ان کا باپ جنگِ احد میں اس کے ہاتھوں ماراگیا تھا۔ انہوں نے اس کو قتل کیا۔ دوسرے کا نام زید تھا۔ اس کو صفوان بن امیہ نے قتل کے ارادے سے خریدا۔ رؤسائے قریش تماشا کی خاطر مقتل آئے۔ ابوسفیان نے کہا" اے زید کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ اس وقت ہم تمہاری جگہ محمد کی گردن مارتے اور تم چین سے اپنے گھر میں ہوتے " زید نے جواب دیا" میں اپنی جان دینی پسند کرتا ہوں لیکن یہ گوراہ نہیں کرسکتا کہ محمد کے تلوے میں کانٹا بھی چبھ جائے "۔ اس جواب کو سن کرابوسفیان نے کہا" جیسا محمد کے اصحاب اس سے محبت کرتے ہیں ۔ میں نے کسی کودوستی میں نہیں پایا"۔

جنگِ بنی نضیر

ماہ ربیع الاول ۴ ہجری میں آنحضرت نے اہلِ یہود کے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ جنگ کی ۔ اس جنگ کی تفصیل آئیندہ کی جائے گی۔

غزوہ ذاتِ الرقاع

بنی نضیر کے غزوہ سے فارغ ہوکر ماہ جمادی الاول میں آنحضرت نجد کی طرف قبیلہ عظفان سے جنگ کرنے کے لئے چارسو کی تعداد میں نکلے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے دونوں ایک

---

[1] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۲۹۳، بخاری جلد اوّل صفحہ ۱۳۷

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۹۳

دوسرے سے خوف زدہ ہوئے اورجنگ نہ ہوئی ۔ اس غزوہ کو ذات الرقاع کہتے ہیں۔

اس قبیلہ کا ایک شخص اپنی قوم سے یہ کہہ کر نکلا کہ میں محمد کو قتل کرنے جاتا ہوں۔ وہ آنحضرت کے پاس آیا۔ آپ کے پاس تلوار رکھی تھی جس کا قبضہ چاندی کا تھا۔ کہنے لگا" ۔ میں تمہاری تلوار دیکھنا چاہتا ہوں" ۔ آنحضرت نے تلواراس کے ہاتھ میں دیدی ۔ وہ تلوار کومیان سے نکال کر ہلانے لگا۔ لیکن اس کو آنحضرت کے قتل کی جرات نہ پڑی کہنے لگا" تم میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر ڈرتے ہو"۔ آپ نے جواب دیا"۔ میں تم سے کیوں ڈروں میرا محافظ اللہ ہے"۔ اس پر اُس نے تلوار واپس کردی[1] اوریہ آیت نازل ہوئی " اے ایمان والو۔ خدا کی نعمت کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ درازکرنے کا قصد کیا۔ پس خدا نے ہاتھ روک دئیے۔ پس خدا پر بھروسہ رکھو(سورہ مائدہ آیت ۱۴)۔

قبیلہ عرنیہ کا واقعہ

اسی سال قبیلہ عرنیہ کے چند اشخاص مدینہ آکر مسلمان ہوگئے لیکن مدینہ کی آب وہوا ان کو موافق نہ آئی تب آنحضرت نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے اونٹوں اورچرواہے کے ساتھ جنگل میں رہیں اوراونٹ کا دودھ پئیں۔ وہاں وہ جاکر تندرست ہوگئے ۔ تب انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئیے اوراس کی زبان اورآنکھوں میں کانٹے چبھائے حتیٰ کہ وہ مرگیا۔ پھر وہ اونٹوں کو ہانک کرلے گئے اوروہاں سے بھاگ گئے ۔ جب آنحضرت کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان کے تعاقب میں چند اشخاص روانہ کئے۔ جب وہ گرفتار ہوکر آئے تو اُن کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیری گئیں اوران کے ہاتھ کاٹے گئے اوروہ دھوپ میں پھینک دئیے گئے حتیٰ کہ وہ مرگئے[2]۔ قرآن میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے" وہ جو اللہ سے اوراس کے رسول سے لڑتے ہیں اورزمین میں فساد کرنے کے لئے دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا جانب مقابل کے ان کے ہاتھوں پاؤں کاٹے جائیں یا ملک سے جلاوطن کئے جائیں یہ ان کی دنیاوی رسوائی ہے اورآخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ مگر جو تمہارا ہاتھ پڑنے سے پہلے توبہ کرلیں تو جانو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے"(مائدہ آیت ۳۷)۔

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۲۹،

[2] تلخیص الصحاح جلداوّل صفحہ ۱۸۳، بخاری جلد دوم صفحہ ۲۲۳

بدر کا دوسرا غزوہ

ماہ شعبان میں اپنے وعدہ کے مطابق آنحضرت قریش مکہ سے جنگ کرنے کے لئے بدر میں آئے۔ اُدھر ابوسفیان بھی مکہ سے کوچ کر کے چلا۔ لیکن ابھی بدر نہیں پہنچا تھا کہ اس کی رائے بدل گئی اور وہ واپس مکہ چلا گیا۔آنحضرت نے آٹھ روز تک بدر میں انتظار کیا اور جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان واپس چلا گیا ہے تو آپ بھی مدینہ واپس آگئے۔ اس کی نسبت قرآن میں ہے" جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور رسول کا حکم مانا ایسے نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں کے لئے بڑا ثواب ہے ۔ یہ وہ ہیں جن کو لوگوں نے آکر خبردی تھی کہ تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے لوگوں نے لشکر جمع کیا ہے ذرا اُن سے ڈرتے رہنا لیکن ایسی بات نے ان کا ایمان اوربھی بڑھایا اورانہوں نے جواب دیا کہ ہم کو اللہ کافی ہے سو وہ خدا کے فضل اور نعمت کے ساتھ واپس آئے اور ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچی اور وہ اللہ کی مرضی پر چلے" (آل عمران آیت ۱۶۶ تا ۱۶۹)۔

زید کو عبرانی سیکھنے کا حکم

اسی سال آنحضرت نے زید بن ثابت کو عبرانی سیکھنے کا حکم دیا کیونکہ آپ کو اہل یہود پر اعتبار نہیں رہا تھا۔

پیدائش امامِ حسین

اس سال ماہِ شعبان میں حضرت علی کے فرزند امام حسین پیدا ہوئے۔

بی بی زینب سے نکاح

اسی سال آنحضرت نے بی بی زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا۔ ان کا شوہر جنگ اُحد میں مارا گیا تھا۔ یہ بی بی ام المساکین کی کینہ سے مشہور ہے کیونکہ وہ غربا کی بہت پرورش کیا کرتی تھیں۔ نکاح کے دو تین ماہ بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت کی ازدواج میں سے بی بی خدیجہ کے علاوہ یہی ایک بیوی تھی جس نے آنحضرت کی عین حیات میں وفات پائی ۔ آنحضرت نے خود نماز جنازہ پڑھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی۔

بی بی امِ سلمہ سے نکاح

اسی سال آنحضرت نے ماہِ شوال میں حضرت امِ سلمہ سے نکاح کیا۔ ان کے پہلے شوہر ابوسلمہ غزوہ احد میں زخمی ہوکر جمادی الثانی ۴ ہجری میں فوت ہوگئے تھے۔ جب آنحضرت نے اُن سے نکاح کرنا چاہا تو انہوں نے عذر کیا اور کہا کہ میرا سن زیادہ ہے

(حالانکہ اُن کی عمر چوبیس سال کی تھی) اور میں عیالدار اور سخت عورت ہوں لیکن آنحضرت نے ان کے عذر کو قبول نہ کیا اور نکاح ہوگیا[1]۔ نکاح کے بعد یہ بی بی ستاون سال زندہ رہیں انہوں نے سب ازدواج کے بعد وفات پائی۔

شراب کی حرمت

اسی سال شراب بھی حرام ہوگئی ۔ شراب کے متعلق پہلے حکم تھا کہ "کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے تم شراب اور اچھا رزق نکالتے ہو۔ بے شک اہل عقل کے لئے اس میں نشانی ہے" (سورہ نحل آیت ۶۹)۔ پھر اس کے متعلق ذیل کا حکم ہوا "قماربازی اور شراب کی نسبت تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ ہے" (سورہ بقرآیت ۲۱۶)۔ لیکن اس سال شراب قطعاً حرام ہوگئی اور حکم ہوا "شراب اور جُوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تمہارے درمیان عداوت اور بیر ڈالے اور تم کو خدا کے ذکر اور نماز سے روکے" (سورہ مائدہ آیت ۹۲)۔

---

[1] تلخیص جلد چہارم صفحہ ۲۵، جلد ششم صفحہ ۱۳۵

عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جب شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی اس وقت پانچ قسم کی شرابیں تھیں جن میں شراب انگوری نہ تھی[2]۔

۵ ہجری

غزوہ اخراب یا جنگ خندق

جب اہلِ یہود کے قبیلہ بنی نضیر کے لوگ مدینہ سے جلاوطن کردئیے گئے تو ان کے سرداروں میں سے سلام بن ابی الحقیق حئی بن خطب ۔ کنانہ بن ربیع وغیرہ مکہ گئے اور انہوں نے قریش کو آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کیا او رکہا" ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور اسلام کو جڑ سے اکھیڑ دیں گے"۔ قریش نے قبیلہ غطفان کو بھی جنگ کرنے پر تیار کردیا۔ قبیلہ بنی سلیم قریش کا قرابت دار تھا اور قبیلہ بنی اسد یہود کا حلیف تھا۔ پس وہ بھی شامل ہوگیا بنوقریظہ نے بھی معاہدہ کو اس وقت روی کا غذ کا ٹکڑا اقرار دیدیا۔ غرض یہ تمام قبائل اتفاق کرکے آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے لئے ماہ شوال ۵ ہجری میں جمع ہوگئے۔ ان کا سپہ سالار ابوسفیان ہوا۔

---

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۸۷

جب آنحضرت کو خبر ملی تو صحابہ سے مشورہ کیا۔ سلمان فارسی نے یہ تجویز پیش کی کہ ایسے لشکرِ گراں کے ساتھ میدان میں نکل کرلڑنا خلاف مصحلت ہے۔ ایرانیوں کے طریقہ کےمطابق مدینہ کے گرد ایک خندق کھودی جائے سب نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ جاڑوں کا موسم نہ تھا تین ہزارلوگوں نے بیس دن میں ۱۵ فٹ گہری خندق کھود ڈالی۔ آنحضرت بھی دوسرے کے ساتھ خندق کھودنے[1] میں مدد کتے اورکہتے جاتے تھے ۔" یا اللہ ۔ حقیقی آرام آخرت کا ہے یا اللہ تو انصاراورمہاجرین کو بخش دے[2]۔

اب دشمن کی فوج جو چوبیس ہزارپر مشتمل تھی مدینہ کی طرف آگے بڑھی ۔ قرآن میں اسی واقعہ کی نسبت لکھا ہے"۔ جس وقت دشمن (وادی مدینہ کے) اُوپر کی طرف سے اورنیچے کی طرف سے آئے اورجب آنکھیں ڈگنے لگیں اورکلیجے منہ میں آگئے اورخدا کی نسبت طرح طرح کے خیال تمہارے دلوں میں پیدا ہوئے۔ تب مسلمانوں کی آزمائش کا وقت آیا اوروہ کانپ اٹھے"(احزاب آیت ۱۰)۔ اِدھر مسلمانوں کی تعداد مقابلتاً قلیل تھی پھر جاڑے کی شدت

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۲،صفحہ ۴۹

[2] ایضاً صفحہ ۲۱۰

اورسامانِ رسد کی قلت کی وجہ سے فاقوں نے مسلمانوں کو پیدل کررکھا تھا۔ خندق کی کھدائی کے وقت ہی منافق مسلمان آنحضرت سے اجازت لئے بغیر اپنے گھروں کو چپکے چپکے کھسک جانے لگے چنانچہ ایسے لوگوں کی طرف قرآن میں اشارہ ہے کہ" رسول کے بلاُنے کو ایسا نہ بناؤ جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو بلاتا ہے۔ بے شک خدا اُن لوگوں کو اچھی طرح سے جانتاہے جو رسول کےحکم کی مخالفت کرکے چپکے چپکے کھسک جاتےہیں۔ ان کو اس بات سے خوف کرنا چاہیے کہ ان کو فتنہ یادرد ناک عذاب نہ پہنچے"(سورہ نور آیت ۶۳)۔ لیکن مومن مسلمانوں کی اللہ نے تعریف کی " بے شک مومن مسلمان وہ ہیں جو اللہ اوررسول پر ایمان لاتے ہیں اورجب رسول کے ساتھ کسی بات پر جمع ہوتے ہیں تورسول کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے۔ (اے رسول) جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں وہی خدا اوررسول پر ایمان رکھتےہیں ۔ پس جب تجھ سے اپنی کسی ضرورت کے واسطے اجازت لیں تو ان میں سے جس کو چاہو اجازت دو"(سورہ نورآیت ۶۲)۔

اس وقت مسلمان نہایت نازک حالت میں تھے۔ منافقین نے واپس شہر جانے کے لئے اجازت مانگنی شروع کردی۔ چنانچہ قرآن

میں ہے۔" وہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں بلکہ ان کا مطلب صرف بھاگنے کا ہے"(احزاب آیت ۱۳)لیکن جو خالص مسلمان تھے" جب انہوں نے قبائل کی فوجیں دیکھیں تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اوراس کے رسول نے کیا تھا اور خدا اوراس کا رسول سچے تھے اوراس بات نے ان کے ایمان اور تابعداری کو زیادہ بڑھادیا "(احزاب آیت ۲۲)۔ آنحضرت فتح کے لئے دعا کرتے تھے کہ "اے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے اورحساب کے جلد لینے والے ان جماعتوں کو بھگادے اوران کو ہلادے"[۱]۔

قریش نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا۔ چونکہ وہ خندق کو پار نہیں کرسکتے تھے لہذا دونوں فوجیں ایک دوسرے پر تیر برساتی تھیں۔ محاصرہ کی سختی اور سامانِ رسد کی قلت کی وجہ سے محصورین پر کئی روز کے فاقے گذرگئے۔ ایک دن صحابہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ" یارسول اللہ بھوک کے مارے ہم نے اپنے شکموں پر پتھر باندھ رکھے ہیں "۔ آپ نے اپنا پیٹ ننگا کرکے دکھایا تو اس پر ایک کی بجائے دو پتھر تھے[۲]۔ بعض اشخاص نماز میں بھوک کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گرجاتے تھے[۳]۔ محاصرہ کی سختی دیکھ کر آنحضرت نے قبیلہ عطفان کو کہلا بھیجا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ گے تو ہم مدینہ کی آمدنی کی ایک تہائی تم کو دیدیا کریں گے۔ لیکن انصار کے سرداروں نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور کہا" یا رسول اللہ ہم ان کو تلواروں کے سوائے کچھ نہیں دیں گے[۴]۔ پس جنگ جاری رہی ۔ قریش نے خندق کے چاروں طرف پھر کر دیکھا تو ایک جگہ سے چوڑائی میں کم پایا۔ پس چند شجاع گھوڑوں کو چابک مارکر خندق کے اُس پار ہوگئے۔ لیکن حضرت علی اور دیگر صحابہ نے سب کو بھگادیا اور بعض کو قتل کردیا۔ عکرمہ بن ابوجہل ایسا بدحواس ہوکر بھاگا کہ اپنا نیزہ بھی چھوڑگیا اب دشمنوں نے ہر طرف سے تیر چلانے شروع کردئیے اورتمام دن لڑائی جاری رہی حتیٰ کہ آنحضرت نمازِ عصر ادا نہ کرسکے۔ چنانچہ حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے جنگ خندق کے روز فرمایا اے اللہ کفار کے گھر اور قبر میں آگ سے

---

[۱] ایضاً صفحہ ۳۴

[۲] ایضاً صفحہ ۲۱۱، تلخیص الصحاح جلد سوم صفحہ ٦۴

[۳] تلخیص جلد سوم صفحہ ٦۵

[۴] ابن ہشام صفحہ ۳۳٦

بھردے جیسے کہ انہوں نے ہمیں بیچ کی نماز(یعنی عصر کی نماز) سے روک دیا اورسورج چھپ گیا[1]۔

محاصرہ طول کھینچ گیا۔ محاصرین بھی دل برداشتہ ہوگئے۔ کیونکہ ایک تو سردی کا موسم تھا اوردوسرا آندھی اس روز کی چلی کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ اکھڑ گئیں۔ اس بادِ صرصر کا واقعہ قرآن میں ہے" اے ایمان دارو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم پر فوجیں آئیں تو ہم نے ان پرآندھی بھیجی اورفوجیں بھیجیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں"(احزاب آیت ۹)۔

ادھر مسلمان بھی سخت تنگی میں گرفتار تھے۔ اس حالت میں نعیم بن مسعودہ جو قبیلہ عظفان کا رئیس تھا آنحضرت کے پاس آیا۔ وہ مسلمان ہوگیا تھا ۔ لیکن قریش اوریہود کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی اوریہ دونوں فریق اس کو مانتے تھے ۔ اس نے اس آڑ سے وقت میں مسلمانوں کی خیر خواہی کی اس نے حکمت عملی سے قریش اوریہود میں تفرقہ ڈال دیا[2]۔ وہ یہود کے پاس جاکر کہنے لگا کہ تم نے قریش کی بات مان کر محمد سے عہد شکنی کی ہے۔ جنگ کے بعد جب قریش اورعظفان اپنے گھروں کو چلے جائیں گے اور محمد تم پر عہد شکنی کی وجہ سے حملہ کرے گا تو تم کیا کروگے بہتر ہے کہ تم ان قبیلوں کے چند آدمی اپنے پاس بطوریرغمال رکھ لو تاکہ جب محمد تم پر حملہ کرے تو یہ قبیلے تمہاری امداد کو پہنچیں۔ یہود نے نعیم کی رائے پسند کیا اور کہا کہ ہم اس پر عمل کریں گے۔ پھر نعیم قریش اور عظفان کے پاس گیا اوران سے کہنے لگا کہ یہود اپنی عہدشکنی پر نادم ہیں اورانہوں نے محمد کو کہلا بھیجا ہے کہ ہم اس عہد شکنی کے بدلے قریش اور عظفان کے رؤسا گرفتار کرکے آپ کے پاس بھیجتے ہیں آپ اُن کو بے شک قتل کریں ۔ اسی طرح قریش اورعظفان اوریہود میں پھوٹ پڑگئی۔ ابوسفیان نے فوج کو کہا" جاڑے کا موسم ہے۔ آندھی نے سب کو پریشان کررکھا ہے نہ آگ جلتی ہے نہ خیمہ کھڑا ہوتا ہے یہود نے ہم سے وعدہ خلافی اور غداری کی ہے۔ محاصرہ بیکار ہے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ ہم واپس مکہ چلے جائیں اس پر دشمن کا تمام لشکر بیس بائیس دن کا محاصرہ کرکے واپس چلا گیا۔ قرآنی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ" اللہ نے کافروں کو غصہ اورغضب میں بھرا ہوا ہٹادیا اوران کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ لڑائی میں مسلمانوں کی طرف سے خدا کافی ہوگیا (یعنی لڑائی کی

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۱۲

[2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۳۸

نوبت نہ آئی)" (احزاب آیت ۲۵)۔ اس جنگ کا ذکر قرآن کے سورہ احزاب کے دوسرے اورتیسرے رکوع میں ہے۔

جنگِ نبی قریظہ

اسی سال اہلِ یہود کے قبیلہ بنی قریظہ کے ساتھ آنحضرت نے جنگ کرکے اس کا خاتمہ کردیا۔ اس کا مفصل ذکر آئیندہ کیا جائے گا۔

بی بی زینب سے نکاح

اسی سال آنحضرت نے بی بی زینب سے نکاح کیا۔اس نکاح سے پہلے بی بی زینب کا نکاح زید سے ہوگیا ہوا تھا۔آنحضرت نے زید کو اپنا متبنیٰ بیٹا بنالیاتھا اور بی بی زینب حضرت کی حقیقی پھوپھیری بہن تھیں۔ زید نے ان کو طلاق دیدی۔ طلاق کے بعد آنحضرت نے خود ان سے نکاح کرلینا چاہا لیکن اہلِ عرب متبنیٰ بیٹے کو اصلی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے اس خیال سے آپ نے تامل کیا۔ اس کے متعلق قرآن میں ہے " جب کہ تو اس شخص سے (یعنی زید سے) جس پر خدا نے اورتو نے احسان کیا تھا یہ کہتا تھا کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھ اور خدا سے ڈرتو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جس کو خدا ظاہر کردینے والا ہے اورتو لوگوں سے ڈرتا تھا حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیے تھا۔ پھر جب زید اس سے بے تعلقی کرچکا تو ہم نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کردیا تاکہ ایمانداروں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی عورتوں کے بارے میں تنگی نہ رہے جب وہ ان سے اپنی غرض پوری کرچکیں ۔ جو بات اللہ نے نبی کے لئے ٹھہرادی ہے۔ اس کے کرنے میں نبی کے لئے کچھ مضائقہ نہیں"(احزاب آیت ۳۷)۔ اس پر آنحضرت نے بی بی زینب سے نکاح کرلیا اورقرآن میں حکم ہوا" اللہ نے تمہارے لے پالک بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں ٹھہرایا۔ یہ توتمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ لے پالکوں کو اُن کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارو یہ اللہ کے نزدیک درست تر ہے"(احزاب آیت ۴، ۵)۔ پس زید جو اب تک " ابن محمد" کہلاتا تھا " ابن حارثہ" کہلانے لگا اورقرآن میں آیا " محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ۔ وہ اللہ کا رسول ہے"(احزاب آیت ۴۰)۔

عورتوں کے متعلق احکام

اسی سال عورتوں کے متعلق اصلاحی احکام نازل ہوئے اورحکم ہوا کہ اگر عورتیں گھروں سے نکلیں تو چادر اوڑھ کر گھونگٹ اس طرح نکالیں جس سے منہ بھی چھپ جائے۔ آنچل سینہ پر ڈالیں اورپاؤں جھٹک جھٹک کر نہ چلیں۔

متبنیٰ کی بیوی کے ساتھ بیاہ کرنا جائز ہوا۔

زنا کی سزا سو کوڑے بھی اسی سال مقرر ہوئی۔

اسی سال " حدِ قذف" نازل ہوئی ۔ اس کے مطابق کسی شخص کا بغیر شہادت کے عفیف عورتوں پر الزام لگانا جُرم قرار دیدیا گیا۔ اور شہادت کی عدم موجودگی میں لعان کا طریقه مقرر کیا گیا۔ یعنی مرد اورعورتیں اپنی سچائی کے ثبوت میں قسم کھائیں اوراس کے بعد ان میں جدائی کردی جائے۔

اسی سال آنحضرت کی ازدواج کے لئے غیر مردوں کے سامنے آنا قطعاً ممنوع ہوگیا۔ چنانچه قرآن میں ہے۔ " مومنو۔ نبی کے گھر میں داخل نه ہوا کرو مگر یه که تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ کھانا پکنے کی راہ نه دیکھا کرو۔ لیکن جب تم بلائے جاؤ تب آؤ۔ پھر جب کھاچکو تو آپ چل دو اورباتیں سننے کےلئے جی لگاکر نه بیٹھو۔ یه تمہاری بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے پھر نبی تم سے شرماتا تھا اوراللہ سچ بات سے نہیں شرماتا۔ اورجب تم نبی کی بیویوں سےکچھ اسباب مانگنے جاؤ تو ان سے پردہ کے باہر سے مانگ لیا کرو۔ اس میں تمہارے دلوں اوران عورتوں کےدلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے اورتم کو مناسب نہیں که اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاؤ اورنه یه کرو تم بنی کی عورتوں کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے اورتم کو مناسب نہیں که اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاؤ اورنه یه که تم نبی کی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی نکاح کرو۔ بے شك یه اللہ کے نزدیك بڑا گناہ ہے"(احزاب آیت ۵۳)۔ " نبی کا مسلمان پر ان کی جانوں سے زیادہ حق ہے اوراس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں"(احزاب آیت ٦)۔

٦ ہجری

غزوہ بنی لحیان

اس سال آنحضرت اہلِ رجیع کے انتقام کے لئے بنی لحیان سے جنگ کرنے کے لئے مدینه سے نکلے۔ آپ نے مسلمانوں کو کہا ہر ایک گھر میں سے جس میں دو آدمی ہوں ایك آدمی جہاد کے لئے جائے اورثواب دونوں کو ہوگا[1]۔

نبی لحیان کو جونہی معلوم ہوا وہ خوف کے مارے پہاڑوں کی چوٹیوں اورقلعوں میں بھاگ گئے اورآنحضرت واپس مدینه آگئے۔

غزوہ ذی قرد

ابھی آپ کو مدینه آئے دو تین روز ہی ہوئے تھے که غیبیه بن حصین غطفان کے چند سواروں کے لے کر آیا اورآنحضرت کے

---

[1] تلخیص الصحاح جلد دوم صفحه ۲۲۔ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحه ۴٦

اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا اور ایک چرواہے کو قتل کر کے اس کی عورت کو گرفتار کر کے لے گیا۔ آنحضرت نے ان کا تعاقب کیا اور ۴ ربیع الاول کے روز ذی قرد پہنچ گئے اور لٹیروں سے اونٹ اور چرواہے کی عورت چھڑا لائے۔ اس جنگ میں ایک مسلمان مارا گیا۔

غزوہ بنی مصطق

بنی مصطق کا ایک خاندان قبیلہ خزاعہ تھا جو قریش کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ اس کے سردار حارث نے آنحضرت سے جنگ کی تیاری کی آنحضرت اس خبر کو سنتے ہی لشکر لے کر ان کی طرف ماہ شعبان میں روانہ ہوئے آپ نے بے خبری کی حالت میں ان پر حملہ کردیا[1]۔ دونوں لشکر مقام مریسیع پر لڑے قتل وقتال کے بعد مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ بالغ مرد قتل ہوئے[2]۔ چھ سو اشخاص جن میں عورتیں اور بچے تھے گرفتار ہوئے اور غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۳۴۹

[2] تلخیص جلد چہارم صفحہ ۲۹۷

جنگ کے بعد انصار اور مہاجرین میں جھگڑا برپا ہوگیا[3] جس نے خوفناک صورت اختیار کرلی۔ منافق مسلمانوں کو یہ موقعہ ہاتھ آگیا اور عبداللہ بن اُبّے نے انصار کو کہا " تم نے مہاجرین کو اپنے مال میں سے حصہ دیا اور اپنے گھروں میں رکھا اگراب بھی تم ان لوگوں کو مدینہ سے نکال دو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا"۔ جب آنحضرت کو اس جھگڑے کی خبر ہوئی تو حضرت عمر نے کہا" یا رسول اللہ عبداللہ بن اُبّے کو قتل کردینا مناسب ہے"۔ آپ نے کہا " اے عمر۔ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے" ۔ اس پر عبداللہ بن اُبے کا بیٹا جو خالص مسلمان تھا آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا"۔ یارسول اللہ۔ میں نے سننا ہے کہ آپ میرے باپ کا قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ مجھ کو حکم دیں کہ میں اس کا سرتن سے جدا کردوں کیونکہ میں یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ کوئی اور شخص اس کو قتل کرے" آنحضرت نے جواب دیا کہ" ہم اس کے قتل کے خواہاں نہیں بلکہ اس کی صحبت کو بہتر کہتے ہیں"۔

[3] بخاری جلد دوم صفحہ ۳۴۶، ابن ہشام صفحہ ۳۵۶

بی بی جویریه سے نکاح

جب آنحضرت نے قیدیوں کو تقسیم کیا تو قبیلہ خزاعہ کے سردار حارث کی حسین بیٹی بی بی جویریہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ۔ اس نے ثابت سے کہا کہ مجھ سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دو۔ ثابت نے منظور کرلیا ۔ بی بی جویریہ آنحضرت کے پاس آئی ۔ تاکہ آپ سے روپیہ مانگ کر ادا کردے۔ آپ نے کہا کہ میں تمام روپیہ ادا کرتا ہوں تم مجھ سے شادی کرلو۔ بی بی جویریہ نے اس بات کو قبول کرلیا جب یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوئی ۔ تو انہوں نے اس رشتہ کے سبب تمام اسیرانِ جنگ کو رہا کردیا۔

واقعہ اِفک

جب آنحضرت واپسی کے وقت مدینہ کے قریب ایک منزل پر پہنچے تو وہاں رات رہے۔ آپ نے رات ہی کے وقت کوچ کا حکم دے دیا۔آنحضرت کی زوجہ بی بی عائشہ اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ کوُچ کرنے سے پہلے اُن کو معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے وقت ایک ہاران کے گلے سے گر پڑا ہے جب وہ اس کی تلاش میں گئیں تو چونکہ بدن کی ہلکی تھیں لوگوں نے ہودج اٹھاتے وقت خیال کیاکہ وہ ہودج میں ہی بیٹھی ہیں اوروہ ہودج کو اونٹ پر لے گئے جب وہ ہار ڈھونڈ کر واپس آئیں تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ اتفاق سے ایک شخص صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے بی بی عائشہ کودیکھ لیا اوراپنے اونٹ پر سوار کرکے خود نکیل پکڑ کر آگے چلا۔ اور صبح کے وقت لشکر میں آگیا۔ اس پر لوگوں نے بی بی عائشہ پر زنا کا بہتان لگایا۔ اس تہمت کا بانی عبداللہ ابن اُبے سلول رئیس المنافقین تھا ۔ اور حسان بن ثابت ۔ حمنہ بنت حبش جو حضرت کی زوجہ بی بی زینب کی ہمشیرہ تھی۔ جب آنحضرت نے یہ تہمت سنی تو آپ کو بہت رنج اورقلق ہوا لیکن بی بی عائشہ کو اس بہتان کی خبر نہ تھی۔ جب وہ مدینہ میں آئیں تو بیمار ہوگئیں لیکن آنحضرت کو خلافِ عادت اپنی طرف بیماری کے وقت متوجہ نہ پایا اورمیکے چلی گئیں۔ وہاں جاکر کئی دنوں کے بعد جب اُن کو اس بہتان کا پتہ لگا تو ان کو سخت صدمہ پہنچا ۔ اس بہتان کی وجہ سے انصار کے قبائل اَوس اورخزرج میں بھی جھگڑا برپا ہوگیا۔ آنحضرت نے حضرت علی اوراسامہ بن زید کو مشورہ کے لئے طلب کیا۔ اسامہ نے کہا " یا رسول اللہ ۔ یہ تہمت بالکل جھوٹ ہے میں آپ کی اہلیہ محترمہ کی نسبت بھلائی کے بغیر کچھ نہیں جانتا" حضرت علی نے کہا" یارسول اللہ ۔ آپ بی بی عائشہ سے دریافت کریں وہ آپ سے سچ سچ کہہ دیں گی"۔ پس

آنحضرت بی بی عائشہ کے پاس گئے اورکہا" جو خبر لوگوں میں تمہاری نسبت مشہورہورہی ہے تم نے بھی سنی ہے پس اگر وہ سچ ہے تب تم خدا کے حضورتوبہ کرلو۔ خداتوبہ کوقبول فرماتا ہے" بی بی عائشہ زار زار رورہی تھیں۔ انہوں نے جواب دیا" میں خدا کے حضورکس بات کی توبہ کروں؟ اگر میں انکارکروں توکسی کو یقین نہیں آئے گا اوراگر اقرارکروں تو میں ایک ایسی بات اپنے ذمہ لیتی ہوں جس سے میں بری ہوں"۔ ابھی آنحضرت وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ آیات نازل ہوئیں " بے شک جن لوگوں نے یہ طوفان اٹھایا ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کوتم اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے واسطے بہتر ہے۔ ان بہتان والوں میں سے ہرشخص نے جتنا گناہ کیا ہے اس کی سزا پائے گا اورجس نے اس بہتان میں زیادہ حصہ لیا ہے(یعنی اصل بانی ہے) اس کے واسطے بڑا عذاب ہے۔ مسلمانو۔ جب تم نے ایسی بات سنی تومومن مردوں اورعورتوں نے اپنے مومن بھائی بہنوں کے حق میں نیک گمان کیوں نہ کیا کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔ کیوں اس تہمت پر چارہ گواہ نہ لائے۔ پھر جب وہ گواہ نہ لائے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ہیں۔۔۔۔ جب تم ایسی بات کو اپنی زبانوں سے نقل کرنے لگے اوراپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کوعلم نہ تھا تم نے اس کو ایک ہلکی بات سمجھا حالانکہ خدا کے نزدیک یہ بات بہت بڑی تھی اورجب تم نے اس کو سنا تھا کیوں نہ کہا کہ ہمیں ایسی بات بولنا لائق نہیں۔ اے اللہ تو پاک ہے یہ بڑا بہتان ہے" (سورہ نورآیت ۱۱تا ۱۵)۔ جب بی بی عائشہ کی بریت ان آیات سے ظاہر ہوگئی توآنحضرت نے بہتان لگانے والوں کو اتنی ۸۰، ۸۰ کوڑے لگوائے ۔لیکن آپ نے عبداللہ بن ابے رئیس المنافقین کوکوڑے نہ لگوائے اوراس کو چھوڑدیا۔ اس واقعہ کو واقعہ اِفک کہتے ہیں[1]۔

عمرہ حدیبیہ

ماہ ذیعقد میں آپ نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا اوراس غرض کے واسطے مکہ چلے[2] آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا۔ اس ارادہ کی خبر سن کر مسلمان چاروں طرف سے آنے لگے یہاں تک کہ آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ قریش آپ سے برسر جنگ ہوجائیں۔ پس آپ نے قربانی کے ستر اونٹ ساتھ لئے اورحکم دیا کہ کوئی شخص سوائے تلوار کے جو

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۱۶۔ تلخیص جلد اول صفحہ ۲۱۳ ۔ابن ہشام صفحہ ۳۵۹

[2] تلخیص جلد چہارم صفحہ ۳۱.

نیام میں بند ہو او رہتھیار باندھ کر نہ آئے۔ اس سفر میں چودہ سو آپ کے ہمراہ ہوگئے۔

اِدھر جب مکہ میں خبر ہوئی تو قریش نے کہا[1] کہ ہم ہرگز محمد کو مکہ میں آنے نہ دیں گے ۔ پس انہوں نے بڑے زور شور سے مقابلہ کی تیاری کی اور آنحضرت پر چڑھ آئے۔ حضرت نے یہ حال دیکھ کر دوسرا راہ اختیار کرلیا او رحکم دیا کہ حدیبیہ کی طرف سے نکل چلو۔ یہاں پہنچ کر آپ نے مقام کیا۔ یہاں قبیلہ خزاعتہ کا سردار بدیل آپ کے پاس آیا۔ آنحضرت نے اس کے ہاتھ قریش کو کہلا بھیجا کہ میں عمرہ کرنے آیا ہوں ۔لڑنے کے لئے نہیں آیا۔ قریش کو جنگ نے بہت ضرر پہنچایا ہے پس اگر وہ صلح کرنا چاہیں تو میں ان کے لئے ایک مدت مقرر کردوں۔ اگر قریش اس عرصہ میں مسلمان ہوجائیں تو اچھا لیکن اگر اس عرصہ میں وہ مسلمان نہ ہوں۔ تو وہ صلح سے آرام تو پائیں گے۔ اگر کفار قریش یہ بھی نہ مانیں گے تو خدا کی قسم میں اُن سے لڑتا رہوں گا یہا ں تک کہ میں مرجاؤں یا خدا اپنے دین کو غلبہ دے۔ بدیل نے جاکر قریش کو یہ باتیں سنائیں۔ قریش نے کہا ہم محمد کو مکہ میں ہرگز داخل ہونے نہ دیں گے ۔ وہ عمرہ کا بہانہ کرکے شہر کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ پھر ہماری جگ ہنسائی ہوگی۔ پس قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود تقفی آنحضرت کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد کیا تو اپنی قوم کی جڑ اکھاڑ ڈالے گا؟ کبھی تونے تمام عرب میں کسی ایسا کرتے دیکھا یا سنا ہے۔ اِدھر قریش برسر پیکار ہیں اور انہوں نے عہد کر رکھا ہے کہ تم کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اور وہ تمہارے ساتھیوں کو شکست دے کر بھگادیں گے پھر تم اکیلے کیا کرسکوگے"؟ ابوبکر یہ سن کر بے تاب ہوگیا اور گالی دے کر کہنے لگا " کیا ہم رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے"۔ عروہ گفتگو کرتے وقت بے تکلفانہ حضرت کی داڑھی کو باربار ہاتھ لگاتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ ہتھیار لگائے پاس کھڑا تھا اُسے یہ حرکت گوارا نہ ہوئی۔ اس نے اس کے ہاتھ پر تلوار کی فعل مار کر کہا اپنا ہاتھ دور رکھ۔ ابوبکر اور مغیرہ اور دیگر صحابہ کی عقیدت نے عروہ پر بڑا اث رکیا۔ اس نے قریش کو جاکر کہا" اے قریش ۔ میں نے قیصر اور کسریٰ اورنجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں لیکن کسی کو اس درجہ کی تعظیم وتکریم کرتے نہیں دیکھا جیسا محمد کے صحابہ کو دیکھا ہے۔ اگر وہ وضو کرتا ہے تو آبِ وضو صحابہ لے لیتے ہیں۔ اگر وہ تھوکتا ہے تو وہ تھوک کو اٹھا لیتے ہیں اورمنہ اوربدن پر مل لیتے ہیں ۔ اگر اس کا کوئی

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۳

بال جھڑجاتا ہے تو وہ بطورمتبرک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں ۔ جب وہ کلام کرتا ہے تو وہ چپ ہوجاتے ہیں اوران کی طرف تعظیم کے مارے نظر اٹھاکرنہیں دیکھتے"۔

اب قریش نے جنگ کرنے پر کمر باندھ لی اورپچاس آدمیوں کا ایک دستہ حملہ کرنے کے لئے آیا اورانہوں نے آنحضرت پر تیر اندازی کی ۔ آنحضرت نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کرلیں۔ صحابہ نے ان کو گرفتار کرکے آنحضرت کے سامنے پیش کیا اورآپ نے ان کو معاف کرکے چھوڑدیا ۔ قرآن میں اس واقعہ کی طرف اس آیت میں نازل اشارہ ہے۔ " وہ وہی خدا ہے جس نے مکہ میں ان لوگوں کے ہاتھ تم سے اورتمہارے ہاتھ ان سے روک دئیے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا"(سورہ فتح آیت ۲۴)۔

بیعت رضوان

بلا آخر آنحضرت نے حضرت عثمان کو مکہ کی طرف گفتگوئے صلح کے لئے بھیجا وہ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ گئے اورحضرت کا پیغام سنایا۔ قریش نے خفا ہوکر ان کو روک لیا۔ لیکن مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان مارے گئے ہیں۔ اس پرآنحضرت نے فرمایاکہ میں ہرگز یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک قریش سے اس کا بدلہ نہ لے لوں۔ یہ کہہ کر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اورصحابہ سے موت اورجان نثاری[1] کی بیعت کی اوران کو کہا کہ تم آج سب اہل زمین سے افضل ہو[2]۔ اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے۔ قرآن میں اس واقعہ کا یوں ذکر آیا ہے" خدا مومنوں سے راضی تھا جب وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے سو خدا نے معلوم کرلیا جوکچھ اُن لوگوں کے دلوں میں تھا تو خدا نے ان پر تسلی نازل کی اورایک قریب کی فتح دی"(سورہ فتح آیت ۱۸)۔

صلح حدیبیہ

بیعت کے بعد معلوم ہواکہ حضرت عثمان کے قتل کی افواہ غلط تھی۔ قریش نے سہیل بن عمرو کو جو فصاحت وبلاغت کے باعث "خطیب قریش" کہلاتا تھا آنحضرت کے پاس بھیجا اورکہا توجاکر محمد کو اس بات پر راغب کرکہ وہ اس سال واپس چلا جائے ورنہ تمام عرب یہ طعنہ دیں گے کہ محمد نے زبردستی عمرہ کرلیا اور قریش کچھ نہ کرسکے۔ وہ آنحضرت کے پاس آیا۔ شرائط صلح پر دیر

---

[1] ایضاً صفحہ ۳۲۰

[2] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحہ ۳۱۴

تک گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر یہ طے[1] ہوا کہ صلح کا معاہدہ دس برس تک قائم رہے گا۔ اور فریقین ایک دوسرے سے جنگ آزما نہوں گے۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال آکر صرف تین روز مکہ میں تلواریں نیام میں کئے ہوئے رہ کر چلے جائیں گے۔ جو شخص قریش میں سے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان آنحضرت کے پاس جائے گا۔ وہ اس کو واپس کردیں گے۔ لیکن اگر آنحضرت کا کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے گا تو قریش اس کو واپس نہ کریں گے۔ قبائل عرب میں سے جو آنحضرت کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں کرلیں جو قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں کرلیں۔

جب صلح کی شرائط ہوگئیں تو آنحضرت نے حضرت علی کو حکم دیا کہ عہد نامہ لکھیں۔ اور کہا لکھو" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ سہیل نے کہا میں اس کو نہیں جانتا۔ باسمک اللہمہ لکھو جو ہمارے آباؤ اجداد لکھتے آئے ہیں کہ آنحضرت نے منظور کرلیا۔ اس عہدنامہ کا پہلا فقرہ تھا۔" یہ وہ صلحنامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے منظور کیا"۔ سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم تم کو" رسول اللہ" جانتے تو تم سے کیوں لڑتے۔ تم اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھو" آنحضرت نے علی

[1] ابن ہشام صفحہ ۳۶۸

سے کہا اچھا" محمد رسول اللہ" کی جگہ" محمد بن عبداللہ" لکھو۔ حضرت علی نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ" کا لفظ مٹاکر" ابن عبداللہ" لکھ دیا۔[2]

شرائط صلح کا اثر

چونکہ عہد نامہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ صحابہ کو بہت رنج ہوا[3]۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کے دل میں آنحضرت کی نبوت کے بارے میں شکوک پیدا ہوگئے۔ وہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے" یارسول اللہ کیا آپ خدا کے برحق پیغمبر نہیں"؟ آپ نے جواب دیا کہ" ہاں میں اللہ کا برحق رسول ہوں"۔ پھر حضرت عمر نے پوچھا" کیا ہم مسلمان نہیں اور حق پر نہیں"؟ آپ نے جواب دیا کہ" ہاں"۔ پھر انہوں نے پوچھا" کیا یہ مشرک نہیں اور بطالت پر نہیں"؟ آپ نے جواب دیا کہ" ہاں"۔ حضرت عمر نے کہا" پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے دین میں کمزوری اختیار کریں اور ایسی ذلت آمیز شرائط قبول کرلیں"۔ آپ نے جواب دیا" میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ وہ

[2] بخاری جلد اول صفحہ ۳۷۵

[3] تاریخ ابو الفدا جلد دوم صفحہ ۵۱

آپ میری مدد کرے گا"۔ حضرت عمر نے کہا" لیکن کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم کعبہ کا طواف کریں گے"۔ آنحضرت نے جواب دیا"۔ ہاں میں نے کہا تھا لیکن یہ تونہیں کہا تھاکہ اسی سال کریں گے" حضرت عمر نے یہی باتیں ابوبکر سے کہیں۔ انہوں نے جواب دیاکہ جو حضرت کرتے ہیں تم اسی کو بہتر سمجھو[1]۔

عین اُس وقت جب یہ معاہدہ لکھا جارہا تھا سہیل کا بیٹا ابوجندل جو مسلمان ہوچکا تھا اورمکہ میں قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں اٹھاتا تھا بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آیا اور سب کے سامنے گرپڑا سہیل نے جو اپنے بیٹے کو دیکھا اس کو ایک طمانچہ مارا اورآنحضرت کو مخاطب کرکے کہنے لگا"۔ اے محمد۔ اس عہد نامہ کی تعمیل کرو اورشرائط کے مطابق میرے بیٹے ابوجندل کے مجھے واپس دیدو"۔ یہ سن کر ابوجندل نے کہا" ۔ یا رسول اللہ کیا میں کافروں کو واپس دیدیا جاؤں گا تاکہ وہ مجھے عذاب دیں"۔ آنحضرت نے کہا" اے ابوجندل۔ تم چندے اورصبرکرو"۔ عنقریب اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ میں مجبور ہوں۔ میں نے عہد کرلیا ہے اورعہد کے خلاف نہیں کرسکتا "۔ اس پر ابوجندل نے اپنے زخموں

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳٦۷

کے نشان دکھاکر کہا " اے مسلمانو۔ کیا تم مجھ کو جو مسلمان ہوں کافروں کے ہاتھ میں دے رہے ہو تاکہ وہ مجھ کو ایذائیں دیں۔ سب حاضرین کے دل بھرآئے یہ موقعہ ان کی عقیدتمندی اوراطاعت کی آزمائش کا موقعہ تھا۔ لیکن وہ امتحان میں پورے اُترے اورابوجندل کواُسی طرح پابہ زنجیر واپس جانا پڑا[2]۔

ان واقعات نے مسلمانوں کو نہایت افسردہ خاطراور دل شکستہ کردیا۔ جب آنحضرت نے حکم دیا کہ لوگ وہیں قربانی کرلیں توآپ کے تین دفعہ باربار کہنے پر بھی کوئی شخص نہ اٹھا۔ آخر اپنی بیوی حضرت ام سلمہ کی صلاح کے مطابق آپ خود کھڑے ہوئے اوراپنے اونٹ کو قربانی کیا۔ تب لوگوں نے بھی قربانیاں کیں اوراحرام اُتارا۔

جب آپ مدینہ کو واپس آرہے تھے توراہ میں سورہ فتح نازل ہوئی اور اللہ نے فرمایا" بے شک ہم نے (اس صلح کے ہونے سے)تجھے ظاہر فتح بخشی اورتیرے اگلے پیچھلے سب گناہ بخش دئیے اوراپنی نعمت تجھ پرپوری کردی اورسیدھے راستہ کی تجھ کوہدایت دی"(سورہ فتح آیت ۱تا ۳)۔ جب یہ آیت نازل ہوئی توآپ نے

[2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳٦۸

حضرت عمر کو بُلا کربتایا۔ حضرت نے عمر نے پوچھا" کیا فتح اسی کانام ہے" آپ نے جواب دیا" ہاں "۔ اس پر حضرت عمر کو تسلی ہوئی اوران کو اطمینان ہوگیا۔

حُدیبیہ کے صلحنامہ میں ایک شرط تھی کہ جو مسلمانوں کو زیادہ تکلیف دینے لگے۔ ابوبصیر ایک مسلمان مکہ میں قید تھا وہ بھاگ کر مدینہ آگیا۔ قریش نے دوآدمیوں کوآنحضرت کے پاس بھیجا کہ اس کو واپس کردیں۔ آپ نے ابوبصیر کو ان آدمیوں کے ساتھ واپس بھیج دیا ۔ راہ میں ابوبصیر اُن میں سے ایک کو قتل کرکے مدینہ واپس چلا گیا۔ اورکہا" یا رسول اللہ ۔ آپ نے اپنے عہد کو پورا کردیا"۔ آپ نے کہا" یہ شخص توآتشِ جنگ کو شعلہ زن کرنے والا ہے۔ کاش اس کا کوئی مددگار ہوتا[1]۔ پھر وہ مدینہ سے سمندر کے کنارے مقام عیص چلا گیا۔ اس راہ سے قریش کے قافلے شام کو آتے جاتے تھے ۔ مکہ کے مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ابوبصیر اب عیص میں رہتا ہے تو وہ بھی موقعہ پاکر اس کے پاس بھاگ گئے اور وہاں ابوجندل اور تقریباً ستر مسلمان رہنے لگ گئے۔ اُن کا دستورتھاکہ قریش کے قافلوں کو لوٹ کر گزارہ کرتے اور قریش کے آدمیوں کو قتل کردیتے۔ جب قریش کا اس طرح قافیہ تنگ ہوا توانہوں نے آنحضرت کو لکھا کہ ہم معاہدہ کی اس شرط سے بازآتے ہیں۔ اگر مسلمان مدینہ جانا چاہیں تو ہم تعرض نہ کرینگے[2]۔ تب آپ نے ان سب لوگوں کو مدینہ بلالیا۔

حُدیبیہ کے معاہدہ میں صلح کی یہ جوشرط تھی کہ مکہ سے مسلمان مدینہ آنحضرت کے پاس نہ جائے گا۔ اس میں عورتیں داخل نہ تھیں ۔ عورتوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی "۔ اے ایمان والو جب مسلمان عورتیں ہجرت کرکے تمہارے پاس آئیں تم ان کے ایمان کوجانچو۔ خدااُنکے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پس اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کے پاس واپس نہ بھیجو۔ یہ عورتیں کفار کےواسطے حلال نہیں اورنہ کفاران کےواسطے حلال ہیں۔ اورجو مہر کافروں نے ان کودیا ہے۔ وہ تم ان کو دیدو اوراگر تم مہر دے کر ان سے شادی کروتم پر گناہ نہیں اورکافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی کافر میں جانکلے توتم کافروں کوکھپا مارو"(ممتحنہ آیت ۱۰تا ۱۱)۔ پس صحابہ میں سے جن کی بیویاں مکہ میں کفر کی حالت میں تھیں ان کو طلاق دے دگئی۔

---

[1] تلخیص الصاح جلد چہارم صفحہ ۳۰۵

[2] ابن ہشام صفحہ ۳۱۷

امام زہری کا قول ہے کہ حُدیبیہ کی صلح سے بڑھ کر اسلام میں کوئی فتح نہیں ہوئی[1]۔ اس صلح کی وجہ سے مکہ اورمدینہ میں آمدورفت شروع ہوگئی اورکافر اورمسلمان باہم آشتی اورصلح سے ملنے لگے اورتجارتی تعلقات قائم ہوگئے ۔ پس مسلمانوں اورکافروں میں دینی مسائل پربحث چھڑ جاتی اورلوگ قائل ہوکر مسلمان ہوجاتے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدرلوگ مسلمان ہوئے کہ کبھی نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پرآنحضرت کے ساتھ چودہ سو اشخاص تھے لیکن فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزارآدمی تھے[2]۔

منافقین کی جماعت

ان کثیر التعداد نومسلموں میں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو محض مذہب کی خاطر مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام کے غلبہ کو دیکھ کر رفتارِزمانہ کی خاطر مسلمان ہوگئے تھے۔ ان کے دل اہلِ کفر وشرک کی طرف مائل تھے۔ اورجب موقعہ پاتے اُن کے ساتھ جاملتے۔ ایسے لوگوں کو قرآن " منافق" کے نام سے یاد کرتا ہے ۔ انہی لوگ کی نسبت قرآن کہتا ہے کہ" وہ خدا کو اورمسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اوراس بات کو نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔ خدا نے ان کی بیماری کوبڑھا دیا۔ اُن کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ خبردار یہی لوگ مفسد ہیں مگر شعورنہیں رکھتے اورجب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اورلوگوں نے قبول کیا ہے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کیا ہم ان جاہلوں کی طرح اسلام قبول کرلیں درحقیقت یہی لوگ جاہل ہیں مگر اسبات کو نہیں سمجھتے۔ جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو ایماندارہیں اورجب اپنے شیاطین کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں تو کہتےہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اورمسلمانوں سے ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں"(سورہ بقرہ آیت ۷تا ۱۳)۔ اس گروہ کا سردار عبداللہ بن اُبے سلول تھا۔ جس کا ذکر کئی بار ہوچکا ہے ۔ آنحضرت کے مدینہ آنے سے پہلے اس اورخزرج یعنی انصار کے دونوں قبیلوں نے خانگی جنگلوں سے تنگ آکر اس کے اقتدار کی وجہ سے بالاتفاق اسکو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا تھا اوراس کے واسطے

---

[1] تلخیص الصحاح جلد ششم صفحہ ۲۱۸

[2] بخاری جلد سوم صفحہ ۱۵۰

ایک تاج بنوایا تھا[1]۔ ابھی اس کی تاجپوشی کی رسم ادا نہیں ہوئی تھی کہ قوم انصار اسلام کی طرف رجوع ہوگئی۔ پس عبداللہ کو آنحضرت کا مدینہ آنا اور غالب ہونا نہایت شاق گذرا چنانچہ جب آنحضرت مدینہ گئے تو ایک دفعہ وہ آپ کو راستہ میں ملا تو آپ سواری سے اُتر کر اس کو ملنے گئے اوراس کو دعوتِ اسلام دی اور قرآن سنایا۔ جب آپ اپنی نصیحت ختم کرچکے تو اس نے کہا"یہ تمہاری باتیں اچھی نہیں[2]۔اگر یہ حق ہیں تو تم اپنے گھر میں اُن کو سناؤ جو تمہارے پاس آئے اورجو تمہارے پاس نہ آئے تو اس کی مجلس میں جاکر ایسی باتیں کرکے خواہ مخواہ تکلیف نہ دیا کرو۔ ہم سے پرے ہٹ کے رہو۔ تمہارے گدھے کی بُونے ہم کو بہت تکلیف دی[3]۔ پس مدت تک وہ شرک کی حالت میں رہا۔ بلاآخر اسلام کا غلبہ دیکھ کر مجبو ولاچار ہوکر اسلام میں داخل ہوگیا لیکن تمام عمر منافق رہا اورنفاق کی حالت میں ہی مرا۔ پوری سورہ منافقوں اس کی نسبت نازل ہوئی ہے۔ ایک اورشخص جلاس تھا۔ وہ بھی منافقین کےگروہ میں سے تھا اس نے آنحضرت کی نسبت کہاکہ" اگر یہ شخص سچا ہے تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں"۔ جب آنحضرت نے اس سے بازپرُس کی تو انکار کرگیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "۔ وہ اللہ کی قسم کھاکر کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے بالضرور کلمہ کفر کہا ہے اوراسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے ہیں"(سورہ توبہ آیت ۵۵)۔ اس کا بھائی حرث بھی منافق تھا۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگِ احد میں نکلا لیکن موقعہ پاکر اس نے دومسلمانوں کو قتل کردیا اور قریش میں جاملا۔ ایک شخص نبتل بن حرث منافق تھا۔ جو آنحضرت کے پاس آکر آپ سے باتیں کرتا اورپھر وہ باتیں منافقوں سے نقل کرتا اور کہتا کہ محمد کان کا کچا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی " بعض لوگ نبی کو ایذا پہنچاتے اور کہتے ہیں کہ وہ کان کا کچا ہے "تو کہہ کہ اس کا کان کچا ہونا تمہارے واسطے بہتر ہے"(سورہ توبہ آیت ۶۱)۔ معتب بن قشیر منافق نے جنگِ احزاب کے وقت کہاکہ" محمد ہم سے قیصر اورکسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کرتا ہے اوریہاں حال یہ ہے کہ ہم کو پاخانہ کے واسطے جانا بھی امن سے نصیب نہیں ہوتا"۔ منافقوں کا ایک گرہ مسجدِ ضرار کا بانی تھا۔ جس کا ذکر آگے آئیگا۔ جنگِ خندق کے روز منافقین بہانہ کرکے اپنےگھروں کو لوٹ گئے ۔ منافقوں کے گروہ کی

---

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۳۷۴

[2] بخاری جلد اول صفحہ ۱۷۳،صفحہ ۱۸۶

[3] بخاری

نسبت قرآن میں مثال ہے "اُن کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب اس آگ سے اس کے اردگرد کی جگہ روشن ہوگئی خدا نے ان کی روشنی کو بجھادیا اور اندھیروں میں ان کو چھوڑدیا کہ کچھ ان کو دکھائی نہیں دیتا۔ یہ لوگ حق بات کے سننے سے بہرے ہیں اوران کے بولنے سے گونگے اوراس کے دیکھنے سے اندھے ہیں پس یہ اپنی حرکتوں سے بازنہ آئیں گے" (سورہ بقرآیت ۱۶)۔

بض منافق ایسے بھی تھے جومدینہ کی آب وہوا کی ناسازگاری کا بہانہ کرکے آنحضرت سے اجازت لے کر باہر دیہات میں نکل گئے اور کھسکستے کھسکتے انہوں نے مشرکوں کے پاس جاپناہ لی (سورہ نسا آیت ۹۰۔ ۹۳)۔ قرآن منافقوں کی حقیقت بیان کرکے کہتا ہے کہ" منافق خدا کو فریب دیتے ہیں اورخدا اُنہیں فریب دیتا ہے ۔جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں توسستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کودکھلاتے ہیں کہ اورخداکو یاد نہیں کرتے مگرتھوڑا۔ وہ اقراراورانکار کے درمیان تردد میں ہیں۔ نہ ان میں اُن میں بے شک منافق آگ کے طبقہ زیرین میں رہیں گے" (سورہ نسا آیات ۱۴۱۔ ۱۴۴)۔ یہ لوگ اسلام کا غلبہ دیکھ کر اوراس کی قوت اورطاقت سے متاثر ہوکر بظاہر اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئے تھے (مائدہ آیت ۵۷۔ ۵۸) ان منافقین کی جماعت میں مرد بھی تھے اورعورتیں بھی تھیں(سورہ توبہ آیات ۶۸۔ ۷۰)۔ قرآن میں جابجا منافقین کی جماعت پر سخت عذاب کا وعدہ ہے (سورہ نساء ۱۳۷ وغیرہ)۔

منافقین جب موقعہ پاتے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ خفیہ ریشہ دوانیاں کرتے۔ لیکن آنحضرت ان سے نہایت بردباری سے پیش آتے ۔ چنانچہ جب عبداللہ بن اُبے مرگیا توآپ نے میت کوپہنانے کے لئے اپنا کُرتہ دیا اورکہا کہ جب جنازہ تیارہوجائے مجھے اطلاع دینا میں اس کی نمازجنازہ پڑھوں گا[۱]۔ جب آپ اس کی نمازجنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر نے کہا آپ نمازنہ پڑھیں وہ منافق تھا اوراس نے فلاں فلاں دن ایساایسا کہا تھا اوراللہ نے منافقوں کاجنازہ پڑھنے سے آپ کومنع کیا ہے۔ آپ نے جواب دیاکہ مجھے پڑھنے اورنہ پڑھنے دونوں کا اختیاردیاگیاہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ" اے نبی تم منافقوں کے لئے چاہے استغفارکرو چاہے نہ کرو۔ اگرتم ان کے لئے ستربار استغفار کروگے تب بھی اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا(سورہ توبہ آیت ۸۱)۔ پھر آپ نے کہا" اگرمجھے معلوم ہو کہ سترمرتبہ سے زیادہ دعا مانگنے سے خدا بخشیگا تو میں ضرور ستر

---

[۱] تلخیص جلد پنجم صفحہ ۱۵

سے زیادہ مرتبہ دعا مانگتا"۔ پس آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس پر قرآن میں آیا" اے نبی منافقوں میں سے جو شخص مرجائے تم اس پر نماز نہ پڑھو اورنہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ بے شک ان لوگوں نے اللہ اوراس کے رسول کا انکارکیا اوربدکاری کی حالت میں مرگئے"(سورہ توبہ آیت ۸۵۔ ۸۶)۔

آنحضرت کا یہ قاعدہ تھاکہ جہاں تک ہوسکتا ایسے لوگوں سے کبھی تعرض نہ کرتے جو منہ سے کلمہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک منافق نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ کو کہا" یا محمد خدا سے ڈرو اورتقسیم کرنے میں امانت داربنو۔صحابہ میں سے ایک نے کہا" یارسول اللہ میں اس کی گردن اڑادوں" آپ نے جواب دیاکہ نہیں ۔ وہ نماز پڑھتاہے اور مسلمان ہے ۔ صحابی نے کہا" بہت نمازی منافق بھی ہوتے ہیں"۔آپ نے جواب دیا کہ" مجھے اللہ نے یہ نہیں کہا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگاکر دیکھوں اورنہ حکم کیا ہے کہ میں ان کے پیٹ چیرکر معلوم کروں[1]۔

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ اُسامہ بن زید کو گروہ حرقہ کی طرف بھیجا۔ اس نے اس گروہ کو شکست دی۔ ایک آدمی نے جس کو مسلمانوں نے گھیرلیا تھا زبان سے کلمہ لا الہ اللہ پڑھا لیکن اُسامہ نے اس کو قتل کردیا۔ آنحضرت کو یہ معلوم ہوا آپ نے اسامہ سے پوچھا تو اس نے جواب دیاکہ اُس شخص نے اپنے بچاؤ کے لئے کلمہ پڑھا تھا اوروہ سچا مسلمان نہ تھا۔ آپ اُسامہ سے سخت ناراض ہوئے اورآپ نے کہا" تونے اس کا دل چیرکردیکھا تھا۔ تجھ کو دل کا حال کیسے معلوم ہوگیا[2]۔

اہلِ یہود اورآنحضرت کے تعلقات

از۲ ہجری تا ۸ ہجری

(۱)

یہود اورانصار کے تعلقات

ہم ذکر کرچکے ہیں کہ مدینہ میں اَوس اورخرزج کے قبائل آباد تھے۔ جو اسلام سے پہلے بُت پرست تھے۔ یہ جنگجو قبیلے تھے اوردیگر قبائل کی طرح خانہ جنگی کی بیماری میں مبتلا رہتے تھے۔ ان میں سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں یہاں تک کہ سب سے آخر کی جنگ میں

---

[1] بخاری

[2] تلخیص جلد چہارم صفحہ ۷۵

دونوں قبیلوں کے نامور شجاع قتل ہوگئے ۔ اس جنگ کا نام بعاث تھا ان متواتر لڑائیوں کی وجہ سے دونوں قبائل کمزور ہوگئے تھے ۔

اہلِ یہود کے تین قبیلے قینقاع ۔نصیر اور قریظہ مدینہ کے گردونواح میں آباد تھے۔ اورانہوں چھوٹے چھوٹے قلعے بنالئے تھے جن میں وہ سکونت کرتے تھے ۔ وہ اولاد کی کثرت کی وجہ سے بیس قبیلوں کے قریب بن گئے تھے اوردولتمند تجارت پیشہ تھے۔ مدینہ میں ان کے مذہبی مدرسے تھے جن میں تورات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اَوس اورخزرج کے بُت پرست قبیلے گو مشرک تھے۔ لیکن مذہبی طورپر یہود کے زیرِ اثر تھے۔ چنانچہ اِن بُت پرست قبائل میں جس شخص کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی وہ یہ منت مانتا تھا کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تویہودی بنادیا جائے گا ۔ چونکہ یہ دولتمند تھے اس لئے اہلِ مدینہ (اَوس اورخزرج) عموماً اُن کے مقروض رہتے تھے۔ اوران کے سُود کی شرح بہت بڑی ہوتی تھی ۔ یہودی بعض اوقات ایسا ظلم کرتے تھے کہ قرضہ میں بال بچوں اورعورتوں کو رہن رکھ لیا کرتے تھے ۔ پس دینی اوردینوی اعتبار سے ان کو اہل مدینہ پر تفوق اوراقتدار حاصل تھا۔

آنحضرت اوراہلِ یہود کا سلوک

جب آنحضرت مدینہ آئے تو آپ نے ہر ممکن طور پر کوشش کی کہ آپ کا اتحاد اہلِ یہود کے ساتھ ہوجائے۔ آپ شروع ہی سے اہلِ یہود کی کتب سماوی کے مداح تھے اورانبیائے بنی اسرائیل کی رسالت کے قائل تھے۔ آپ نے اپنی رسالت اورقرآن کی صداقت کا انحصار اہل یہود کی کتب پر رکھا تھا۔ آپ نے ایک حد تک اپنی عیدیں۔ روزے اوررسوم اہلِ یہود کی عیدوں ، روزوں اوررسوم کے مطابق ڈھالیں۔ آپ سولہ سترہ ماہ تک اہلِ یہود کے قبلہ کی طرف دن میں پانچ مرتبہ رخ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ جیسا ذکر ہوچکا ہے کہ جب آپ مدینہ آئے" توآپ نے اہلِ یہود سے معاہدہ کیا۔ لیکن اسلام کی آمد سے اہلِ یہود کا اقتدار روز بروز کم ہونے لگ گیا اہلِ مدینہ مسلمان ہوگئے اورفتوحات کی وجہ سے دولت حاصل کرکے یہود کے قرضہ سے آزاد ہوتے جاتے تھے۔ آنحضرت یہود کواُن کے بُرے افعال کی وجہ سے ملامت بھی کرتے تھے جس سے اُن کی دینی وقار میں بھی فرق آنے لگا۔ پس یہود آنحضرت کا وقار کم کرنے کے لئے آپ کے ساتھ پیچدار اور ذومعنی باتیں کرتے اورآپ کے ساتھ گستاخی سے پیش آتے۔ جب آپ کو سلام کرتے تو" السلام وعلیکم"

کہنے کی بجائے زبان کودبا کر" سلام" کی لام کو حذف کر ڈالتے اور" السام علیکم" کہتے جس کے معنی ہے کہ" تم پر موت آئے"۔ سورہ نساء میں یہود کی ذومعنی باتوں کی ایک عمدہ مثال ملتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے" یہودیوں میں سے بعض ایسے کہ باتوں کو ان ٹھکانے سے بے ٹھکانے کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سمعنا وعصینا یعنی ہم نے تمہارا قول سنا اورتسلیم نہیں کیا اورپھر کہتے اسمع (یعنی جو ہم کہتے ہیں اس کو بھی تو سنو) غیرمسمع (یعنی خدا تم کو نہ سنوائے تم بہرے ہوجاؤ) پھر اپنی زبانیں مروڑکر کہتےہیں (اعنا جس کے معنی ہیں کہ ہم نہیں سمجھے ہماری خاطر سے پھر فرمائیں اوردوسرے معنی یہ بھی ہوتے ہیں اے احمق شیخی باز۔ اگر حرف عین کو ذرا کھینچ کر کہہ دیا تو معنی ہوگئے " اے ہمارے گڈرئیے اور چرواہے[1]۔

یہود کی ان حرکات کی وجہ سے آیاتِ قرآنی میں ان کی مذمت ہونے لگی" وہ جھوٹ باتوں کے سننے والے اورحرام مال کے کھانے والے ہیں " (مائدہ ۶۴ تا ۴۷)۔ وہ گناہ اورتعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں"۔ وہ سودخواری کرتے ہیں ۔ حالانکہ ان کو سود سے منع کیا گیا تھا اورلوگوں کا مال ناحق کھاجاتے ہیں" (نسا آیت ۱۵۹)۔ تم لوگوں کو تونیکی کا حکم کرتے ہو اورخود اپنے نفسوں کو فراموش کرتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ پس تم عقل نہیں رکھتے" (بقرآیت ۴۱)۔ وغیرہ وغیرہ ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہوداسلام اورمسلمانوں کے بدخواہ ہوگئے اور اوراسلام کی عظمت اور وقارکو کم کرنے کے درپے ہوگئے۔ رفتہ رفتہ اسلام اوریہودیت میں جدائی کی خلیج وسیع ہوتی ہوگئی ۔ بلاآخر نمازکےوقت یروشلیم سے کعبہ کی طرف رخ بدلنے سے تمام تعلقات قطع ہوگئے اورقرآن میں آیا" اگرتواہلِ کتاب کے پاس ساری نشانیاں لائے وہ تیرے قبلہ کے تابع نہ ہوں گے اور توبھی ان کے قبلہ کے تابع نہ ہوگا۔ اوراگرتواُن کی خواہشوں کے تابع ہوگا بعد اس کے کہ تجھ کو علم حاصل ہوچکا ہے توتو ظالموں میں سے ہوجائے گا" (بقرآیت ۱۴۰)۔

جنگ بنی قینقاع

جب جنگِ بدرمیں آنحضرت کو فتح حاصل ہووی اوراسلام کا غلبہ بڑھنے لگا تو یہودیہ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اب اُن کا اقتدارکم ہوجائے گا چنانچہ بنی قینقاع نے سب سے پہلے اس معاہدہ کو توڑا جو یہود میں اورآنحضرت میں ہوا تھا ۔ جنگ کی ابتدایوں ہوئی کہ بنی

[1] نذیراحمد ترجمہ القرآن صفحہ ۱۵۳

قینقاع کے لوگوں نے انصار کی ایک عورت کی برسر بازار بے حرمتی کی۔ جب عورت نے غل مچایا تو ایک مسلمان نے اس بے حرمت کرنے والے یہودی کو قتل کردیا۔ یہودیوں نے مسلمان کو قتل کردیا۔ مسلمان بھی جمع ہوگئے اور یہودیوں اور مسلمانوں میں فتنہ برپا ہوگیا۔ آنحضرت کو واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے یہود کو کہا" اے قوم یہود۔ خدا سے ڈرایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جو قریشِ مکہ پر جنگِ بدر میں نازل ہوا تھا" انہوں نے کہا " اے محمد تو قریش کو قتل کرکے اترارہا ہے وہ لوگ جاہل تھے اور جنگ کے فنون سے ناواقف تھے۔ اللہ کی قسم اگر ہم سے تم نے جنگ کی تو تم کو ہماری کیفیت معلوم ہوجائے گی"۔

اس پر آنحضرت نے ان پر خروج کیا وہ قلعہ بند ہوگئے۔ آپ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا۔ بلاآخر مجبور ہوکر انہوں نے اطاعت اختیار کی۔ عبداللہ بن اُبے سلول منافق ان یہودیوں کا حلیف تھا وہ آنحضرت کے پاس آیا اوران کے واسطے عفو کی درخواست کی۔ حضرت نے اس کی طرف سے منہ پھیرلیا لیکن اس نے آپ کی زرہ کا دامن پکڑلیا اور کہاکہ جب تک آپ ان کی جاں بخشی نہ کریں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ آپ کا چہرہ غصہ کے مارے لال ہوگیا لیکن وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ ناچار ہوکر آپ نے فرمایا" جا۔ میں نے ان کو تیری خاطر معاف کردیا"۔ آپ نے ان کے قتل سے درگذر کیا اوران کو اذرعات میں جو شام کے علاقہ میں ہے جلاوطن کردیا۔ یہ سات سو شخص تھے۔ جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے۔ جنگ ماہِ شوال ۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ عبداللہ بن اُبے سلول کی کارگزاری پر یہ آیت نازل ہوئی " اے ایمان والو تم یہود اورنصاریٰ سے دوستی نہ کرو اورجو شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک خدا ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا۔ اے رسول تو ان لوگوں کو دیکھتا ہے جن کے دل میں (نفاق کی) بیماری ہے کہ وہ یہود کی محبت میں دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو خوف ہے (اسلام کے سبب) ہم پر کوئی آفت نہ آجائے پس عنقریب ہے کہ خدا اپنے رسول کو فتح عنایت کرے یا یہود کے قتل کرنے کا حکم دے۔ تب یہ لوگ یہود کی محبت پر جس کو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا ہے نادم ہوں گے"(سورہ مائدہ آیات ۵۶، ۵۷)۔

قتل کعب بن اشرف

مدینه میں ایک یہودی کعب بن اشرف نہایت ذی عزت اور دولتمند شخص تھا ۔ اس نے یہودی ربیوں کے لئے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ وہ شاعر بھی تھا لیکن اسلام سے اس کو سخت عداوت تھی۔ جب جنگِ بدر میں قریش کو شکست اورمسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو اس کو سخت قلق ہوا۔ وہ مکه گیا اورقریش کو ان کے مقتول رشته داروں کا نام لے کر کہتا " اگریه سچ ہے که فلاں فلاں مارا گیا ہے تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے کیونکه یه لوگ زمین کے پیٹ میں ہیں[1]۔ وہ بدر کے مقتولوں پر روتا تھا اوران کے اقرباء کو آنحضرت کے خلاف بھڑکاتا تھا اوراشعارسنًا سُنا کر ان کو مقابله کے لئے ابھارتا تھا۔ مدینه میں واپس آکر اس نے آنحضرت کی ہجو میں اشعار لکھ کر لوگوں کو آنحضرت کے خلاف برانگیخته شروع کردیا وہ ایک بدطنیت شخص تھا اورعورتوں سے اکثر چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا[2]۔ جب آنحضرت کو اس کی فتنه پردازی کی اطلاع ہوئی آپ نے صحابه سے پوچھا که کون اس دنیا کو ایسے شخص کے وجود سے پاک کرے گا۔ جس نے الله اوراس کے رسول کو تکلیف دی ہے[3]۔ محمد بن مسلمه نے اس فرض کو سر انجام دینے کا ذمه لیا۔ وہ اورابو نائله جو کعب کا رضاعی بھائی تھا کعب کے پاس گئے او ر کہنے لگے[4]۔ " جب سے یه شخص محمد ہمارے پاس آیا ہے ہم پر طرح طرح کی بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوگئی ہیں ۔ تمام عرب ہمارا دشمن ہوگیا ہے۔ ہم بھوکوں مرنے لگے ہیں کچھ سامانِ خوردونوش ہمیں دے اوراس کے بدله ہماری چیز رہن رکھ لے"۔ کعب نے جواب دیا" تم اپنی اولاد رہن رکھ دو"۔ انہوں نے کہا" اس میں ہماری فضیحت ہے"۔ اس نے کہا" اچھا اپنی عورتوں کو رہن رکھ دو" انہوں نے جواب دیاکه تم" ایک حسین نوجوان ہو ہم اپنی عورتوں کو کس طرح رہن رکھ دیں۔ ہمارے ہتھیار رہن رکھ لے"۔ رات کے وقت وہ ہتھیار لے کر کعب کے گھر گئے اوراس کو گھر سے باہر بلایا۔ اس کی نئی شادی ہوئی تھی۔ اوراس نے اپنے بالوں میں خوشبو لگارکھی تھی۔ انہوں نے بال سونگھنے کے بہانه سے اس کی گردن پکڑکر زمین پر دے مارا اورقتل کرڈالا۔ یه واقعه

---

[1] ابن ہشام صفحه ۲۸۴

[2] بخاری جلد اول صفحه ۳۳۴

[3] سیرت ابن ہشام صفحه ۲۸۵ وتلخیص جلد چہارم صفحه ۲۸۴

[4] بخاری جلد دوم صفحه ۲٦۴

ربیع الاول ۳ ہجری کا ہے۔ کعب بن اشرف کا عبرتناک انجام دیکھ کر یہودی مسلمانوں سے کانپنے لگے۔

یہود اور آنحضرت کی مخالفت

آنحضرت اہلِ یہود کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور قرآنی آیات ان کو سناتے تھے " اے اہل کتاب تم اس کتاب پر ایمان لاؤ جو نازل ہوئی ہے اور جو تصدیق کرتی ہے اُس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور تم پہلے اس کے ساتھ کفر نہ کرو تاکہ پچھلے لوگوں کے کفر کا بھی تم پر گناہ نہ ہو اور خدا سے خوف کرو اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق کو پوشیدہ نہ کرو۔ جب کہ تم جانتے ہو" اے بنی اسرائیل ہم نے تم سے عہد لیا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین اور قرابت دارو اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ احسان کرو اور لوگوں سے اچھی بات کرو، اور نماز پڑھو اور زکوات دو پھر تم اس سے پھر گئے اور صرف چند لوگ اس پر قائم رہے"۔ جب کوئی رسول تمہارے پاس کوئی ایسے احکام لے کر آیا جن کو تمہارا نفس نہ چاہتا تھا تب تم نے کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کیا۔ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو پردے میں ہیں۔ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ پس ان میں سے تھوڑے آدمی ایمان لاتے ہیں"۔ یہود جواب میں حضرت کو کہتے تھے۔" اے محمد۔ تم ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس سے ہم تم کو پہچان لیں اور نہ خدا نے تم پر کوئی ایسی نشانی ظاہر کی جس سے ہم تم کو جان لیں"۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی " بے شک ہم نے تمہاری طرف ظاہر اور روشن نشانیاں نازل کی ہیں اور صرف فاسق ہی ان کا انکا کرتے ہیں"۔

آنحضرت کے مدینہ آنے سے پہلے یہود آنے والے نبی (مسیح موعود) کی طفیل اَوس اور خزرج یعنی مدینہ کے قبائل پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے پس جب اہل مدینہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے یہود کو کہا" اے یہود خدا سے ڈرو۔ پہلے تو تم ہم کو محمد کی نسبت خبر دیتے تھے کہ وہ معبوث ہونے والے ہیں اور اب ان پر ایمان نہیں لاتے ہو"۔ یہود ان کو جواب دیتے تھے کہ " جس آنے والے نبی کا ہم ذکر کیا کرتے تھے وہ محمد نہیں ہے اس کے پاس کوئی ایسی علامت نہیں جس سے ہم اس کو پہچانیں"۔ اس پر یہ آیت نازل ہووی " جب اُن کے پاس خدا کی طرف سے کتاب آئی جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے جس کے ساتھ یہ پہلے دعائے فتح کیا کرتے تھے تو پھر وہ منکر ہوگئے۔ پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے"۔

ایک دفعہ یہود آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے " اے محمد آسمان پر سے ہمارے واسطے ایک کتاب نازل کراؤ۔ جس کو ہم پڑھیں اورزمین میں ہمارے واسطے نہریں جاری کر تو ہم تم پر ایمان لائیں گے"۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی " کیاتم چاہتے ہو کہ رسول سے ایسے سوال کرو جیسے موسیٰ سے پہلے کئے گئے تھے۔ جس نے ایمان سے کفر کو بدلا وہ راستہ سے گمراہ ہوگیا"۔ ایک اوردفعہ یہود نے سوال کیا " اگر تم رسول ہو تو خدا سے کہو کہ ہم سے کلام کرے تاکہ ہم اسکے کلام کو سنیں"۔ اس پر یہ آیات اُتریں۔ جاہل کہتے ہیں خداہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یاہمارے پاس نشانی کیوں نہیں آئی۔ ایسا ہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی کہا تھا"۔ دعوت اسلام کے جواب میں یہود کہتے تھے " ہم تو اپنے باپ دادا کے دین پر چلتے ہیں"۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی " جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو خدا نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کرتے ہیں جو ہمارے باپ داداؤں کا تھا حالانکہ ان کے باپ دادا نہیں جانتے تھے اورہدایت یافتہ نہ تھے"۔

ایک دفعہ چند یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے"۔ اے محمد خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے تم یہ بتاؤ کہ خدا کو کس نے پیدا کیا ہے"۔ اس کے جواب میں سورہ اخلاص نازل ہوئی " اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے ۔ نہ اس نے کسی کو جنا اورنہ وہ خود کسی سے جنا گیا ہے اوراس کے جوڑکا کوئی نہیں"۔ بعض یہود نے صلاح کی کہ اسلام کی بے اعتباری ظاہر کرنے کے لئے ہم اسلام کو قبول کرکے پھر اس کا انکار کردیں گے ۔ اس طرح مسلمان بھی یہ خیال کرکے اسلام سے منکر ہوجائیں گے کہ اگریہ دین بہتر ہوتا تو یہود کیوں پھر جاتے؟اس پر یہ آیت نازل ہوئی " اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمان پر جو اترا ہے اس پر صبح کو ایمان لے آؤ اورشام کو اس سے پھر جاؤ۔ شاید کہ وہ مسلمان بھی اسلام سے پھر جائیں " (آل عمران آیت ۶۵) وہ یہاں تک اسلام کی مخالفت پر تُلے تھے کہ مشرک بُت پرستوں کو کہتے تھے کہ اسلام سے بُت پرستی بہتر ہے۔وہ کافروں کی نسبت کہتے تھے کہ مسلمانوں سے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہیں"(نسا آیت ۵۴)۔

اس مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت کو اہلِ یہود کا اعتبار نہ رہا۔ چنانچہ جب یہودی تورات کا عبرانی سے عربی زبان کا ترجمہ کرکے مسلمانوں کو اس کی باتیں سمجھاتے تھے تو آنحضرت نے حکم دیاکہ ان یہود کی باتوں کو بالکل سچ بھی نہ مان لیاکرو اوربالکل جھوٹ

بھی نہ کہو بلکہ مجمل یہ کہو کہ ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اوراس کی آسمانی کتابوں پر جو اس نے ہماری طرف اتاری ہیں[1]۔

ایک مرتبہ یہود ایک زانی یہودی اور زانیہ عورت کو پکڑ کر آنحضرت کے پاس لے آئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تورات کے مطابق ان کی کیا سزا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں کے منہ کالے کرکے کوڑے مارتے ہیں۔ آپ نے کہاکہ تورات میں تو زانی کو پتھراؤ کرنے کاحکم ہے۔ انہوں نے انکارکیا۔ آنحضرت نے ان کو تورات لانے کو کہا۔ چنانچہ وہ آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر اوراِدھر اُدھر سے پڑھنے لگے اورآیت رجم کو چھوڑگئے۔ عبداللہ بن سلام نے ان کا ہاتھ ہٹایا اورکہا یہ کیا ہے تب اوریہودیوں نے کہاکہ یہ آیت رجم ہے۔ اس پرآنحضرت نے زانی اورزانیہ کو سنگسارکرنے کا حکم دیا[2]۔

مرشاس بن قیس ایک بوڑھا یہودی تھا اس نے دیکھاکہ اسلام کا غلبہ انصار کے قبائل اَوس اورخزرج کے باہمی تعلقات کی وجہ سے ہے پس اس نے ان میں نفاق ڈالنے کی ٹھان لی اورایک جوان کو کہا کہ توان کے پاس جاکر جنگِ بعاث کا ذکر چھیڑ دے۔ یہ جنگ اَوس وخزرج کی آخری جنگ تھی جس میں دونوں قبائل کے نامور سردار کام آئے تھے۔ اس یہودی نے اس جنگ کا تذکرہ چھیڑکر دونوں قبائل میں آگ لگادی اور دونوں ہتھیاربند ہوکر جنگ کے لئے نکل آئے۔ آنحضرت کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ صحابہ کے ساتھ آئے اور دونوں قبائل کو لڑائی سے بازرکھا[3]۔ اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے " اے ایمان والو۔ اگرتم اہل کتاب کی بات مانو گے تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعدپھر کافربنادیں گے اورتم کیوں کافر بنتے ہو جبکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اوراللہ کا رسول تم میں موجود ہے۔" جس شخص نے اللہ کو مضبوط پکڑا وہ سیدھے راہ کی طرف ہدایت کیا گیا ہے"(آل عمران آیت ۹۵)۔

جنگِ بنی نضیر

عمر وبن امیہ نے بنی عامر کے دو آدمی قتل کردئیے تھے ۔ آنحضرت بنی نضیر کے یہود کے پاس اس کے خون بہا کے متعلق مطالبہ کرنے گئے انہوں نے قبول کرلیا لیکن پوشیدہ انہوں نے یہ مشورہ کیاکہ دیوارپر سے پتھر لڑھکا کرآنحضرت کو قتل کردیا جائے ۔ جو نہی آنحضرت کو اس حفیہ سازش کا پتہ لگاآپ مدینہ چلے گئے اور

---

[1] ایضاً صفحہ ۲۷۵

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۹۸

[3] ابن ہشام صفحہ ۳۳۵

بنی نضیر سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ اِدھر عبداللہ بن اُبے منافق نے یہود کو کہلا بھیجا کہ تم جنگ کرنا۔ بنی قریظہ تمہاری مدد کریں گے ۔ اورمیں بھی تمہارے ساتھ جنگ میں شریك ہوں گا۔ بنی نضیر کو اپنے قلعہ پر بھی ناز تھا۔ قرآن میں اسی واقعہ کی نسبت اس آیت میں اشارہ ہے۔ "منافق اپنے کافر بھائیوں کو کہتے ہیں کہ اگر تم (مدینہ سے)نکالے گئے تو ہم بھی تمہارا ساتھ دیں گے اورتمہارے متعلق کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔ اور اگر کسی نے تم سے جنگِ کی توہم ضرورتمہاری مدد کوآئیں گے"(حشرآیت ۱۱)۔

بنی نضیر کے یہود قلعہ بند ہوگئے ۔ آنحضرت نے محاصرہ کرلیا۔ چھ روز کے محاصرہ کے بعدآپ نے حکم دیاکہ اُن کے باغات کاٹ دئیے جائیں اورکھیتوں میں آگ لگادی جائے۔تب بنی نضیر نے غل مچادیا کہ اے محمد ہم کو فساد کرنے سے منع کرتے ہو اورمفسد کو بُرا کہتے ہو اب ہمارے باغوں کوکیوں کٹواتے ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[1]۔ جو کھجورتم نے قطع کی اورجس کو تم نے قائم رہنے دیا سو اللہ کے حکم سے تھا اوراس لئے تھاکہ خدا فاسق لوگوں کو رسوا کرے"۔ (حشرآیت ۵)۔ بنی نضیر محاصرہ کے وقت سے بنی قریظہ اورعبداللہ بن اُبے کی راہ دیکھتے تھے لیکن نہ تو بنی قریظہ آئے اورنہ عبداللہ بن اُبے منافق اُن کی مدد کو پہنچا۔ پس پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد لاچارہوکرانہوں نے کہلا بھیجاکہ اگرآپ ہماری جان بخشی کریں اورجس قدرمال ہم اونٹوں پرلاد کرلے گئے۔ بعض ملك شام کو چلے گئے اوربعض خیبرمیں جابسے۔ جب وہ اپنا مال اوراپنی اولاد اور عورتوں کو لے کر روانہ ہوئے تو وہ مزامیر گاتے بجاتے تھے اوران کی عورتیں گیت گاتی اوردف بجاتی نکلیں۔ ان میں سے صرف دو آدمیوں نے اسلام قبول کیا جن میں سے ایك اس شحص کا بھائی تھا جس نے آنحضرت پر دیوارپر سے پتھر لڑھکانا چاہا تھا ۔ آنحضرت نے اس کو اس کے بھائی کے ارادہ کی خبردی تو اس نے اپنے بھائی کو قتل کروادیا۔ بنی نضیر کی فتح کا حال سورہ حشرمیں ہے جو تمام کی تمام اس واقعہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ چند آیات ذیل میں نقل کی جاتی ہیں :

" وہی خدا ہے جس نے ذلت کے ساتھ ان کافروں کو گھروں سے نکالا۔ جو اہل کتاب میں سے تھے ۔ تمہارا یہ خیال تھا کہ وہ نکلیں گے اوروہ خیال کرتے تھے کہ اُن کے قلعے اُن خدا سے بچالیں گے پس خدا کا عذاب ان پراس جگہ سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔

---

[1] تلخیص جلد سوم صفحہ ۱۱۹

اوران کے دل مرعوب ہوگئے وہ اپنے گھر کو اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں پس اے دیکھنے والو۔ عبرت پکڑو" (سورہ حشر آیت ۱، ۲)۔ "تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن خدا اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے مسلط کردیتا ہے اور خدا ہر شئے پر قادر ہے"(سورہ حشر آیت ۶) بنو نضیر کی جلاوطنی کی بابت قرآن میں ہے' اگر خدا ان کے واسطے جلاوطنی نہ لکھتا تو ضرور ان کو دنیا میں عذاب دیتا اورآخرت میں ان کے واسطے آگ کا عذاب ہے"(سورہ حشر آیت ۳)۔

جو مال بنی نضیر اپنے گھروں میں چھوڑگئے تھے اس کی نسبت یہ حکم نازل ہوا"۔ جوکچھ دولت اورمال گاؤں والوں کا خُدا نے اپنے رسول کو دیا وہ خدا اوررسول اوراس کے قرابت والوں اوریتیموں اورمسکینوں اورمسافروں کے واسطے ہے تاکہ وہ مال اوردولتمندوں کے ہاتھوں میں پھرنے والی نہ ہو اورجوکچھ رسول تم کو دے اس کو لو اورجو نہ دے اس سے بازرہو" (سورہ حشر آیت ۷) آنحضرت نے اس مال ودولت کو مہاجرین پر تقسیم کردیا۔

جب بنی نضیر جلاوطن ہوئے توانہوں نے چاہا کہ انصار کی اولاد جنہوں نے یہودی مذہب اختیارکیا تھا اپنے ہمراہ لے جائیں لیکن انصار نے ان کو روکا اورمزاحمت کرکے کہنے لگے کہ ہم ان کو نہ جانے دیں گے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لا اکراہ فی الدین" یعنی دین میں کوئی جبر نہیں (سورہ بقرہ آیت ۲۵۷)۔

بنی نضیر کا غزوہ ربیع الاول ۴ ہجری میں ہوا۔

جنگِ بنی قریظہ

بنی نضیر کے یہود جوجلاوطن ہوگئے تھے آنحضرت اوراسلام کے جانی دشمن تھے۔ ان کے رؤسا حئی بن اخطب ۔سلام بن ابی الحقیق کنانہ بن الربیع وغیرہ نے خیبر پہنچ کرآنحضرت کے خلاف سازش کی اورمکہ جاکر انہوں نے قریش کو اورقبیلہ عظفان کو اور قبیلہ بنو سعد کو اس بات پر آمادہ کیاکہ وہ آنحضرت سے جنگ کریں۔ اس کے بعد حئی بن اخطب قبیلہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس پہنچا۔ اس یہودی قبیلہ نے آنحضرت کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا تھا لیکن حتی بن اخطب کے کہنے سننسے وہ معاہدہ کو توڑنے پر رضا مند ہوگیا[1]۔ اوراس نے حئی سے وعدہ کیا کہ اگر جنگ میں فتح مسلمانوں کو ہوئی تو شکست خوردہ افواج اس کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوجائیں۔ قبائل نے جو جنگ آنحضرت کے ساتھ کی وہ " جنگِ

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۳۴۱

احزاب" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لڑائی ذیعقدہ ۵ ہجری میں ہوئی جس کا مفصل حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

جب آنحضرت کومعلوم ہواکہ بنی قریظہ نے معاہدہ توڑدیا ہے ۔ توآپ نے قبیلہ اس اورخزرج کے دونوں سرداروں کو بنی قریظہ ك پاس بھیجا تاکہ معلوم کریں کہ یہ خبر صحیح ہے یا نہیں۔ جب وہ بنی قریظہ کے پاس گئے تو وہ ان سرداروں کے ساتھ بدکلامی کرنے لگے ۔ بنی قریظہ کے سردار کعب نے کہا" میں تمہارے رسول اللہ کو نہیں جانتا اورنہ محمد سے میرا کوئی عہدوپیمان ہوا تھا"۔

جب مسلمان جنگِ احزاب سے فارغ ہوئے توآنحضرت نے حکم دیاکہ لوگ ہتھیار نہ کھولیں اور عصر کی نماز بنی قریظہ کے میدان میں جا پڑھیں ۔ جب حضرت علی بنی قریظہ کے قلعوں کے پاس پہنچے توانہوں نے آنحضرت کوگالیاں دینی اوربُرا بھلا کہنا شروع کیا اورقلعہ بن ہوگئے ۔ آنحضرت نے پچیس دن تك ان کا محاصرہ کیا۔حضرت نے حسان کو حکم دیا کہ تم یہود کی ہجو کرو کیونکہ جبرئیل تمہارے ساتھ ہے[1] ۔ آخر جب یہودلا چارہوئے تو ان کے سردارکعب بن اسد نے کہ " یا تو تم اسلام اختیارکرکے محمد کے مطیع ہوجاؤ اوریا جان توڑکراس سے لڑو۔ آج شب کو اچانک ان پرشخبوں مارو تو کامیاب ہوجاؤ گے"۔ انہوں نے کہا" ہم تورات شریف کومانتے ہیں ہم ہرگز اسلام اور محمد کوقبول نہ کرینگے۔ اورآج کا دن سبت کا ہے ہم آج شخبوں نہیں کریں گے[2]"۔ پھرآخر آنحضرت کے پاس آئے اور کہاکہ آپ نے بنی قینقاع کوانکے حلیف خزرج کے رئیس عبداللہ اُبے سلول کی درخواست کو قبول کرکے چھوڑدیا تھا بنی قریظہ ہمارے حلیف ہیں ہماری خاطر ان کی بھی جا بخشی کردیں۔ آنحضرت نے اوس کو کہا اچھا ۔ ان کے حق میں ہم کو تمہارے سردار سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور ہے ۔ سعد جنگِ احزاب میں زخمی ہوگیا تھا۔ وہ آنحضرت کے پاس لایا گیا۔ اُس نے فیصلہ کیاکہ بنی قریظہ کے بالغ قتل کئے جائیں اورعورتیں اوربچے قید کئے جائیں اورمال واسباب بطورغنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے[3]۔ آنحضرت نے کہا " اے سعد تونے آسمانی فیصلہ کیا " پس بنی قریظہ میں سے ہر شخص نام بنام پکارا اورقتل کیا جاتا تھا۔ حئی بن اخطب جنگِ احزاب سے بنی قریظہ کےپاس پناہ گزیں ہوگیا تھا جب اس کے

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۵۱

[2] ابن ہشام صفحہ ۳۴۵

[3] ایضاً صفحہ ۳۴۴

قتل کی باری آئی تو اس نے آنحضرت کی طرف نظر اٹھا کر کہا" میرے نفس نے تمہاری وحدات کرنے پر مجھے کبھی ملامت نہیں کی مگر جس کو خدا شکست دے وہ شکست کھاتا ہے"۔ پھر اس نے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا" اے بنی اسرائیل ۔ خدا کا حکم اور اس کی تقدیر اسی طرح تھی۔ اس کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں[1] مقتولین کی تعداد میں اختلاف ہے ۔ بعض چھ سو کہتے ہیں اور کہ نوسو تھی[2] ۔ ان میں صرف ایک عورت تھی جس نے قلعہ پر سے پتھر لڑھکا کر ایک مسلمان کو مارڈالا تھا۔ وہ اس قصاص میں قتل کردی گئی ۔ قتل سے پہلے وہ حضرت عائشہ سے نہایت اطمینان کے ساتھ گفتگو کرتی اور ہنستی تھی۔ جب اس کا نام پکارا گیا وہ خوشی خوشی قتل کی طرف گئی اور اس کی گردن ماری گئی[3]۔

پھر آنحضرت نے بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں اوران کے مال واسباب تو مسلمانوں پر تقسیم کردیا گیا چنانچہ قرآن میں ہے" بعضوں کو تم نے قتل کردیا اور بعض کو تم نے قید کیا اور خدا نے ان کی

---

[1] ایضاً صفحہ ۳۴۵

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۴۸ وتلخیص جلد چہارم صفحہ ۲۸۵

[3] تلخیص جلد چہارم صفحہ ۳۱۳

زمین ۔ ان کے مکانات اور ان کے مکانات اور ان کی دولت تم کو میراث میں دیدی"(احزاب آیت ۲۶) آنحضرت نے ایک عورت ریحانہ بنت عمر اپنے واسطے پسند کی ۔ وہ اسلام لے آئی اور آپ کی ملکیت ہوگئی ۔

بنی قریظہ کی جنگ ماہ ذیعقد ۵ ہجری میں ہوئی ۔

قتل سلام بن ابی الحقیق

بنی نضیر کے رؤسا میں سے جو جلاوطن ہوئے تھے بعض خیبرکو چلے گئے تھے۔ وہاں جاکر حئی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق وغیرہ نے قریش مکہ اور دیگر قبائل کو ابھارا کر جنگ احزاب کی بنیاد ڈالی ۔ بنی قریظہ کے جنگ کے بعد حئی بن اخطب قتل کیا گیا۔ اب ان رؤسا میں سے جنہوں نے اس جنگ کا فتنہ شروع کیا تھا سلام بن ابی الحقیق زندہ رہ گیا تھا ۔ وہ ایک نہایت دولتمند تاجر اور صاحبِ اثر شخص تھا۔ جب مسلمانوں نے جنگِ احزاب اور بنی قریظہ کی مہم سے فراغت پائی تو عبداللہ بن عتیک نے جو قبیلہ خزرج کا تھا آنحضرت کی اجازت سے سلام بن ابی الحقیق کے وقت کردیا[4]۔ یہ واقعہ رمضان ۶ ہجری کا ہے۔

---

[4] بخاری جلد اول صفحہ ۳۱۷

جنگِ خیبر

سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے بعد یہود نے اسیر بن زرام کو اس کا جانشین بنایا۔ اسیر نے قبیلہ عظفان میں دورکیا۔ یہ قبیلہ بڑا صاحبِ اثر تھا اوریہود خیبر کا حلیف تھا کیونکہ خیبر کے متصل آباد تھے۔ جب آنحضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کوچ کیا۔ اہل عظفان خیبر والوں کی امداد کے لئے چلے لیکن ان کو اپنے گھروں کی نسبت کھٹکا ہوا تو واپس لوٹ گئے۔ آنحضرت نے خیبر کے قلعوں کویکے بعد دیگر فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم پر چڑھائی ہوئی اس محمود بن مسلمہ نے حملہ کیا۔ کنانہ بن ربیع سردار قلعہ نے جوابوالحقیق کا پوتھا تھا ۔ فصیل پر سے چکی کا پاٹ اس کے سرپر گرادیا جس کے صدمہ سے وہ مرگیا لیکن قلعہ ناعم فتح ہوگیا۔ خیبر کے قلعوں میں سب سے حصین قلعہ قموص تھا۔ مرحب اس قلعہ کا سردار تھا۔ آنحضرت نے ابوبکر اورعمر کو اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے بھیجا لیکن وہ ناکام ہوکر واپس آئے[1]۔ پھر آپ نے علی کو بھیجا۔ مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے نکلا۔ "خیبر کو یہ علم ہے کہ میں مرحب ہوں۔ بہادرہوں۔ تجربہ کارہوں سلاح پوش ہوں"۔ اس

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۷۸

کے جواب میں علی نے کہ " میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے تھا میں شیرِنیساں کی طرح مہیب ہوں"۔ یہ کہکر آپ نے اس زور سے مرجب پر تلوار ماری کہ لوہے اورپتھر کے دونوں خود کاٹتی ہوئی سر کوکاٹ کر دانتوں تک اتر آئی۔ آخر بیس روز کے محاصرے کے بعد یہ قلعہ بھی سر ہوگیا ۔ خیبر کے قلعوں کو اس شرط پر جان کی امان ملی کہ وہ اپنا تمام مال دیدیں اورخیبر کی پیداوار کو نصف حصہ آنحضرت کو خراج کے طورپر دیں گے[2]۔ خیبر نہایت زرخیز مقام تھا اورخیبر کے یہودی پہلے خراج گذارہوئے۔

کنانہ بن ربیع گرفتارہوکر آنحضرت کے پاس آیا۔ اس کے پاس بنی نضیر کا خزانہ تھا۔ آپ نے اس سے خزانہ کی نسبت پوچھا لیکن اس نے باوجود ایذا دہی کے خزانہ کے مقام کا پتہ نہ دیا[3]۔ پھر آپ نے اس کو محمد بن مسلمہ کے حوالے کردیا جس کے بھائی محمود کو اس نے قلعہ ناعم کی فصیل پر سے چکی کا پاٹ گراکر ہلاک کردیا تھا۔ پس محمد بن مسلمہ نے اس کو قتل کردیا۔

[2] بخاری جلد اول صفحہ ۳۵۹

[3] بخاری جلد سوم صفحہ ۳۷۹

جنگِ خیبر میں مسلمان عورتیں بھی زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کے لئے فوج کے ہمراہ تھیں۔ پس آنحضرت نے ان کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا کیا۔

حضرت کو زہر ملنا

جب آنحضرت اس جنگ سے فارغ ہوگئے تو ایک یہودیہ عورت زینب بنت حارث زوجہ سلام نے جو مرحب کی بہن تھی اور جس کا باپ ، خاوند، بھائی اور دوسرے رشتہ دار لڑائی میں کام آئے تھے بکری کے گوشت کے ایک ٹکڑے میں زہر ملاکر آنحضرت کو بطور تحفہ بھیجا۔ اس میں سے بشر بن براعہ نے گوشت کا ایک ٹکڑا نگل لیا لیکن آنحضرت نے ایک نوالہ چباکر تھوک دیا۔ آپ نے زینب کو بلواکر اس سے اس حرکت کی نسبت بازپُرس کی۔ اس نے اقرار کیا اور کہا " تم نے میری قوم تباہ کردی ہے میں نے خیال کیا اگر تم رسول ہو تو زہر تم پر اثر نہ کرے گا۔ اور اگر نہیں ہو تو تمہارے ہاتھ سے ہم رہائی پائیں گے"۔ آپ نے اس عورت کو معاف کردیا[1]۔ لیکن جب دو تین دن کے بعد بشر بن براء اس زہر کے اثر سے مرگیا تو آپ نے اس عورت کو قصاص میں قتل کروادیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۵۸ ۔ تلخیص جلد سسم صفحہ ۶۴

آنحضرت نے اپنے نفس کی خاطر کسی مقدمہ میں بدلہ نہیں لیا جب تک کہ خدا کی حرمات کی ہتک نہ ہوتی تھی تب خدا کی حرمات کی ہتک نہ ہتی تھی تب خدا کے واسطے انتقام لیتے[2]۔

اس واقعہ کے چار سال بعد جب آنحضرت پر مرض الموت نے غلبہ پایا تو آپ نے کہا" یہ مرض اسی نوالہ کا اثر ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ میری رگیں کٹ رہی ہیں "[3]۔

خیبر کا واقعہ محرم ۷ ہجری کا ہے۔ اس واقعہ کے بعد یہودی کتب مقدس کے متعلق قرآن میں کوئی آیت وارد نہ ہوئی۔

حرمت حمار

اس جنگ کے دوران میں گدھے حرام ہوگئے۔ مسلمانوں نے گدھے پکائے تھے لیکن جب ان کی حرمت کا اعلان ہوا تو دیگیں اُلٹ دی گئیں[4]۔ آپ نے گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت دیدی[5]۔

حرمت متعہ

---

[2] بخاری جلد دوم صفحہ ۳۴

[3] ایضاً صفحہ ۲۲۷

[4] بخاری جلد سوم صفحہ ۲۳۰

اس جنگ میں نکاح متعه بھی منع ہوگیا[1]۔

مسلمانوں کے افلاس کا خاتمه

اس جنگ کے بعد اہلِ اسلام کا افلاس جاتا رہا اور مسلمان پیٹ بھر کر کھانا کھانے لگے[2]۔

۷ ہجری

فتح خیبر

ماہِ محرم ۷ ہجری میں آنحضرت نے اہلِ یہود کے قلعه خیبر کو فتح کیا جس کی تفصیل اوپر گذرچکی ہے۔

بی بی صفیه

جب قلعه خیبر فتح ہوگیا اوراسیرانِ جنگ تقسیم ہونے لگے تو وحیه کلبی نے آنحضرت سے ایك لونڈی کے لئے درخواست کی۔آپ نے کہا جو لونڈی تم کو پسند ہو لےلو۔ وحیه نے بی بی صفیه کو جورئیس خیبرحئی اخطب کی بیٹی تھی اورجس کا شوہر کنانه بن ربیع قبیله نضیر کا رئیس تھا پسند کیا۔بی بی صفیه کا باپ جنگ بنی قریظه

[1] بخاری جلد اول صفحه ۵۹

[2] تلخیص الصحاح جلد چہارم صفحه ۹۱۔ تاریخ ابوالفدا صفحه ۵۱

کے بعد اورشوہر جنگ خیبر کے بعد قتل کئے گئے تھے۔ اسی شخص نے آپ سے کہا" یارسول اللہ آپ نے وحیه کو صفیه بنت حئی عطا کردی ہے اوروہ قریظه اورنضیر کی رئیسه ہے اورآپ کے سوا کوئی دوسرا شحص اس کے لائق نہیں اس پر آنحضرت نے بی بی صفیه کو آزاد کرکے ان سے نکاح کرلیا[3] اوران کا آزاد کرنا ان کا مہر مقرر کیا[4] اورراہ میں اس سے رسمِ ءوسی ادا کی۔

قتادہ سے روایت ہے کہ " رسول اللہ صلعم جب خود کسی لڑائی میں شرکت کرتے تھے تو آپ سہم صفی لیتے تھے یعنی آپ جہاں سے جس طرح چاہتے تھے خمس سے پہلے کسی غلام یا لونڈی یا گھوڑے کو چن لیتے۔صفیه رضی اللہ عنہا کو آپ نے اسی طرح چنا تھا[5]۔

بنی دوس کا اسلام

قبیله بنی دوس خیبر کی فتح کی خبر سن کر آنحضرت کے پاس آئے۔ پہلے انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکارکیا تھا۔ صحابه نے کہا تھا" یا رسول اللہ اُن کے حق میں بدعا کریں"۔آپ نے ہاتھ اٹھا کر

[3] تلخیص جلد دوم صفحه ۳٦

[4] بخاری جلد دوم صفحه ۲۵۱

[5] ابن ہشام صفحه ۳۸۹

دعا کی" اے اللہ قوم دوس کو ہدایت کر اور اُن کو لے آ[1]"۔ یہ قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

فدك

جب خیبر فتح ہوا تو اہل فدك خوف سے مرعوب ہوگئے اور انہوں نے آنحضرت کے پا س اپنا سفیر بھیجا۔آپ نے نصف پیداوار پر ان سے صلح کرلی۔ چونکہ فدك بغیر جنگ یالشکرکشی کے فتح ہوا تھا لہذا یہ مال آنحضرت کی خاص ملکیت ٹھہرا۔

مہاجرین حبش کی واپسی

جس روز قلعہ خیبر فتح ہوا اُسی روز حضرت علی کے بھائی جعفر طیار بن ابی طالب معہ دیگر مہاجرینِ حبش مدینہ پہنچے۔ آنحضرت نے جعفر کو گلے لگایااور کہا" میں نہیں جانتا کہ مجھ کو کس بات کی زیادہ خوشی ہے۔ خیبر کی فتح کی یا جعفر کے آنے کی۔ جعفر اور دیگر مہاجرین کو نجاشی نے دو جہازوں میں سوار کرکے آپ کے پاس بھیج دیا۔

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ٦٣

بی بی اُم حبیبہ سے نکاح

جو مسلمان ہجرت کرکے مکہ سے حبش گئے تھے ان میں عبید اللہ بن حجش بھی تھا۔ جس نے ابوسفیان کی بیٹی اُم حبیبہ سے شادی کی تھی ۔ دونوں میاں بیوی ہجرت کرکے حبجش چل گئے تھے۔ وہاں جاکر عبید اللہ عیسائی ہوگیا ۔ عیسائی ہونے کے بعد وہ اپنے مہاجر بھائیوں کومسیحیت کی دعوت دیتاتھا اورکہتا تھا" ہم نے تو دیکھ لیا اورتم ابھی ڈھونڈھتے پھرتے ہو"۔آنحضرت نے عبید اللہ کو انتقال کے بعد اس کی بیوہ اُم حبیبہ کو شادی کاپیغام بھیجا اورنجاشی نے اس کا نکاح آپ کے ساتھ کردیا۔نکاح کے بعد وہ مرگیا مہاجرین کے ساتھ مدینہ آگئیں۔

سلاطین کو اسلام کی دعوت

اوپر ذکر ہوچکاہے کہ صلح حدیبیہ سےمسلمانوں کو قدر اطمینان ملا اوراس کے بعد عرب کے مشرك اوربُت پرست کثرت سے مسلمان ہونےلگے۔ آنحضرت نے ٧ ہجری مطابق ٦٢٨ ہجری اطراف کے بادشاہوں اوررئیسوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ کئے۔ اس غرض کے لئے آپ نے چاندی کی مہر بنوائی جس پر الفاظ " محمد رسول اللہ" تین سطروں میں کندہ تھے ۔ ایک سطر میں " محمد"

دوسری میں" رسول" اورتیسری میں" اللہ" کندہ تھا[1]۔ بادشاہوں میں آپ نے قیصر روم، خسرو پرویز بادشاہ، ایران، عزیز مصر اور حبش کے نجاشی کو لکھا اور رؤسا میں سے آپ نے رؤسائے یمامہ اور حارث فسانی رئیس حدودِ شام کو دعوت دی۔ جو خط عیسائی بادشاہ قیصر روم کو لکھا کے الفاظ یہ تھے" بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد کی طرف سے جو خداکا بندہ اوررسول ہے۔ روم کے رئیس اعظم ہرقل کے نام جوہدایت کا پیرو ہے اس کوسلامتی ہو۔ میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتاہوں اسلام قبول کرتو سلامت رہے گا۔ اوراللہ تجھ کو دُگنا اجردےگا۔ ورنہ اہلِ ملک کا گناہ تجھ پر ہوگا ۔ اے اہلِ کتاب ۔ ایسی ب ات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے۔ یعنی کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اورخدا کے سوا ہم کسی کو خدا نہ بنائیں اوراگر تم نہیں قبول کرتے تو گواہ رہو کہ ہم جانتے ہیں"۔ ایران کے بادشاہ خسروپرویز کو جب آنحضرت کا خط ملا تو سخت برہم ہوا۔کیونکہ نامہ کے عنوان پراُس کے نام کی جگہ اللہ اور رسول کا نام تھا۔ خسرو نے خط پھاڑڈالا اورکہاکہ میرا غلام ہوکراس طرح لکھتا ہے ۔ اس نے یمن کے گورنر کو حکم دیاکہ محمد کو میرے حضور حاضر کرو۔ گورنر نے اپنے آدمی مدینہ بھیجے۔ لیکن اس اثناء میں خبرآئی کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کردیا ہے پس آنحضرت سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ مصر کے بادشاہ نے بطورتحفہ دولونڈیاں ایک گھوڑا بھیجا۔ ان لونڈیوں میں سے ایک ماریہ (مریم) تھی جس نے آنحضرت کے ہاں صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوا۔ گھوڑے کادلدل تھا۔

رؤسا سے ہوذہ بن علی رئیس یمامہ عیسائی تھا۔ اس نے آنحضرت کو جواب میں لکھا کہ اگر تم حکومت میں حصہ دو تو تمہاری دعوت قبول کروں گا۔ آپ نے کہا کہ میں زمین کا ایک ٹکڑا بھی اس کو نہ دوں گا۔

حارث غسانی جو روم کے ماتحت حدودِ شام کا گورنر تھا آنحضرت کا خط پڑھ کرسخت برہم ہوا اور کہلابھیجا کہ خبرداررہ۔ میں حملہ کرنے آتا ہوں۔

عمرہ القضاء

پچھلے سال (۶ ہجری) قریشِ مکہ نے آنحضرت کو عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی تھی اورکہا تھاکہ لگے سال عمرہ کرنے آئیں۔ چنانچہ ماہ ذیعقد ۷ ہجری میں آپ عمرکرنے کے لئے مکہ گئے۔ اس

---

[1] ایضاً صفحہ ۲۳۲

سال سب مسلمان جو حدیبیہ میں روکے گئے تھے آپ کے ہمراہ تھے۔ جب مسلمان مکہ آئے تو قریش ازراہِ تمسخر کہنے لگے۔ آج ہمارے پاس وہ آرہے ہیں جن کومدینہ کے نجاروں نے کمزورکردیا ہے۔ اس پر آنحضرت نے حکم دیاکہ اکڑکر طواف کرو تاکہ مشرک تمہاری قوت دیکھیں[1]۔

بی بی میمونہ سے نکاح

آپ نے مکہ میں تین روز قیام کیا اوراحرام کی حالت میں آپ نے بی بی میمونہ بنت الحارث سے شادی کی۔ یہ بات آپ کے ہی خواص میں سے تھی[2]۔

جب تین دن گذرگئے تو قریش نے کہلا بھیجا کہ صلحنامہ کی شرائط کے مطابق مدت پوری ہوگئی ہے ۔آپ نے جواب دیا کہ ہم تمہارا کچھ حرج نہیں کرتے ہم اپنے بیاہ کا کھانا پکائیں گے اورتم کو بھی دعوت میں شریک کریں گے۔ لیکن قریش اس بات پر راضی نہ ہوئے اورآنحضرت نے اپنے وعدہ کے مطابق معہ صحابہ مکہ سے روانہ ہوگئے۔ اورذی الحجہ کے مہینہ میں آپ واپس مدینہ آگئے۔ اس

---

[1] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۵۶

[2]

عمرہ کا نام عمرہ القضاء ہے اوراس کے متعلق قرآن میں ہے" بے شک خُدا نےاپنے رسول کے خواب کوسچاکرکےدکھلایا۔ انشاءاللہ تم مسجد حرام میں امن کے ساتھ سر منڈواکر اوربال کترواکر بے خوف وخطر داخل ہوگے" سورہ فتح آیت ۲۷)۔

خالد اورعمر کا اسلام

اس سال خالد بن ولید اورعمر بن عاص مسلمان ہوگئے ۔ خالد بن ولید نہایت شجاع اورجنگجو شخص تھا۔ وہ جنگِ اُحد میں کفار کے رسالہ کا افسر تھا اورحدیبیہ میں بھی قریش کے دستہ کا سردار تھا۔ اسلام لانے کے بعد بھی اس نے اپنے جنگی ہنر دکھلائے اوراس نے شام کو فتح کیا۔ عمروبن العاص نے زمانہ مابعد میں مصر فتح کیا۔ یہ دونوں شخص آنحضرت کے جانی دشمن ہواکرتے تھے۔ اُن کے اسلام لانے سے ظاہر ہےکہ قریش کے عقلمند اوردوربین اشخاص پریہ بات روشن ہوگئی تھی کہ اسلام کی مخالفت کرنا اب بے سود ہے۔

مختلف واقعات

اسی سال پنجہ دار پرند اوردرندے جانور ہموارہوگئے ۔ گدھا اورخچر بھی حرام کردیا گیا۔ یہ بھی حکم ہوا کہ اگر لونڈیاں حاملہ

ہوں تو وضع حمل تک ورنہ تین ماہ تک ان کے نزدیک جانا حرام ہے۔

۸ ہجری

غزوہ موتہ

شرجیل بن عمرو قیصرِ روم کے ماتحت بصریٰ کا عیسائی بادشاہ تھا اورشام کے سرحدی مقامات پر حکمراں تھا۔ اس کو بھی آنحضرت نے دعوتِ اسلام کا خط عارث بن عمیر کے ہاتھ بھیجا تھا۔ شرجیل بادشاہ نے آنحضرت کے قاصد کو قتل کردیا تھا۔ اس قتل کے قصاص کے لئے آنحضرت نے جمادی الاول میں تین ہزار کا لشکر موتہ (شام) کی طرف روانہ کیا۔ آپ نے زید بن حارثہ کو سرِ لشکر بنایا اور کہا کہ اگر وہ مارا جائے جعفر بن ابی طالب سپہ سالار ہو اور اگر وہ بھی لڑائی میں کام آئے تو عبداللہ بن رواجہ سپہ سالار ہو[1]۔

جب شرجیل کو خبر ہوئی تو اس نے ایک لاکھ فوج تیار کی۔ خود قیصر روم ہرقل لشکرِ اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کو مآب میں خیمہ زن ہوا۔ لڑائی کے دوران میں زید اورجعفر اورعبداللہ بن رواجہ دادِ شجاعت دے کر مارے گئے۔ تب مسلمانوں نے خالد بن ولید کو سرلشکر مقررکیا۔ مسلمان جان توڑ کر لڑے۔ خالد کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں[2]۔ لیکن تین ہزار کے لئے ایک لاکھ کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ مسلمان شکست کھاکر مدینہ واپس آئے۔ مدینہ کے بعض لوگوں نے اس ہزیمت خوردہ لشکر پر خاک ڈالنی شروع کی۔ اور کہاتم راہِ خدا سے بھاگ کرآئے ہو۔ بعض اتنے شرمندہ تھے کہ نماز پڑھنے کے لئے گھر سے باہرنہیں نکلتے تھے کیونکہ جونہی لوگ ان کو دیکھ پاتے کہتے "اے فراریو۔ تم راہِ خدا سے بھاگ آئے ہو"۔

آنحضرت کو اس قلعہ سے سخت رنج اور قلق ہوا۔ زید اور جعفر طیار کی موت آپ پر نہایت شاق گذری اورآپ کو اس واقعہ سے بڑا صدمہ پہنچا۔

---

[1] تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۲

[2] ایضاً صفحہ ۳

حصه سوم

محمد مکی مدنی والعربی

فتح مکه

رمضان ۸ ہجری مطابق جنوری ٦٣٠ ء

قریش پر فوج کشی کے اسباب

صلح حدیبیه کے معاہدہ میں ایک شرط یه تھی که قبائل عرب کو اختیار ہوگا که فریقین میں جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہوجائیں۔ اس شرط کے مطابق قبائل میں سے قبیله خزاعه آنحضرت کے ساتھ شریک ہوگئے اور قبیله بنوبکر قریش کے ساتھ شریک تھے۔ قبیله بنوبکر اور خزاعه میں لڑائی ہوگئی لیکن قریش کے روسا نے علانیه اپنے حلیف بنوبکر کی مدد کی اور اس طرح حدیبیه کے معاہدہ کو پاؤں تلے روند دیا۔ خزاعه کے آدمی آنحضرت کے پاس آئے اور فریاد کی آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کرکے کہا که ان میں سے جو پسند ہو منظور کرلیں۔ یا تو وہ مقتولوں کا خون بہا ادا کردیں۔ یا قریش بنوبکر کی امداد سے دست بیضار ہوجائیں اور یا اعلان کردیں که حدیبیه کا صلحنامه برقرار نہیں رہا۔ قریش نے کہا که ہمیں آخری شرط منظور ہے لیکن جب قاصد چلا گیا تو قریش کو نقص عہد کی حرکت سے ندامت ہوئی اور انہوں نے ابوسفیان کو

اپنا سفیر بناکر مدینہ بھیجا تاکہ صلحنامہ حدیبیہ ازسرِ نو قائم اور مستحکم ہوجائے۔ ابوسفیان مدینہ آکر پہلے اپنی بیٹی اُم حبیبہ کے گھر گیا جوآنحضرت کی ازدواج میں سے تھیں۔ وہاں بستر بچھا تھا اس پر بیٹھنا چاہتا ہی تھا کہ بی بی اُم حبیبہ نے بچھونا لپیٹ دیا اور کہا کہ " یہ بچھونا خاص رسول اللہ کا ہے اور توایک کافر۔ مشرک اور ناپاک شخص ہے۔ ابوسفیان وہاں سے خفاہوکر نکل آیا اورآنحضرت کے پاس گیا اور معاہدہ کی نسبت گفتگو کرنے لگا لیکن آپ اس کی جانب متوجہ نہ ہوئے ۔ تب وہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا تاکہ وہ اس کی سفارش کریں لیکن حضرت ابوبکر نے انکارکردیا۔ پھر وہ حضرت عمر کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا" میں تیری سفارش کبھی نہ کروں گا۔ اگر میرے پاس ایک تنکابھی ہوگا میں اس کے ساتھ تم سے جنگ کروں گا"۔ یہ جواب سن کر وہ حضرت علی کے پاس گیا اور کہاکہ" اے علی تم رشتہ میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ میں حاجتمند ہوکر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگرمیں ناکام چلا گیا تو ذلیل ورسوا ہوں گا"۔ حضرت علی نے کہا کہ میں اس معاملہ میں ہرگز دخل نہیں دے سکتا ۔ پھر ابوسفیان حضرت فاطمہ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا" اے محمد کی بیٹی تم اپنے صاحبزادوں (امام حسن وحسین) کو حکم دو کہ یہ فقط اپنی زبان سے پکاردیں کہ معاہدہ حدیبیہ ازسرِنو مستحکم ہوگیا۔آپ نے جواب دیا کہ" بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل ہے۔ رسول اللہ کے سوا ن کون یہ کرسکتا ہے"؟ اس پر ابوسفیان نے حضرت علی کو کہا" اے ابوالحسن میں سخت مصیبت میں گرفتارہوں کوئی ایسی ترکیب بتاؤ جس سے میری عزت رہ جائے"۔ حضرت علی نے کہا تم بنی کنانہ کے سردار ہو پس اس حیثیت سے تم کھڑے ہوکر علانیہ کہہ دو کہ تم نے معاہدہ کی تجدید کردی۔ ابوسفیان مسجد میں آیا اورپکارکر کہا" اے لوگو میں نے سب کے درمیان صلح قائم کردی" اورپھر مکہ کو واپس چلا گیا۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کہاکہ یہ تو نہ صلح ہے نہ جنگ ۔ علی نے تم سے مذاق کیا ہے[1]۔

آنحضرت نے مکہ جانے کی تیاری کاحکم دیا تاکہ قریش پر بے خبری کی حالت میں اچانک حملہ ہوجائے آپ نے اتحادی قبائیل کے پاس قاصد بھیجے اورتاکید کی کہ اس امر کی خاص احتیاط رکھیں کہ اہلِ مکہ کوخبرنہ ہونے پائے۔

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۴۰۰

حاطب بن ابی بلتعه نے آنحضرت کی تیاری کا حال ایک خط میں لکھ کر ایک آزاد لونڈی سارہ کے ہاتھ قریش کو بھیجا۔ جب آنحضرت کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا اور وہ خط چھین کر لے آئے۔ حاطب کو بلایا گیا اور اس نے کہا" یا رسول اللہ میرے بال بچے مکہ میں ہیں۔ میں قوم قریش سے نہیں ہوں اور اُن کا کوئی حامی نہیں ۔ میرا خیال تھا کہ اس کام کے صلہ میں قریش میرے بچوں کو ضرر پہنچائیں گے ۔ میں نے اپنے دین سے مرتد ہوکر یہ کام نہیں کیا"۔ حضرت عمر نے کہا" یا رسول اللہ اگر حکم ہو تو اس منافق کی گردن ماروں"۔ آنحضرت نے حاطب کو معاف کردیا اور کہا " اے عمر۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حاطب اہلِ بدر سے ہے اور اہلِ بدر کے گناہ خدا نے معاف کردئیے ہیں"۔پھر یہ آیت نازل ہوئی " اے ایمان والو۔ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست بناؤ"۔

مکہ کی جانب روانگی

غرض ۱۰ رمضان ۸ ہجری مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کے روزآنحضرت ، مہاجرین اور انصار اور قبائلِ عرب کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے ۔ جب آپ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر آئے اور لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عباس لشکر گاہ سے باہر نکلے تاکہ کوئی شخص اسلامی لشکر کو دیکھ کر قریش کو اطلاع دے اور وہ جنگ سے باز رہیں اور پناہ مان مانگ لیں حضرت عباس نے ایک آدمی کو سنُا جو کسی کو کہتا تھا" آج رات روشنی بہت ہے ضرور کوئی زبردست لشکر ہے۔ دوسرے نے کہا غالباً یہ قبیلہ خزاعہ کا لشکر ہے جو ہمارے ساتھ جنگ کرنے آیا ہے۔ حضرت عباس نے آواز پہچان کر ابوسفیان کو بلایا اور کہا کہ یہ لشکر اسلام ہے اور قریش کی ہلاکت کا وقت آپہنچا۔ ابوسفیان نے پوچھا" رہائی کی کوئی ترکیب بھی ہے"۔ عباس نے کہا" اگر کسی مسلمان نے تجھے دیکھ لیا توتجھے قتل کردیگا۔ تو میرے پیچھے خچر پر سوار ہوجا۔ میں تجھ کو رسول اللہ کے پاس لے چلتا ہوں اور تیرے واسطے امن کی درخواست کروں گا۔ پس وہ دونوں لشکر گاہ میں آئے۔ حضرت عمر نے ابوسفیان کو پہچان لیا اور کہا" اُس خدا کا شکر ہے جس نے تجھ کو میرے حوالہ کردیا ہے"۔ حضرت عباس اورحضرت عمر دونوں آنحضرت کے پاس آئے۔ حضرت عمر اس کے قتل کی اورحضرت عباس نے اس کی جان کی امان کی درخواست کی۔ آنحضرت نے حضرت عباس کو کہا کہ ابوسفیان کو صبح میرے

---

[1] تلخیص جلد پنجم صفحہ ٦ ، بخاری جلد دوم صفحہ ۱۹۲

پاس لے آؤ۔ جب صبح کے وقت حضرت عباس نے اسکو حاضر کیا۔ آنحضرت نے اس سے پوچھا اے ابوسفیان کیا وقت نہیں آیاکہ تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودپرستش کے لائق نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اگر کوئی اورمعبود ہوتا تو اس وقت ہمارے کام آتا۔ پھر آنحضرت نے پوچھا کیا وقت نہیں آیا کہ تو میری رسالت کا اقرار کرے؟ ابوسفیان نے جواب دیا" میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ حلیم اورکریم اوررشتہ کا پاس رکھنے والے ہیں لیکن آپ کی رسالت کے متعلق میرے دل میں شبہ ہے"۔ حضرت عباس نے کہا" تجھ کو خرابی ہو رسول اللہ کی رسالت کا جلدی اقرارکر ورنہ مارا جائے گا"ابوسفیان نے کلمہ پڑھا اوراسلام قبول کیا۔ حضرت عباس نے کہا" یا رسول اللہ ۔ابوسفیان اپنی بڑائی اورفخر کو پسند کرتا ہے۔ کوئی ایسی بات فرمائیں جواُس کے فخر کا موجب ہو" آپ نے کہا " جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو پناہ دی جائے گی" پھر آپ نے حضرت عباس سے کہاکہ ابوسفیان کوپہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کردوتاکہ لشکر اسلام کی شوکت اپنی آنکھوں سےملاحظہ کرے۔ ابوسفیان کے پاس فوجِ اسلام گذرنی شروع ہوئی اورحضرت عباس اس کو مختلف قبائل کے نام بتاتے جاتے تھے۔ ابوسفیان پر ہر بار رُعب طاری ہوہوجاتا تھا۔ سب کے بعد" سبزلشکر" گزرا جوتمام کا تمام لوہے۔ میں غرق اورزرہ اوردیگر سامان جنگ سے آراستہ تھا ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں حضرت عباس نے کہا "مہاجرین اورانصار ہیں" جب ان کا سردار سعد بن عبادہ علم کو ہاتھ میں لئے پاس سے گذرا توابوسفیان کودیکھ کر کہنے لگا"۔آج گھمسان کا دن ہے۔ آج کے روز کعبہ میں لڑنا حلال کردیا جائے گا"۔ جب آنحضرت کی سواری گذری تو ابوسفیان نے کہا" یا رسول اللہ ۔ آپ نے سنا جو سعد بن عبادہ نے کہا ہے" آپ نے کہا" سعد نےغلط کہا ہے۔ آج کعبہ کی بزرگی اورعظمت کا دن ہے" اورفوج کا علم سعد سے لےکر اس کے بیٹے کو دیدیا۔ جب ابوسفیان نے لشکرِ اسلام کی شوکت دیکھی تو حضرت عباس سے کہنے لگا" تمہارے بھتیجے کی سلطنت اب زبردست ہوگئی ہے"۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ تم غلط کہتے ہو یہ سلطنت نہیں بلکہ نبوت کی عظمت ہے۔

فتح مکہ

پھر ابوسفیان مکہ میں گیا اور کہنے لگا' اے قریش ۔محمد تم پر آگئے اوران کے ساتھ ایسا زبردست لشکر ہے کہ تم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتے۔" جو شخص میرے گھر میں داخل ہوجائے گا اس

کو امان دی جائے گی"۔ قریش نے کہا" تجھ کو خرابی ہو تیرے گھر میں کتنے لوگ داخل ہو سکتے ہیں"۔ ابوسفیان نے کہا" جو اپنا دروازہ بند کرلیگا یا مسجد حرام میں داخل ہوگا ان کی امان پائے گا"۔

جب آنحضرت[1] مقام ذی طویٰ میں پہنچے تو آپ نے اونٹ کو ٹھیرایا اور خدا کی عنایت اور فتح کو دیکھ کر اپنا سر خُدا کے سامنے جھکایا اور پروردگار کا شکر ادا کیا جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو آپ نے زبیر بن عوام کو لشکر کے میرہ کا سردار اور خالد بن ولید کو میمنہ کا سردار مقرر کیا۔ اورحکم دیا کہ نہ جنگ کی جائے اور نہ کسی کو قتل کیا جائے لیکن قریش کے ایک گروہ نے جس کے سردار صفوان۔ سہیل اور عکرمہ بن ابوجہل تھے خالد کی فوج پر تیر برسائے۔ پس خالد نے حملہ کیا اور قریش کے اٹھائیس آدمی کام آئے اور باقی بھاگ گئے[2]۔ آنحضرت نے بازپُرس کی اور کہا" میں نے تم کو منع کیا تھا تم نے کیوں جنگ کی" لیکن جب معلوم ہوا کہ قریش نے اس پر پہلے حملہ کیا تھا تو آپ خاموش ہو رہے۔

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۳۴

[2] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۵۹

فتح مکہ کے وقت آنحضرت نے سب کو پناہ دی لیکن چھ آدمیوں اور چار عورتوں کا خون ہدا کیا اورحکم دیا کہ جہاں پاؤ ان کو مار ڈالو۔

(۱۔) ان لوگوں میں سے عبداللہ بن سعد ابن ابی سرج تھا جو حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا یہ شخص پہلے مسلمان تھا اور قرآن لکھا کرتا تھا لیکن وحی لکھتے وقت قرآن کو مبدل کردیا کرتا تھا۔ وہ مرُتد ہوکر قریش سے آملا تھا۔ حضرت عثمان اس کو آنحضرت کے پاس لے آئے اور جان بخشی کی درخواست کی۔ آپ بہت دیر تک خاموش رہے۔ پھر جب حضرت عثمان کے اصرار پر آپ نے اس کی بیعت لی۔ آپ نے صحابہ کو کہا کہ تم نے اُس کو قتل کیوں نہ کردیا جب تم نے دیکھا کہ میں اس کی بیعت منظور نہیں کرتا صحابہ نے کہا کہ آپ نے آنکھ سے اشارہ کردیا ہوتا ہم اس کو ضرور قتل کردیتے۔آپ نے جواب دیا کہ نبی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کی آنکھ رمز اور اشارہ کرے[3]۔

(۲۔) دوسرا شخص عبداللہ بن خطل تھا۔ یہ شخص مسلمان ہوگیا تھا لیکن ایک مسلمان کو مار کر مرُتد ہوکر قریش سے آملا اور

[3] تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۹

اپنی لونڈیوں سے آنحضرت کی ہجو کے اشعار گوایا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے روز اس نے کعبہ کا پردہ پکڑلیا اورپناہ لی لیکن آپ کے حکم کے مطابق قتل کیا گیا[1]۔

(۳۔) حویرث بن نفیل مکہ میں آنحضرت کو ستایا کرتا تھا۔ جب حضرت عباس آنحضرت کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت اُم کلثوم کو مکہ سے مدینہ پہنچانے چلے تو اس نے دونوں کو اونٹ پر سے گرادیا تھا۔ حضرت علی کے ہاتھوں وہ مقتول ہوا۔

(۴۔) مقیس بن صبابہ کے ایک بھائی کوایک انصاری نے غلطی سے قتل کردیا تھا اورآنحضرت نے اس کی دیت ادا کردی تھی تاہم مقیس نے اس انصاری کو قتل کردیا تھا اورمرُتد ہوکر مکہ بھاگ آیا تھا وہ قتل کردیا گیا۔

(۵۔) ہبار بن الاسود نے آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینب کومکہ سے مدینہ جاتے وقت نیزہ سے ڈرایا تھا جس کے خوف سے ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔ حضرت زینب ابوالعاص کی زوجہ تھیں جو جنگِ بدر کے اسیروں میں سے تھے۔ لیکن بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ یہ قتل کردیا گیا۔

(۶۔) عکرمہ بن ابوجہل یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی اُم حکیم مسلمان ہوگئی اوراس نے اپنے خاوند کی جاں بخشی کرالی۔

(۱۔)(۲۔) عورتوں میں سے عبداللہ بن خطل کی دولونڈیاں تھیں جو آنحضرت کی ہجو میں گیت گایا کرتی تھیں اُن میں سے ایک قتل کی گئی اوردوسری بھاگ گئی ۔ اس کے واسطے آنحضرت سے امن حاصل کیا گیا۔

(۳۔) سارہ بنی عبدالمطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی اور آپ کومکہ میں بُرا بھلا کہتی تھی۔ اسی عورت کے ہاتھ حاطب نے مکہ کے روسا کو خط بھیجا تھا۔ اس کو بھی آنحضرت نے امن دیدیا۔

(۵۔)ابوسفیان کی زوجہ ہندہ جومعاویہ کی ماں تھی وہ جنگِ اُحد میں حضرت حمزہ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔ اس نے قریش کی عورتوں میں چھپ کر بیعت کرلی اوربیعت کے بعد اس نے اپنے آپ کو ظاہر کرکے جان بخشی کی درخواست کی۔آنحضرت نے معاف کردیا۔

اربابِ سیر نے ان دس شخص کے نام بتائے ہیں لیکن صحیح بخاری میں صرف عبداللہ بن خطل کے قتل کا ذکر ہے ۔ ابوداؤد کی روایت میں چار ایسے شخصوں کا ذکر ہے۔ غالبًا روئے زمین کی تواریخ میں کسی فاتح نے ایسی برُدباری ، تحمل، دانشمندی پیش بینی اور

---

[1] ایضاً صفحہ ۸ ، بخاری جلد اول صفحہ ۲۵۴

دور اندیشی سے کام نہیں لیا جس طرح آنحضرت نے فتح مکہ کے وقت لیا تھا۔

کعبہ کو پاک کرنا

آنحضرت نے کعبہ کے اندر جانے سے اس وجہ سے انکار کردیا کہ اس میں بُت تھے جن کو کفار اپنے معبود خیال کرتے تھے۔ آپ کے حکم کے مطابق بُت جو تعداد میں تین سوساٹھ (۳٦۰) تھے نکال کر پھینک دئیے گئے۔ جب بُتوں کو نکالا جاتا تھا تو آپ اپنی چھڑی سے ان کو مارتے اوریہ پڑھتے تھے[1] " حق آگیا اورباطل مٹ گیا اورباطل مٹنے ہی کی چیز ہے' (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۳)۔ حضرت عمر کو حکم ہوا کہ خانہ کعبہ جائیں اوروہاں جو تصویریں اورنقوش دیواروں پر ہیں مٹادیں[2]۔ چنانچہ انہوں نے حکم کے مطابق ان سب کو مٹادیا۔ یوں آنحضرت نے عرب میں بُت پرستی کا نام ونشان نہ چھوڑا۔ خانہ کعبہ میں نذروں اورہدیوں کا خزانہ جومدت سے جمع ہوتا چلا آیا تھا محفوظ رکھا گیا۔

قریش کو امان

تمام قریش مکہ میں جمع تھے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت پر اورآپ کے صحابہ پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے تھے۔ آپ نے ان کو مخاطب کرکے پوچھا " تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں"۔ انہوں نے کہا" آپ کریم بھائی ہیں اورشریف بردار کے بیٹے ہیں "آپ نے اُن سب کو مخاطب کرکے کہا" تم کو میں ملزم قرارنہیں دیتا تم سب آزاد ہو"۔

نماز کا وقت آیا تو بلال موذن نے کعبہ کی چھت پر اذان دی۔ ابوسفیان ،آفتاب بن اسید اورہشام بن حرث صحن کے کعبہ میں بیٹھے تھے۔ اذان کی آوازسن کر آفتاب نے کہا" اللہ نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اذان سننے سے پہلے ہی وہ مرگیا" ہشام نے کہا" اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ حق پر ہیں تو میں ان کی اطاعت کرلوں" ابوسفیان نے کہا" میں توکچھ نہیں بولتا اگرمیں ایک حرف بھی کہوں گا تو یہ کنکریاں میری بات ان سے کہہ دیں گی"آنحضرت نے ان کو بلاکراُن سے بازپرُس کی اوروہ مسلمان ہوگئے[3]۔

---

[1] تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۹۔ جلد دوم صفحہ ۱۲۹۔ جلد سوم صفحہ ۸۴۔ بخاری جلد دوم صفحہ ۲۳۵۔سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۰٦

[2] تلخیص جلد پنجم صفحہ ۱۰

[3] ابن ہشام صفحہ ۴۰۷

خطبہ فتح

پھر آنحضرت نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر کہا" اے لوگو۔ اللہ کے سوا اورکوئی خدا نہیں ۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کردکھلایا اوراپنے بندے کی مدد کی۔ اس نے تمام گروہوں کو اکیلا توڑدیا۔ تمام مفاخر تمام خون یا مال کے دعوے میرے قدموں کے نیچ ہیں۔ فقط خانہ کعبہ کی تولیت اورحجاج کوپانی پلانے کی خدمت اس سے مستشنیٰ ہیں۔ اے لوگو۔ اب جاہلیت کا غروراورخاندان یا نسب کا فخر اللہ نے مٹادیا ہے۔ سب لوگ آدم کی نسل سے ہیں اورآدم مٹی سے بنا تھا۔ پھرآپ نے یہ آیت پڑھی" اے لوگو ہم نے تم کو نر اورمادہ سے پیدا کیا اورتمہارے قبیلے اورخاندان بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ خدا کے نزدیک بڑا وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے"(سورہ حجرات آیت ۱۳)۔

کفارمکہ نے مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کرلیا ہوا تھا۔ مہاجرین نے اپنے حقوق واپس لینے چاہے لیکن آنحضرت نے حکم دیاک وہ اپنے حقوق سے دست بردارہوجائیں۔

جب مکہ فتح ہوگیا تو ایک دفعہ جب آنحضرت کوہ صفا پر دعا اورمناجات کررہے تھے۔ انصار نے آپس میں کہاکہ اب جو اللہ نے آنحضرت کو مکہ دیدیا ہے شاید آپ ہمیں رہائش اختیارکرلیں۔ جب آپ دعا سے فارغ ہوئے توآپ نے ان کو طلب کیا اور کہا" یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں اس شہر میں قیام کروں ۔ میری زندگی بھی تمہارے ساتھ ہے اورمیری موت بھی تمہارے ساتھ ہے"۔ چنانچہ آپ نے وہاں پندرہ روزقیام کیا۔

خالد کا بنو حزیمہ سے جنگ کرنا

فتح مکہ کے بعد آنحضرت نے چند گروہ اطراف مکہ کو روانہ کیا تاکہ قبائل عرب کو دعوتِ اسلام دیں اور حکم دیاکہ کسی سے جنگ آزمامت ہونا۔ اسی سلسلہ میں خالد بن ولید کوبھی بھیجا ۔ ایام جاہلیت میں قبیلہ بنو حزیمہ نے عوف کو جو عبدالرحمن کے باپ تھے اورالفاکہ کو جو خالد کے چچا تھے قتل کرکے ان کا اسباب لوٹ لیا تھا۔ اب جو خالد بن ولید دعوتِ اسلام پر مامورہوا تووہ بنو حزیمہ کی طرف گیا۔ جب وہ ان کے پاس آیا توانہوں نے کہنا شروع کیا ۔ صبانا ، صبانا ۔یعنی ہم لوگ بے دین یعنی مسلمان ہوگئے ہیں۔ لیکن بنو حزیمہ کے بعض آدمی صلح ہوکر جنگ کےلئے تیارہوگئے ۔ خالد

نے کہاکہ لوگ مسلمان ہوگئے ہیں تم اپنے ہتھیار ڈال دو۔ جب انہوں نے ہتھیارڈال دئیے تو خالد نے ان کی مشکیں باندھ لیں اور عبداللہ بن عمر بن خطاب اورابوحذیفہ کے آزاد غلام سالم کے منع کرنے کے باجود اس نے ان میں سے چند لوگوں کو قتل کردیا۔ جب یہ خبر آنحضرت کو ملی آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب اٹھاکر تین بار کہا" بارخدا میں خالد کی کارروائی سے بری الذمہ ہوں[1]۔

اس کشت وخون کے متعلق عبدالرحمٰن بن عوف نے ولید کو ملامت کی اس پر خالد نے کہا کہ میں نے تیرے باپ عوف کے قصاص میں ان کو قتل کیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ تو جھوٹ کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کردیا ہوا ہے۔ تو نے اپنے چچا الفا کے خون کا قصاص لیا ہے۔ یہ فعل تو نے زمانہ جاہلیت کا کیا ہے۔ مسلمان ہوکر تجھے اس سے پرہیز کرنی لازم تھی۔ آنحضرت نے جو مرُدم شناس اوراپنے اصحاب کے قدردران تھے اس قیل وقال کی خبرسن کر خالد کو طلب کیا اور کہا" اے خالد تو میرے اصحاب کو اپنے ساتھ نہ رکھ۔ تو اُن کی قدرنہیں جانتا۔ اگر تیرے پاس کوہِ اُحد کے برابر سونا ہوتا اورتو اس کو راہِ خدا میں خرچ کردیتا تب بھی تو میرے اصحاب جیسے شخصوں کی بوُباس نہ پاتا"۔آنحضرت کو خالد کے اس فعل سے سخت رنج ہوا۔ آپ نے حضرت علی کو حکم دیاکہ جاکر مقتولین کا خون بہا ادا کرآؤ۔ چنانچہ حضرت علی نے تمام کا خون بہادے کرپوچھا کہ اگرکسی کی دیت باقی رہ گئی ہوتو وہ بھی لے لے۔ جب لوگوں نے کہاکہ سب کی دیت مل گئی ہے تو حضرت علی نے باقیماندہ زربھی ان میں تقسیم کردیا تاکہ وہ لوگ خوش ہوجائیں۔

غزوہ حنین

جب قبیلہ ہوازن کو مکہ کے فتح ہونے کی خبرپہنچی تو ان کے سردار مالك بن عوف نے آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے قبائل عرب کو اپنے پاس جمع کرنا شروع کیا۔ قبیلہ ہوازن کے ساتھ بنی ثقیف اوربنی نصر۔ بنی ہلال ۔ بنی جشم اوربنی سعد(جن میں آنحضرت نے بچپن میں پرورش پائی تھی) جمع ہوگئے ۔ یہ قبائل اپنے اہل وعیال اورمواشی اپنے ہمراہ لائے تھے تاکہ لوگ جان توڑکر لڑیں۔

جب آنحضرت کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ۶ شوال ۸ ہجری کے روزبارہ ہزارکی جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلہ کرنے کے

---

[1] تاریخ ابولفدا صفحہ ۶۲۔ تلخیص الصحاح جلد پنجم صفحہ ۱۸۔ بخاری جلد سوم صفحہ ۲۴۲ ابن ہشام صفحہ ۴۱۱

لئے نکلے ۔ دس ہزار تو آپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے ۔ اور دو ہزار مکہ کے آدمی تھے ۔ اسلامی فوج اس آن بان سے نکلی کہ اُن کو اپنی فتح کا یقین تھا ۔ اسی بات کی طرف قرآن میں اشارے ہیں کہ" حنین کا دن یاد کر جب تم اپنی کثرت پر اتراتے تھے لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کے بھاگ نکلے لیکن اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کو یہی سزا ہے" (سورہ توبہ آیت ۲۵)۔

اس جنگ کے لئے آنحضرت نے عبداللہ بن ربیعہ سے جو ابوجہل کا بے ملت بھائی تھا دس ہزار درہم قرض لئے۔ صفوان بن امیہ رؤسائے مکہ میں سے اور اب تک اسلام نہیں لایا تھا اس سے آپ نے ایک سو زرہیں اور ہتھیار لئے۔

جب مسلمان حنین کی وادی میں پہنچے جو بہت نشیب میں واقع تھی تو دشمنوں نے جو پہلے ٹیلوں اور گڑھوں میں چھپ گئے تھے بے خبری کی حالت میں یکبارگی اُن پر حملہ کردیا۔ لشکرِ اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان چاروں طرف سراسیمہ ہوکر بھاگ اٹھے۔

لشکرِ اسلام کی حالت پر مکہ کے بعض منافق مسلمان خوش ہوئے۔ ابوسفیان نے کہا" اب یہ مسلمان سمندر کے کنارے سے ادھر دم نہیں لیں گے"۔ یہ صفوان بن امیہ کے بھائی نے پکار کر کہا" اب جادو کا اثر جاتا رہا"۔ اس کے بھائی صفوان نے جو ابھی مشرک ہی تھا اس کو کہا" خاموش رہ۔ اللہ کی قسم۔ قریش کی غلامی قبیلہ ہوازن کی غلامی سے بدرجہا بہتر ہے"۔

جب لشکرِ اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور آنحضرت اکیلے رہ گئے تو آپ نے پکار کر کہا[1]" میں نبی ہوں۔ اس بات میں ذرا جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں میں اللہ کا بندہ ہوں ۔ الٰہی اپنی مدد بھیج"۔ پھر آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو۔ حضرت عباس نے بلند آواز سے کہا" اے گروہ انصار۔ اے بیعتِ رضوان والو"۔ اس آواز پر تمام فوج دفعتہً پلٹ پڑی اور لڑائی کا رنگ بدل گیا اور مسلمان کو فتح نصیب ہوئی ۔ اسیرانِ جنگ کی تعداد کئی ہزار تھی۔ ان میں شیما بنت الحارث بھی تھی۔ جو آنحضرت کی رضاعی بہن تھی۔ آنحضرت نے جب اس کو پہچانا تو اس کی خاطر اپنی

---

[1]تلخیص جلد پنجم صفحہ ۱۴۔ بخاری جلد دوم صفحہ ۲۶

چادربچھائی۔ چند اونٹ اوربکریاں عنایت کیں اورنہایت احترام سے اس کو واپس وطن پہنچادیا۔

جنگ کے بعد کسی نے صلاح دی کہ جو لوگ دشمن کے حملہ کے وقت بھاگ گئے تھے وہ قتل کئے جائیں۔ لیکن آنحضرت نے ان کی خطا سے درگذرکی اورکہا" خداکافی ہے اب اللہ نے ہم کو فتح دے دی ہے"[1]۔

جنگِ اوطاس

قبیلہ ہوازن میں سے بعض شکست کھاکر اوطاس کی جانب بھاگے۔ آنحضرت کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا۔ دونوں لشکروں میں اوطاس پر جنگ ہوئی اورلشکرِاسلام فتحیاب رہا۔ ابوعامر اس لشکر کا سردار تھا۔ وہ کسی شخص پر حملہ کرنے سے پہلے اس کو دعوتِ اسلام دیتا۔ اگر وہ نہ مانتا تو کہتا" اے خدا اس پر گواہ ہو"۔ اورپھر اس کو قتل کرتا۔ مقتولین میں سے آنحضرت نے ایک عورت کی لاش دیکھی جس کے گرد بہت لوگ جمع تھے۔ معلوم ہوا کہ خالد بن ولید نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے خالد کو کہلوا بھیجا کہ رسول اللہ تم کو عورتوں بچوں اوربوڑھوں کے قتل سے منع کرتے ہیں۔

[1] تلخیص جلد پنجم صفحہ ۱۵۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ۶،۴

غزوہ طائف

حنین کی شکست خوردہ فوج میں سے بنی تقیف نے بھاگ کر طائف میں پناہ لی۔ اس شہر کے گرد فصیل تھی۔ بنی ثقیف کاقبیلہ عرب میں ممتاز اورقریش کے ہم پلہ تھا۔ چنانچہ کفارمکہ کہتے تھے۔ اگر قران برحق ہوتا تویا وہ قریش مکہ کے رؤسا پر نازل ہوتا یا طائف کے رؤسا پر اترتا۔ دس سال پہلے طائف کے باشندوں نے آنحضرت کو جب وہ ان کو دعوت اسلام دینے آئے تھے۔ پتھر مارمار کر لہو لہان کردیا تھا۔ طائف کےباشندے منجنیق اوردیگر آلات حرب سے بخوبی واقف تھے۔ پس انہوں نے طائف کے دروازوں کو بند کرلیا اوربرجوں اورفصیلوں اوردیگر سامانِ جنگ کو تیارکرکے آنحضرت کےمنتظر ہوئے۔

آنحضرت نے جنگِ حنین سے فارغ ہوکر طائف کا رخ کیا اور طائف پہنچ کر شہرکا محاصرہ کرلیا اورمنجنیق لگاکر جنگ کی۔ اسلام میں پہلی دفعہ طائف کی جنگ میں منجنیق کو استعمال کیا گیا۔ بلاآخر ایک روزفصیل میں سوراخ نمودار ہوا اورچند مسلمانوں نے شہر کے اندرداخل ہونا چاہا لیکن اہل طائف نے تیروں اور لوہے کے گرم ٹکڑوں کی بارش شروع کردی اورمسلمانوں کو لاچارباہر

نکلنا پڑا۔ آنحضرت نے طائف کے باغوں اورانگوری باغوں کے کاٹنے کاحکم دیا۔ جب لشکر نے کاٹنا شروع کیا تو محصورین نے کہلا بھیجا کہ اگریہ باغ اجڑگئے توپھر تیارنہیں ہوسکیں گے۔ آپ ان کو نہ کٹوائیں یا تو ان کو اپنے واسطے رکھ لیں اوریا خدا کے اوراس رشتہ کے واسطے جوہم میں اورآپ میں ہے ہم کو عنایت کردیں۔ آنحضرت نے ان کی درخواست قبول کی اورباغات کے کاٹنے سے منع کیا اوراُن کو عنایت کردئیے۔

آنحضرت نے بیس دن طائف کا محاصرہ جاری رکھا لیکن شہر فتح نہ ہوسکا۔ لہذاآپ نے محاصرہ اٹھالیا۔ کسی نے کہا" یا رسول اللہ ۔ ان کے حق میں بدعا کریں "۔ آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاکر کہا" یا اللہ بنی ثقیف کو ہدایت دے[1]

قبیلہ ہوازن کےقیدیوں کی واپسی

محاصرہ سے فارغ ہوکرآنحضرت نے جعرانہ آئے۔ جہاں حکم کے مطابق جنگِ حنین کامالِ غنیمت اوراسیرانِ جنگ کو محفوظ رکھا گیا تھا۔ قیدیوں میں ہوازن کے قبیلہ کی چھ ہزارعورتیں اوربچے تھے۔ پس ہوازن کا وفد مسلمان ہوکرآنحضرت کے پاس آیا اورعرض کی " یا رسول اللہ ۔ آپ ہم پر احسان فرمائیں اور ہمارا مال اور ہمارے قیدی ہمیں واپس کردیں"۔ آپ نے جواب دیا کہ " تم یااپنا مال واپس لے لواوریا اپنے قیدی واپس لےلو۔ دونوں چیزیں تم کو نہیں مل سکتیں"۔ انہوں نے کہا" ہم قیدی واپس چاہتے ہیں ۔ آپ اُن کو رہا کردیں[2]۔ آنحضرت نے قیدیوں کو رہا کردیا اورکہاکہ اگر تمہارا سپہ سالا رمالك بن عوف مسلمان ہوکرمیرے پاس آئے گا تو میں اس کے اہل رعیال بھی واپس کردوں گا ۔ جب مالك بن عوف نے یہ سنا تو بنی ثقیف سے چھپ کر وہ آنحضرت کےپاس آیا اورمسلمان ہوگیا۔ آنحضرت نے اس کو اس کے اہل وعیال دیدیئے اورسو اونٹ بھی عطا کئے۔

مال غنیمت کی تقسیم

اسیرانِ جنگ کےعلاوہ مالِ غنیمت میں چوبیس ہزاراونٹ ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقہ چاندی ہاتھ لگے۔ جب آپ اسیرانِ جنگ کو واپس کرنے سے فارغ ہوئے تو لوگ مالِ غنیمت کی تقسیم پر اصرار کرنے لگے۔ ہر جانب سے لوگ آپ کو گھیرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی چادر ایك درخت سے الجھ گرپڑی ۔ آپ نے کہا"

---

[1] تلخیص جلد پنجم صفحہ ۱۱۳

[2] بخاری جلداول صفحہ ۳۴۸

اے لوگو۔ میری چادرتو مجھ کو دو۔ اللہ کی قسم اگر تہامہ کے ملک کے درختوں کی گنتی کے برابر بھی مال ہوتا تو میں اس کو تمہارے درمیان تقسیم کردیتا اورتم مجھ کو بخیل نہ پاتے[1]۔ مجھے خمس کے سوا اورکچھ درکارنہیں اوروہ بھی تم پر خرچ ہوجاتا ہے"۔ پھر آپ نے مالِ غنیمت کولوگوں پرتقسیم کردیا۔

مولفتہ القلوب کو انعامات

مکہ کے رؤسا اسلام لے آئے تھے لیکن ابھی ان کا ایمان مضبوط نہیں تھا۔ آنحضرت نے ان کے دلوں کواسلام کی طرف مائل کرنے کےلئے مالِ غنیمت میں سے نہایت فیاضی سے اُن کو انعام دئیے۔ انہی لوگوں کو قرآن میں ' مولفتہ القلوب" کہا گیا ہے چنانچہ ابوسفیان کو تین سو اونٹ اورایک سو بیس اوقہ چاندی عطا کی۔ حکیم بن خرام ۔ نضر بن حارث۔ صفوان بن امیہ قیس بن عدی، سہیل بن عوف ، حویطب بن عبدالعزیٰ ۔ اقراع بن حابس ، عینیہ بن حصین اورمالک بن عوف کوسو سو اونٹ عطا کئے ۔ قریش کے بہت سے آدمیوں کوآپ نے سو سے کم عنائت کئے ۔ ان میں سے عباس بن مرداس تھا۔ جب اُس کو کم ملے تو اس نے ناراض ہوکر چند اشعار لکھے توآنحضرت نے صحابہ کو کہا کہ اس کو اوراونٹ دوتاکہ اس کی زبان بند ہوجائے۔ چنانچہ اس کو اتنے ملے کہ وہ خوش ہوگیا۔

انصارکی بدظنی اورحضرت کی تقریر

جب انصار مدینہ نے دیکھاکہ آنحضرت نے اہلِ مکہ اور قریش کوانعام وکرام دئیے اورہم محروم رہ گئے تواس بات پر وہ ناراض ہوگئے[2] اوران میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ کسی نے کہا کہ رسول نے اپنے اقربا کوتو انعام دیا ہے اورہم کو نہیں دیا جن کی تلواروں سے اب تک قریش کا خون ٹپکتا ہے ۔ کسی نے کہاکہ مصیبت کے وقت ہم کو یاد کیا جاتا ہے اورانعام کے وقت ہم یاد سے فراموش ہوجاتے ہیں۔ اس قیل وقال کو سن کرسعد بن عبادہ آنحضرت کےپاس آیا اور واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے انصارکو ایک جگہ جمع کیا اورخدا کی حمدوثنا کے بعد کہا" اے انصار میں تمہارے پاس ایسے وقت آیا جب تم گمراہ تھے۔ پھر میرے ذریعہ خدا نے تمہاری ہدایت کی۔ تم فقیرتھے خدا نے تم کوغنی کیا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا نے تم کو دوست بنایا"۔ انصارہرفقرہ کے بعد کہتے تھے " بے شک خدااوررسول نے ہم پربڑا احسان کیا"۔آپ نے کہا "اے انصار

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۰۷۔

[2] تلخیص جلد پنجم صفحہ ۱۴۔ بخاری جلد دوم صفحہ ۰۷،صفحہ ۲۴۱۔ ابن ہشام صفحہ ۴۲۹۔

مجھے وہ جواب دو جس کو لوگ سن کر کہیں کہ تم سچ بولتے ہو" انہوں نے کہا" یا رسول اللہ ہم آپ کو کیا جواب دیں۔آپ کا ہم پر بڑا احسان ہے"۔آپ نے کہا" نہیں اے انصار۔ تم مجھ کو کہہ سکتے ہو کہ اے رسول جب تم ہمارے پاس آئے تو لوگ تم کو جھٹلاتے تھے لیکن ہم نے تمہاری تصدیق کی ۔ جب سب نے تم کو چھوڑ دیا تھا ہم نے تمہاری مدد کی ۔جب لوگوں نے تم کو نکال دیا تھا ہم نے تم کو جگہ دی تھی تم دل شکستہ تھے ہم نے تمہاری دلجوئی کی تھی۔ اے انصار کیا اس دنیا کا مال دینے سے تم نے اپنے دلوں میں میری نسبت ایسے خیالات کو آنے دیا؟ دنیا کا ذلیل مال میں نے اُن لوگوں کو دیا ہے جن کو میں اسلام کی طرف راغب کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اُن کا زمانہ جاہلیت سے قریب ہے۔ لیکن اسلام کا بیش قیمت مال میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے اے انصار کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ کوئی اونٹ لے جائے اور کوئی بکری لیکن تم رسول اللہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار سے ہوتا۔ اگر تمام لوگ ایک راہ اختیار کریں اور انصار دوسری۔ تو میں انصار کی راہ اختیار کروں گا۔ یا اللہ انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں اور ان کے بیٹوں کی اولاد پر رحم فرما"۔

آنحضرت کی تقریر نے انصار پر اس قدر اثر کیا کہ بے اختیار پکار اٹھے" ہم کو صرف رسول درکار ہے" آنحضرت ۲۳ ماہ ذیعقد واپس مدینہ آگئے۔

اس واقعہ کے متعلق قرآن میں یوں آیا ہے"ان میں کوئی ہے جو تقسیم زکوات کی بابت تجھے عیب لگاتا ہے ۔سو اگر اس میں سے انہیں ملے تو راضی ہوں اور جو نہیں اس میں سے نہ ملے تو فوراً ہی ناراض ہیں۔ اور اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنی مہر سے پھر کبھی کچھ دے رہے گا۔ ہم تو اللہ کی طرف راغب ہیں تو بہتر تھا۔ زکوات کا مال صرف فقیروں اور محتاجوں کے لئے ہم اوران کے لئے جو اس پر کارندے ہیں اور ان کے لئے جن کے دل اسلام کی طرف راغب کرنے منظور ہیں" (سورہ توبہ آیت ۵۸، ٦۰)۔

ابراہیم کی پیدائش اوروفات

ماہ ذی الحجہ ۸ ہجری میں آنحضرت کا لڑکا ابراہیم آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوا ۔ یہ بچہ تقریباً ایک سال بعد فوت ہوگیا۔ جس دن یہ بچہ فوت ہوا اس روزآفتاب میں گرہن پڑا۔ لوگوں نے حضرت کو خوش کرنے کے خیال سے کہاکہ ابراہیم کی وفات کے سبب آفتاب میں گرہن پڑگیا۔ آنحضرت نے کہاکہ سورج اورچاند نہ کسی کے مرنے سے گرہن میں آتے ہیں اورنہ کسی کے جینے سے ابراہیم کی وفات سے آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔

کعب بن زہیرکا اسلام

اسی سال [1]طائف سے واپس آنے کے بعد کعب بن زبیر آپ کے پاس مدینہ آیا اورمسلمان ہوگیا یہ شخص ایک مشہورشاعر تھا جو مکہ میں آنحضرت کی ہجو کیا کرتا تھا ۔ اس کے بھائی نے اس کو لکھا کہ تم آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلوکیونکہ جو کوئی اسلام قبول کرلیتا ہے اورآپ کے پاس تائب ہوکر آتا ہے آپ اس کو قتل نہیں کرتے۔ یہ خط پاکر وہ مدینہ گیا اور آنحضرت کے پاس بیٹھ کر اس نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھا اور کہا" یا رسول اللہ۔ اگر ہ کعب توبہ کرکے اورمسلمان ہوکرآپ کے پاس آئے توآپ اس کو امان دیں گے "۔ آنحضرت نے کہا " ہاں" ۔ اس نے کہا" یا رسول اللہ ۔ کعب بن زبیر میں ہی ہوں " ۔ یہ سن کر انصارمیں سے ایک شخص بے تاب ہوگیا اوراس نے عرض کی " یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیں کہ اس کی گردن ماروں"۔ آپ نے کہا " اس کو جانے دو۔ وہ توبہ کرکے آیا ہے"۔

۹ ہجری

آنحضرت کی سادہ زندگی کا خاکہ

حضرت محمد اب عرب کے حکمراں تھے لیکن ان کی فطرت میں سادگی کوٹ کوٹ کربھری ہوئی تھی۔ آپ کہا کرتے تھے۔ کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ دنیا مسلمان کےلئے دوزخ ہے اورکافر کےلئے جنت ہے اورکہ دنیا اورمافیہا سب ملعون ہے بجز ذکر الہٰی کے اوراس چیزکے جس کو خدا پسند کرے[2]۔ دنیا کی شان وشوکت کا آپ کے گھرمیں نشان تک نہ تھا۔ فقرہ فاقہ کی زندگی اورسادگی آپ کو

---

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۳

[2] تلخیص الصاح جلد سوم صفحہ ۲۴

پسند تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ نے دیواروں پر دھاری دار رنگین کپڑے منڈھے تو آپ نے ناراض ہوکر کہا کہ ہم مال اس واسطے نہیں دیا گیا کہ ہم اینٹ اورپتھر کو لباس پہنائیں ۔ ایک مرتبہ اپنی بیٹی بی بی فاطمہ کے گھر گئے۔ ان کے دروازہ پر ایک ریشمی پروہ لٹکا تھا آپ اُلٹے پاؤں واپس چلے آئے[1]۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت کے اہل وعیال نے مدینہ آنے سے آپ کی وفات تک تین روز متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر کبھی نہ کھائی[2]۔ جب آپ نے انتقال کیا توانہوں نے کھجوروں اور پانی سے پیٹ بھرا تھا[3]۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ ہمیں چولہے میں آگ جلائے ہوئے ایک ایک مہینہ ہوجاتا تھا اورفقط چھوہارے پانی کے ساتھ کھایا کرتے تھے ۔ جب کبھی گوشت آجاتا تو وہ پکالیتے یا انصار ہم کو دودھ وغیرہ بھیج دیتے تھے[4] ایک مرتبہ کا ذکر ہے[5]۔ کہ حضرت نے نمازعصر پڑھ کر سلام پھیرا تو بہت جلد کھڑے ہوگئے اورگھر چلے گئے۔ جب واپس

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۳۵۹

[2] بخاری جلد سوم صفحہ ۵۸

[3] ایضاً صفحہ ٦١

[4] ایضاً صفحہ ۱۸۴

[5] بخاری جلد اول صفحہ ١٦٦

آئے تو لوگوں نے ایسی جلدی گھر جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیاکہ مجھے نماز میں یادآیا ہے کہ ہمارے گھر کچھ سوناپڑا ہے ۔میں نے بُرا سمجھا کہ وہ رات ک وہمارے ہاں رہے پس میں نے تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔

آنحضرت اس درجہ سادگی پر عاشق تھے کہ جب بی بی فاطمہ کا بیاہ ہوا اوران کو چکی پیسنے سے تکلیف ہوئی اوران کو خبرملی کہ آنحضرت کے پاس کچھ لونڈیاں آئی ہیں تو وہ آپ کے پاس ایک خادمہ مانگنے گئیں۔ آپ نے جواب دیاکہ میں تم کو ایک ایسی چیز بتاتاہوں کہ جو خادمہ سے بہتر ہے۔ جب تم سونے کو جاؤ تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو اورتینتیس مرتبہ الحمداللہ اورتینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرو[6]۔

عبادت گزاری

آنحضرت جب خود سونے کو جاتے تو قرآن کی سورہ پڑھ کر سوتے اور کہتے " یااللہ میں تیرا نام لے کرمرتااور زندہ رہتاہوں"۔ جب صبح اٹھتے تو کہتے " اللہ کی حمد ہو جس نے موت کے بعد زندہ کیا اوراسی کی طرف حشر ہوگا"۔آپ اکثر دعا مانگتے" یااللہ میں

[6] بخاری جلد دوم صفحہ ٦۴

تجھ سے رحمت مانگتا ہوں جس سے میرے قلب کو ہدایت ہو۔ یا اللہ تو مجھ کو ایسا ایمان اور ایسا یقین مرحمت فرما جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی رحمت عطا فرما جس سے دنیا اور آخرت میں تیری رحمت سے مشرف ہوں[1]۔ آنحضرت کو قرآن میں حکم تھا کہ "اے محمد تو جان رکھ کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور اپنے گناہ کے لئے مغفرت مانگ اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے بھی" (سورہ محمد آیت ۲۱) (اے محمد) تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ اور صبح کے وقت اور شام کے وقت اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر (مومن آیت ۵۷)" خدا سے مغفرت مانگ۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (نسا آیت ۱۶.) آپ نے ایک دفعہ اپنے صحابہ سے کہا" خدا کی قسم میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں[2]۔ مسروق سے روایت ہے کہ میں نے بی بی عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے اس نے جواب دیا کہ جب آپ مرغ کی بانگ سنتے آپ نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے

[1] تلخیص جلد دوم صفحہ ۳۱۸۔ بخاری جلد سوم صفحہ ۱۶۵

[2] تلخیص جلد سوم صفحہ ۲۶۷

تھے[3]۔ بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ماہِ رمضان میں اتنی عبادت کرتے کہ کسی اور مہینہ میں اتنی کوشش نہیں کرتے تھے۔ بالخصوص اس ماہ کے آخر کے دس روز میں سب سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ آپ رات بھر جاگتے اور گھروالوں کو جگادیتے تھے اور عورتوں سے پرہیز کرتے تھے[4]۔ آپ رات کو اس قدر نماز پڑھتے کہ آپ کے دونوں پیر ورم کرجاتے اور پھٹ جاتے[5] کسی نے کہا کہ" یارسول اللہ آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں" آپ نے جواب دیا کہ "کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں[6]؟" آپ مسلمانوں کو کہتے کہ" خدا سے اس کا فضل مانگو کیونکہ خدا مانگنے کو پسند کرتا ہے اور دعا کی قبولیت کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے[7]۔" حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ آپ نے کہا" جو کوئی خدا سے مغفرت چاہے اگرچہ دن بھر میں ستر دفعہ وہی گناہ کرے تو ایسا شخص گناپر اصرار کرنے

[3] ایضاً صفحہ ۲۷.

[4] بخاری جلد اول صفحہ ۱۵۴

[5] بخاری جلد سوم صفحہ ۱۸۵

[6] تلخیص الصحاح جلد دوم صفحہ ۲۷۴

[7] تلخیص الصحاح جلد دوم صفحہ ۳۱۷

والا نہیں کہا جائیگا[1]۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے اورواپس جاتے توآپ یہ دعا کرتے تھے " اے پروردگار میرے گناہ بخشدے اور مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے[2]۔ آپ مسلمانوں کو کہتے کہ" خدا اُس بندے پر خوش ہوتا ہے جو کھانا کھاکر اورپانی پی کر خدا کی حمد کرے۔

ایلاء کا واقعہ

ادھر آنحضرت کی سادہ زندگی کا یہ حال تھا اُدھر آپ کی بیویاں جو اس وقت نو تھیں توسیع نانِ ونفقہ کا تقاضا کرنے لگیں۔ ان ازدواج میں سے اکثر معزز خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں اورنکاح سے پہلے نازونعم میں پلی تھیں مثلاً بی بی جویریہ ، بی بی صفیہ، بی بی اُم حبیبہ اپنی اپنی قوم اورقبیلہ کے رؤسا کی بیٹیاں تھیں۔ جنس لطیف کا یہ خاصہ ہے کہ وہ سامان آرائش اورزینت کی خواہاں ہوتی ہے حضرت کی ازدواج کو بھی طبعاً یہ چیزیں مرغوب تھیں۔ بالخصوص جب انہوں نے دیکھاکہ ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام کا اقتدار بڑھ گیا ہے تو وہ بھی قدرتی طورپر سامانِ آرام وآسائش اورزیب وآرائش کی خواہاں ہوئیں اورانہوں نے توسیع نان ونفقہ کے لئے تقاضے شروع کئے۔ یہ امر آنحضرت کو ناگوار معلوم ہوا۔اس پرآپ کی ازدواج آپ سے روٹھ گئیں اورآپ نے بھی عہد کرلیاکہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازدواج سے نہ ملیں گے پس آپ نے گوشہ نشینی اختیار[3]کرلی لوگوں میں افواہ اڑگئی کہ آنحضرت نے اپنی ازدواج کو طلاق دیدی ہے۔ صحابہ یہ خبر سن کر نہایت بے قرار ہوگئے اور زاروقطار رونے لگے۔ جب حضرت عمر کو یہ خبر ملی تو آپ آنحضرت کے پاس گئے ۔ دیکھاکہ آپ چٹائی پر لیٹے ہیں جس کے نشان آپ کے بدن پر پڑگئے ہیں اورایک طرف مٹھی بھر جورکھے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر حضرت عمر کے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ آپ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عمر نے جواب دیاکہ دوسرے بادشاہ اورسلاطین مزے لوٹ رہے ہیں اورآپ نبی ہوکر اس حالت میں ہیں۔ آپ نے کہا" کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر اورکسریٰ اس دنیا کو لیں اورہم آخرت کولیں" عمر نے پوچھا " کیا آپ نےاپنی ازدواج کو طلاق دیدی؟" آپ نے جواب دیاکہ نہیں ۔ تب حضرت نے طلاق کی افواہ کی تردید کی ۔ جب ایلاء کی مدت یعنی ایک ماہ گذرگیا توآپ نے اپنی ازدواج کوآیت

---

[1] تلخیص الصحاح جلد دوم صفحہ ۳۰۷

[2] ایضاً صفحہ ۳۰۵

[3] بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۷

تخیر سنائی " اے نبی تو اپنی بیویوں کو کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اوراس کی آرائیش چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دے کر بطریق احسن رخصت کرتا ہوں اور اگر تم کو اللہ اوررسول اورآخرت کی دنیا درکارہیں تو خدا نے صریح بے حیائی کا کام کرے گی اوراس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ یہ اللہ پر آسان ہے اورجو کوئی تم میں سے اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت اورنیك عمل کرے گی ہم کو دونا اجردیں گے اوراس کےلئے ہم نے عزت کی روزی منظور کی ہے۔ نبی کی بیویو۔ تم اورعورتوں کی مانند نہیں ہو۔ اگر تم کو پرہیز گاری منظورہے تو دبی زبان سے کسی کےساتھ بات چیت نہ کیاکرو۔ کہ جس کےدل میں کھوٹ ہے وہ لالچ کرے۔ اورمقتول بات کرو اوراپنے گھروں میں ٹھہرو اوراپنا بناؤ سنگاردکھاتی نہ پھرو۔ جیسے پہلے جاہلیت میں دکھانے کا دستورتھا۔ اورتم نمازپڑھو اورزکوات دو اور اللہ اوراس کےرسول کی اطاعت کرو(سورہ احزاب آیت ۲۸۔ ۳۳)۔ اس پر حضرت عائشہ اوردیگر بیویوں نے جواب دیاکہ ہم سب کچھ چھوڑکر اللہ اوررسول کی خواہاں ہیں[۱]۔

ان آیات کے بعد آنحضرت پر اُن کی ازدواج کے متعلق ذیل کے احکام نازل ہوئے' اے نبی ہم نے تیرے لئے تیری وہ عورتیں حلال کردی ہیں جن کا مہرتو دے چکا ہے اوروہ لونڈیاں جو تجھ کو لڑائیوں میں بطور غنیمت ملی ہیں اور تیرے چچاکی بیٹیاں ، اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اورتیرے ماموں کی بیٹیاں اورتیری خالاؤں کا بیٹیاں جو تیرے ساتھ ہجرت کرکے آئی ہیں اورکوئی اورمسلمان عورت اگر (مفت) اپنے تئیں نبی کو بخش دے (یعنی بے نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ نبی بھی اس کو نکاح میں لینا چاہے۔ یہ بات خاص تیرے ہی لئے ہے اورعام مسلمانوں کےلئے نہیں ہے ۔ تاکہ تجھ پرتنگی نہ رہے۔ اپنی بیویوں میں سے جسے تو چاہے علیحدہ رکھ اورجسے توچاہے اپنے پاس جگہ دے اورجن کو تونے الگ کردیا تھا اگران میں سے توکسی خواہش کرے توتجھ پر گناہ نہیں یہ اختیار تجھ کو اس لئے دیا گیاہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اورغم نہ کریں اور سب اس پر جو تونے ان کو دیا راضی رہیں۔ اس وقت کے بعد تیرے لئے اورعورتیں حلال نہیں ہیں اورنہ یہ حلال ہے۔ کہ ان کے بدلے اور بیویاں کرے اگرچہ تجھے اُن کاحسن پسند بھی آئے مگر جو اپنے ہاتھ

---

[۱] بخاری جلد دوم صفحہ ۳۲۵

کا مال ہو(یعنی لونڈیوں کا مضائقہ نہیں) اوراللہ ہر شے پر نگہبان ہے"(سورہ احزاب آیت ۴۹، ۵۲)۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت حفصہ کادل رکھنے کےلئے آنحضرت نےاپنی لونڈی ماریہ قبطیہ کواپنے اوپر حرام کرلینے کی قسم لی لیکن حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے اس بات کاذکر کردیا۔اس پریہ آیت نازل ہوئیں:

"اے نبی جو چیز اللہ نے تجھے حلال کردی تو اسے کیوں حرام کرتا ہے ۔ تو اپنی عورتوں کی خوشنودی چاہتا ہے اوراللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ خدا نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کے توڑڈالنے کا ٹھیراؤ مقرر کردیا ہے اوراللہ تمہارا کارساز ہے او روہ جانے والا حکمت والا ہے ۔ اورجب نبی نے اپنی بیویوں میں سے ایک (حفصہ) سے کوئی بات چھپا کر کہی پھر جب اس نے (عائشہ کو) اس بات کی خبرکردی اوراللہ نے نبی کو اس افشارپر مطلع کردیا تو نبی نے کچھ تو جتادی اورکچھ ٹال دی۔ پھر جب یہ اس عورت کو جتایا تو بولی کہ تجھے یہ کس نے ستایا۔ نبی نے کہا مجھے جاننے والے واقف کار نے خبردی ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہیں۔ اورجو تم دونوں نبی پر چڑھائی کروگی تواللہ اسکا رفیق ہے اورجبرئیل اورسب نیک مومن اوراس کے بعد فرشتے اس کے مدگار ہیں۔ اگرنبی تم کو طلاق دے تو قریب ہے کہ اسکا رب اُسے تم سے بہتر بیویاں بدل دے جو مسلمان، ایماندار، نمازپڑھنے والی، توبہ کرنے والی، عبادت گذار، روزہ دار شوہردیدہ اورکنواریاں ہوں"(تحریم آیت ۱ تا ۵)۔

غزوہ تبوک

ماہِ رجب ۹ ہجری میں آنحصرت نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ ان دنوں میں گرمی بڑی شدت سے پڑتی تھی اورباغوں میں پھل ابھی تک تیارنہ ہوئے تھے۔ آنحضرت نے سفر کی مشقت اورتکلیف اور دشمن کی تعداد کثیر کی وجہ سے فوج کو بتادیاکہ رومیوں[1] کے ساتھ جو مذہباً عیسائی تھے جنگ کرنی ہے ۔ گرمی کی شدت، اس پر قحط کی مصیبت ۔ سفر کی مشقت دیکھ کر منافق اس جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتے تھے اوردوسروں کو بھی کہہ کربازرکھتے تھے کہ "گرمی میں نہ نکلو"۔ پس منافق آنحضرت کے پاس حاضر ہوکر طرح طرح کےحیلے تراشتے لگنے" بعض کہتے ہیں کہ ہم کو معاف کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔ لیکن یہ لوگ فتنہ میں گرپڑے ہیں اوربے شک

---

[1] تلخیص جلد پنجم صفحہ ۲۲۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۳۲

جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے"(سورہ توبہ آیت ۴۹)۔ خدا نے ان منافقوں کے لئے یہ آیت نازل کی" وہ کہتے ہیں کہ اس گرمی کے موسم میں نہ نکلو۔ تو کہہ دوزخ کی آگ کی گرمی بڑی سخت ہے اگر وہ سمجھیں ۔پس ان کو چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ جو کسب وہ کرتے ہیں اس کی سزا بہت ہے"(سورہ توبہ آیت ۸۳)۔ بعض خالص مسلمان ایسے بھی تھے جن کے پاس سامانِ سفر نہیں تھا وہ آنحضرت کے پاس سواری وغیرہ مانگنے آئے[۱]۔ جب نہ مل سکی تو وہ جنگ میں شریک نہ ہوئے ۔ ان کی نسبت قرآن میں ہے" ان لوگوں پر کچھ اعتراض نہیں جو تیرے پاس آئے کہ ہم کو سواری دے اور تونے جواب دیاکہ میرے پاس سواری کہاں جس پر تم کو سوار کروں تو وہ واپس چلے گئے اوران کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں" (سورہ توبہ آیت ۹۳)۔ جو صحابہ دولتمند تھے انہوں نے راہِ خدا میں غرباء کو سواریاں دیں۔ حضرت عثمان نے اس عزوہ میں تین سو اونٹ پیش کئے اورآنحضرت نے دعادی کہ" اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں توبھی راضی ہو"۔ آپ تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے نکلے جس میں دس ہزار سوار تھے " آنحضرت علی کو مدینہ میں چھوڑگئے۔ عبداللہ بن اُبے منافق نے اپنا لشکر علیحدہٰ آنحضرت کے لشکر سے کچھ فاصلہ پر رکھا اور تمام منافقین اس کے ساتھ تھے۔ جب آنحضرت کا لشکر روانہ ہوگیا تو وہ واپس مدینہ آگئے۔ اورحضرت علی کو کہنے لگے" تم کو رسول اللہ نے اس واسطے پیچھے چھوڑا ہے تاکہ تم اُن پربوجھ نہ ہو"۔ حضرت علی یہ سنتے ہی ہتھیارپہن کرآنحضرت کے پاس چلے گئے اورپوچھا" یا رسول اللہ کیا میں آپ کا بارہوں"؟ آپ نے جواب دیا" علی وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تم کواپنے اہلِ وعیال کی حفاظت کے واسطے چھوڑا ہے۔کیا تو اسبات سے راضی نہیں کہ تیرا میرا تعلق موسیٰ اورہارون کا سا تعلق ہو"۔ اس پر حضرت علی مدینہ آگئے اورآنحضرت آگے بڑھے۔ لوگوں کا یہ حال تھاکہ جو منزل کے بعد منافقین پیچھے رہ جاتے اور واپس مدینہ لوٹ آتے ۔ جو آنحضرت کے ساتھ تھے وہ دیگر مسلمانوں کو یہ کہہ کر خوفزدہ کرتے" تم نے روم کے ساتھ جنگ کرنے کو بھی عرب کی لڑائیوں کی طرح سمجھ رکھا ہے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے لڑتاہو۔اللہ کی قسم تم کو جلدی رسیوں میں مشکیں بندھی ہوئی نظرآئیں گی"۔

---

[۱] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۵۵۔ ابن ہشام صفحہ ۴۴۰.

غرض آنحضرت تبوك پہنچے جو مدینہ اوردمشق کے وسط میں مدینہ سے چودہ منزل پر ہے۔ وہاں آپ نے بیس دن قیام کیا ایلہ کے سرداریوحنا نے جو جربا اوراذرح کے عیسائیوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا اورصلح کرلی۔

خالد کی اکیدرکی جانب روانگی

آنحضرت نے خالد بن ولید کو اکیدرشاہ بنی کندہ کی طرف جو عیسائی تھا روانہ کیا اورچارسو کی جمعیت ساتھ دیدی۔ اکیدرشکار کھیلنے میں مشغول تھا۔ خالد اس کو گرفتارکرکے آنحضرت کے پاس لے آیا جب صحابہ نے اکیدرکی قبا دیکھی جس پر طلائی کام تھا تو نہایت متعجب ہوئے ۔ آنحضرت نے کہا" تم اس قبا کو دیکھ کر تعجب کرتے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہترہیں"۔

مسجد ضرارکا مسمارہونا

جب آنحضرت تبوک سے واپس آرہے تھے توراہ میں مقام قبا پر آپ نے مسجد ضرار کو مسمارکرنے اورآگ لگانے کا حکم دیا کیونکہ اس مسجد کے بنانے والے منافق تھے جو چاہتے تھے کہ دو مسجدوں کے ہونے سے مسلمانوں میں نفاق پڑ جائے۔ اس کی نسبت قرآن میں ہے" وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد ضرراورپھوٹ ڈالنے اورکفرکی غرض سے تیارکی تھی اوراُن کی یہ غرض تھی کہ جو لوگ پہلے سے خدا اوررسول سے جنگ کرتے ہیں ان کے لئے ایک کمین گاہ ہو لیکن وہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے صرف بھلائی کےلئے ایسا کیااور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں توکبھی اس مسجد میں کھڑا نہ ہو وہ مسجد کی بنیاد پہلے دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں نماز پڑھے۔ وہاں ایسے لوگ ہیں جو صفائی دوست ہیں اورخدا صفائی پسند کرنے والوں کو چاہتا ہے"(سورہ توبہ آیت ۱۰۸)۔

کعب بن مالك پر عتاب

جب آپ واپس مدینہ آئے تو منافقین آنحضرت کے پاس آئے اورعدم شرکت جنگ کے طرح طرح کے جھوٹے حیلے پیش کرنےلگے حضرت نے ان کے واسطے دعائے مغفرت کی اوران کے دل کے بھیدوں کو خدا کے سپرد کیا۔ کعب بن مالك اوردو مسلمانوں نے آکر آنحضرت سے سچ بولا اور کہا کہ وہ اپنی آسانی اورسہولت اوربیویوں کی وجہ سے شریك نہ ہوئے تھے آنحضرت نے حکم دیا کہ کوئی اُن سے کلام نہ کرے۔ پس اس مقاطع اوربائیکاٹ کی وجہ سے ان کی جانب

سخت عذاب میں مبتلا ہوئی[1]۔ اس پر کعب بن مالک کو رئیس غسان نے (جو عیسائی تھا) لکھا کہ تم میرے پس چلے آؤ۔ کعب اس خط کو دیک کر سخت برھم ہوا اور گوزیرِ عتاب تھا اس نے خط کو تنور میں پھینک دیا۔ پچاس روز کے بعد اللہ نے ان تینوں کی توبہ منظور کی اور یہ آیت نازل ہوئی " خدا نے نبی کی توبہ قبول کرلی اورمہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کی جنھو ں نے تنگی کے و قت رسول کی اطاعت کی۔ بعد اس کے قریب تھاکہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جائیں۔ پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کی جو پیچھے رہ گئے تھے" (سورہ توبہ آیت ۱۱۸، ۱۱۹)۔ منافقوں کے لئے جو حیلے تراشتے تھے یہ آیت نازل ہوئی " اے مومنو۔ جب تم منافقوں کی طرف واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھائیں گے۔ تاکہ ان کو معاف کرو۔ پس ان سے منہ پھیرلو۔ بے شک وہ ناپاک ہیں اوران کا ٹھکانا جہنم ہے۔ یہ سزا ان کے اعمال کی ہے جو وہ کماتے اورکسب کرتے تھے۔ تمہارے سامنے اس واسطے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو۔ پس اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ گے تو خدا ایسے بدکاروں سے راضی نہیں" (سورہ توبہ آیت ۹۵، ۹۷)۔

---

[1] تلخیص جلد پنجم صفحہ ۱۷ ابن ہشام صفحہ ۴۴۶

وفد بنی ثقیف

ماہِ رمضان میں بنی ثقیف کا وفد آنحضرت کے پاس آیا۔ جب انہوں نے دیکھاکہ عرب میں اسلام کا اقتدار زور پکڑگیا ہے۔ اوران کے لئے تمام عرب کے قبائل کے ساتھ جنگ کرنا ناممکن ہے وہ آکر مسلمان ہوگئے۔آنحضرت نے بنی ثقیف کے ساتھ معاہدہ کیا۔ بنی ثقیف نے یہ شرط پیش کی کہ ان کا بُت خانہ جس میں لات کا بُت تھا تین سال تک منہدم نہ کیا جائے۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے ایک سال تک کہا آپ نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ وہ مدت گھٹاتے گھٹاتے ایک ماہ تک آئے۔ آنحضرت نے وہ بھی قبول نہ کیا انہوں نے بلاآخر یہ شرط پیش کی کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنا بُت نہیں توڑیں گے آنحضرت نے یہ منظورکیا۔ بنی ثقیف نے کہا" ہم کو نماز سے معافی دی جائے ۔ آنحضرت نے کہا کہ جس دین میں نماز نہیں اس میں کچھ بھلائی نہیں۔ پھر وفد نے کہا کہ زنا ہمارے لئے جائز رکھا جائے کیونکہ ہم میں سے اکثر مجرد رہتے ہیں اور وہ اس کام کو کرنے پر مجبور ہیں۔ آنحضرت نے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہمارے لئے سود خوری جائز قراردی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں اورہمارا ذرمعاش سوُد ہے۔ آنحضرت نے یہ شرط بھی رد

کردی۔ پھر انہوں نے کہا ۔ ہمارے پاس انگوری باغ کثرت سے ہیں اوریہی ہماری بڑی تجارت ہے لہذا ہم کو شراب سے نہ روکا جائے" آنحضرت نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی کہ ہم کو زکوات اورجہاد سے معاف رکھائے جائے۔ آنحضرت یہ شرط منظورکرلی[1] جب یہ قدرت رخصت ہونے لگا توآنحضرت نے عثمان بن ابی العاص کو ان کے ساتھ کردیا۔ تاکہ ان کو اسلام کی تعلیم دے۔ عثمان نوعمرتھے لیکن دینی مسائل اورقرآن کے نہایت شوقین تھے۔

طائف کے بتوں کاتوڑنا

اس سفارت کے ساتھ آنحضرت نے مغیرہ بن شعبہ اور ابوسفیان کوبھیجا تاکہ طائف کے بڑے صنم لات کوتوڑآئیں۔ جب مغیرہ نے بُت کوتوڑنا شروع کیا توعورتیں روتی اورسرپیٹیتی تھیں او ر کہتی تھیں" ان لوگوں پر روکیونکہ ان پست ہمت والوں نے اپنے معبودوں کو دشمنوں کے سپرد کردیا اورلڑائی نہ کرسکے" ۔ بُت خانہ کے زیورات اورخزانہ کومدینہ پہنچادیا گیا۔

قبیلہ ثقیف کے ایک رئیس کی دس بیویاں تھیں چونکہ اسلا میں صرف چاربیویوں کی اجازت تھی اس کو چھ بیویوں کو طلاق دینی پڑی۔

قبائل عرب پراسلام کے غلبہ کا اثر

قبائل عرب نے دیکھا کہ مکہ اورطائف کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ چونکہ قریش مکہ تمام عرب کے مذہبی ہادی اور پیشوا سمجھے جاتے تھے اورطائف کے باشندے قریش کےہم پلہ تھے ۔ پس ان قبائل نے بھی اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا اورجوق درجوق ۹ ہجری میں آنحضرت کے پاس آنے لگے۔ اسی لحاظ سے اس سال کو سنتہ الوفود کہا جاتاہے۔ چنانچہ قرآن کی اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ جب اللہ کی مدد اورفتح آگئی اورتونے لوگوں کودیکھا کہ خدا کے دین میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوتی ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد اورتسبیح کر اوراس سے دعائے مغفرت مانگ ۔ بے شک وہ توبہ کا قبول کرنے والا ہے"(سورہ نصر آیت ۱۔ ۳)۔

[1] تلخیص جلد سوم صفحہ ۱۱۷

نجران کے عیسائیوں کا وفد

نجران کا ضلع مکه سے سات منزل پر تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ خاص نجران میں ایک بڑا عالیشان گرجا تھا جس کو لوگ "کعبه" کہتے تھے اوریه مکه کا جواب تھا اس کی آمدنی دولاکھ سالانه تھی۔ آنحضرت نے مغیره بن شعبه کودعوتِ اسلام کےلئے نجران بھیجا۔ لیکن جب عیسائیوں نے قرآن پر اعتراضات کئے وہ جواب نه دے سکا۔ اس کے بعد آنحضرت نے نجران کے بشپ ابوحارثه کو لکھاکه اگراسلام قبول نه ہو تو ہماری اطاعت قبول کرکے جزیه دو۔ بشپ ابوحارثه معه ساٹھ رفقاء کے آنحضرت کے پاس مدینه گیا اس وفد میں چوده اشخاص ایسے تھے جن کے قبضه میں کل اختیارات تھے۔ ان میں عبدالمسیح جیسا جید شخص تھا جس کی رائے سب پر مقدم سمجھی جاتی تھی ۔ بشپ ابوحارثه بڑا زاہد اورعابد شخص تھا اورمسیحی دنیا میں ایک قابل قدرہستی تھا۔ یه لوگ نہایت عمده قسیسی لباس میں آراسته ہوکر مسجد میں آئے ۔ آنحضرت نے ان کونہایت عزت وتوقیر کے ساتھ مسجد میں اتارا۔ جب ان کی نمازکا وقت آیا توانہوں نے نمازپڑھنی چاہی۔ صحابه مزاهم ہوئے لیکن آنحضرت نے اجازت دی اورانہوں نے اپنی نمازمسجد میں ادا کی ۔ آنحضرت نے بشپ ابوحارثه اور عبدالمسیح اورایہم کےساتھ مذہبی گفتگو کی جب آپ آئے ان کو خدائے واحد کی دعوت دی توانہوں نے کہا که ہم توپہلے ہی خدا کو واحد اکیلا اورشریک مانتے ہیں"۔ آنحضرت نے کہا" پھرتم مسیح کو خدا کا بیٹا کیوں کہتے ہو"؟ انہوں نے کہا" اے محمد تم ہی بنادو که عیسیٰ کا باپ کون تھا"۔ آنحضرت خاموش ره گئے اورآپ نے سوره آل عمران کی ۸۰ آیت پڑھیں اور کہا" اے اہل کتاب ۔ ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے که ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نه کریں۔ نه اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں اورخدا کو چھوڑکر ہم کوکسی دوسرے کو معبود نه بنائیں"۔

پھر آنحضرت نے عیسائیوں کو مباہله کی دعوت دی۔ قرآن میں اس کا یوں ذکر ہے" جو شخص تجھ سے علم آنے کے بعد جھگڑا کرتا ہے اس سے کہه که آؤ اپنی اولاد اوراپنی عورتوں کو اوراپنے آپ کولاؤ۔ پھر مباہله کریں اوردعا کریں که ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو" (آل عمران آیت ۵۴)۔ آنحضرت حضرت فاطمه اورامام حسن اورامام حسین کو لے مباہله کے لئے نکلے لیکن چونکه انجیل میں عیسائیوں کو کسی کے لئے بددعا اورلعنت کرنے کی

اجازت نہیں۔ بشپ ابوحارثہ اوراس کے رفقاء نے یہ مطالبہ منظور نہ کیا اورسالانہ خراج اداکرنا منظورکرکے واپس اپنے شہرکوآگئے۔

جب یہود کومعلوم ہوا کہ نجران کے عیسائی مدینہ آئے ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اورمسیح کے بارے میں ان سے گفتگو کرکے کہنے لگے " تم کسی چیزپرنہیں ہو۔ عیسائیوں نے ان کو کہا کہ " اگرتم مسیح اورانجیل کو نہ مانوگے توتورات تم کو نفع نہ پہنچائے گی"۔ اس پریہ آیت نازل ہوئی" یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی چیز پرنہیں اورنصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودکسی چیزپرنہیں۔ حالانکہ دونوں الکتاب (بائبل) پڑھتے ہیں۔ ان کے قول کی طرح ان سے پہلے لوگوں نے کہا تھا پس اللہ قیامت کے روزان کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا"(سورہ بقر آیت ۱۰۷)۔

یہودآنحضرت کو کہتے تھے کہ یہودیت اختیارکروتوہدایت پاؤ گے عیسائی کہتے تھے کہ مسیحیت کو اختیارکروتو تمہاری نجات ہوگی۔ اس پریہ آیت نازل ہوئی " یہودی کہتے ہیں کہ یہودی ہوجاؤ۔ نصاریٰ کہتے ہیں عیسائی ہوجاؤتو ہدایت پاؤ گے۔ تو کہہ ہم تو ابراہیم کی ملت پر ہیں جو حنیف تھا اورمشرك نہ تھا" (سورہ بقر آیت ۱۲۹)۔

بنی تمیم کا وفد

بنی تمیم کاوفد آیا۔ اس میں قبیلہ کے رؤسا خطیب اورشاعر تھے۔ جب یہ مسجد میں پہنچے توآنحضرت گھرمیں تھے۔ انہوں نے للکارکر کہا" یا محمد باہرآؤ۔ ہم تم سے مفاخرت کرنے آئے ہیں"۔ آپ کو ان کا للکارنا اورآوازدینا ناگوارمعلوم ہوا لیکن آپ باہر نکلے اور انہوں نے کہا" ہمارے خطیب کواجازت دوکہ وہ ہمارے فخر کا خطبہ بیان کرے" جب آنحضرت نے اجازت دی توان کے خطیب نے نہایت فصاحت سے ان کے قبیلہ کی بڑائی جتائی۔ جب وہ ختم کرچکا توآنحضرت کے خطیب نے آنحضرت کا اورمسلمانوں کی بڑائی اور فخر کا خطبہ پڑھا۔ پھربنی تمیم کے شاعرنے ایك فخریہ قصیدہ پڑھا جس کا آنحضرت کے شاعر حسان بن ثابت نے فی البدیہہ جواب دیا۔ آنحضرت نے کہا کہ خدا اورروح القدس کے ذریعہ حسان کوتائید کرتا ہے[1]۔ وفد نے اقرارکیا کہ اسلامی خطیب اورشاعر دونوں اُن کے خطیب اورشاعرسے افضل ہیں۔ آنحضرت نے کہا" اے بنی تمیم خوشخبری حاصل کرلو"۔ انہوں نے جواب دیاکہ

---

[1]بخاری جلد دوم صفحہ ۲۵۰

بشارت تو آپ نے دی ۔ کچھ دلوائیے بھی تو سہی[1] ۔ آنحضرت نے ان کو انعام وکرام دئیے۔

چونکہ بنی تمیم نے آنحضرت کو للکارا تھا یہ آیت نازل ہوئی ۔ "اے رسول وہ لوگ جو تم کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں اکثر ان میں سے جاہل ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ ان کی طرف نکل آتا تو ان کے لئے بہتر ہوتا"۔(حجرات ، ۴، ۵)۔

آداب رسالت

اسی طرح آنحضرت آداب رسالہ ، مسلمان کو سکھلاتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں آیا" مومنو۔ جب تم رسول کے کان میں بات کہنا چاہو تو کان میں بات کرنے سے پہلے کچھ خیرات لاکر آگے رکھ دیا کرو۔یہ تمہارے حق میں بہتر اور زیادہ صفائی کا موجب ہے"(سورہ مجادلہ آیت ۱۳)۔ جو کچھ تم کو رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے باز رہو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"(حشر آیت ۷)۔ اپنے درمیان رسول کا بلانا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں چاہیے کہ ڈریں کہ ان پر کوئی آفت نہ آجائے یا ان کو دکھ دینے والا عذاب پہنچ" (نورآیت ۶۳)۔ " تم اللہ کے رسول کو قوت دو اور اس کی تعظیم کرو"(سورہ فتح آیت ۹)۔ مومنو اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور اس کے ساتھ زور زور سے باتیں نہ کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زور زور سے باتیں کرتے ہو۔ جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست کرتے ہیں وہی ہی جن کے دل اللہ نے تقویٰ کےلئے آزمائے ہیں"(حجرات آیت ۱۔ ۱۳)۔ " مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی جمع ہونے کے کام میں اس کے ساتھ ہوں تو بغیر اُس سے اجازت لئے نہ چلے جایا کریں۔ پھر جب وہ اپنے کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جس کو تو چاہے اجازت دے"(سورہ نورآیت ۶۲)۔ " ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو کہیں کہ ہم نے سنا اور حکم مانا"(نورآیت ۵۰)۔ " جب اللہ اور اس کا رسول کوئی بات مقرر کرے تو کسی ایماندار مرد یا عورت کا کام نہیں کہ ان کو اپنے کام کا اختیار ہے"(احزاب آیت ۳۶)۔

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۴۶۹

قبیله بنی اسد کا وفد

قبیله بنی اسد قریش کا حامی تھی ۔ اس قبیله کا وفد آنحضرت کے پاس آیا اورباتوں باتوں میں کہا کہ ہم مسلمان ہوکرگویا تم پر احسان کرتے ہیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی " یہ لوگ تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں۔ تو کہہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو۔ بلکه خدا کا یہ تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دی اگرتم سچے ہو(سورہ حجرات آیت ۱۷)۔

بنی حنیفه کا وفد

بنی حنیفه کا وفد بھی مدینه آیا۔ اس وفد میں مسیلمه"کذاب" شامل تھا۔ جب یہ لوگ آنحضرت کے پاس آئے تو مسلیمه کو فرودگاہ میں چھوڑآئے۔ بنی حنیفه مسلمان ہوئے ۔ آپ نے ان میں انعام و اکرام تقسیم کئے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے میں سے ایک شخص مسلیمه کو اسباب کی حفاظت کےلئے چھوڑآئے ہیں۔ آپ نے کہاکه وہ بھی تم سے کم مرتبه کا نہیں۔ اس کے واسطے بھی آپ نے انعام کا حکم دیا۔ جب یہ وفد رخصت ہوکرواپس یمامه گیا تو مسلیمه نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اورکہاکه میں نبوت میں محمد کا شریک ہوں اوروفد کے شرکاء سے کہنے لگا کیا محمد نے نہیں کہا تھا کہ میں کم مرتبه نہیں ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ میں نبوت میں اس کا شریک ہوں۔ مسیلمه نے مقفیٰ عبارتیں گھڑکے اپنی قوم کو سنائیں اورکہاکه جس طرح محمد پر قرآن نازل ہوتاہے مجھ پر بھی یہ نازل ہوا ہے کہ مسیلمه نے نمازمعاف کردی اورشراب اورزنا کو حلال کردیا۔ بنی حنیفه اس کے مطیع ہوگئے۔

عدی بن حاتم طائی کا اسلام

قبیله طے یمن میں ایک نامورقبیله تھا۔ اس کے رؤسا زید اور عدی بن حاتم طائی تھے ۔ زید آنحضرت کے پاس آکرمسلمان ہوگیا ۔ عدی عیسائی تھا اورمشہو حاتم طائی کا بیٹا تھا۔ سلاطین عرب کی طرح اس کو بھی چوتھائی ملتی تھی۔ جب اسلامی فوج یمن گئی تو وہ بھاگ گیا اوراس کی بہن گرفتارہوکرآنحضرت کے پاس آئی۔ آنحضرت نے اس کو عزت اوراحترام سے واپس بھیج دیا۔ اس نے جاکر اپنے بھائی کو صلاح دی کہ مدینه جاکرآنحضرت کے پاس جائے اورکہاکه اگر وہ نبی ہیں تو تم کو فضیلت ہوگی اوراگر وہ بادشاہ ہیں توتمہاری عزت ہوگی اس صلاح کے مطابق عدی مدینه آگیا۔ آنحضرت کو جب معلوم ہوا توکھڑے ہوگئے تاکه اس کو اپنے گھر لے جائیں۔ راہ میں ایک بڑھیا مل گئی آپ اس کی خاطر دیر تک کھڑے رہے۔ عدی

خود رئیس تھا حیران رہ گیا کہ شہنشاہِ عرب ایک ضعیفہ سے اس طرح پیش آتا ہے۔ جب گھر آئے توایک موٹا گدا اسے بیٹھنا کو دیا اورآپ زمین پر بیٹھ گئے ۔ گھر کا سامان دیکھ کرعدی انگشت بدنداں رہ گیا۔ آنحضرت نے پوچھا" عدی کیا تم کو اسی (عیسائیوں کا ایک فرقہ) نہیں ۔ پھر تم کیوں اپنی قوم سے مرباع(ٹیکس) وصول کرتے ہو؟ یہ تو تمہارے مذہب میں ناجائز ہے"۔ پھر کہا" کیا تم اس خیال سے اسلام قبول نہیں کرتے کہ مسلمان غریب ہیں؟ اللہ کی قسم وہ بہت مالدار ہوں گے۔ یا شائد تم اس وجہ سے تامل کرتے ہو کہ مسلمان تعداد می نکم ہیں۔ اللہ کی قسم وہ فوقت قریب ہے کہ ایک عورت تنہا قادیسیہ سے مکہ سفر کرے گی اوراس کوکسی کا خوف نہ ہوگا۔ شائد تم اس وجہ سے تامل کرتے ہو کہ مسلمانوں کے پاس سلطنت نہیں۔ اللہ کی قسم تم عنقریب سن لوگے کہ وہ بابل کے محل فتح کرلیں گے"عدی مسلمان ہوگیا۔

بنوفرازہ کا وفد

بنو فرازہ ایک سرکش قبیلہ نے بھی اس سال اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا۔

بنی عامر کا وفد

بنی عامر کا وفد بھی آنحضرت کے پاس آیا۔ عامر بھی طفیل۔ اربد بن قیس اورجبار بن سلمیٰ اس وفد میں شریک تھے۔ عامر نے اربد کو کہاکہ میں محمد کو باتوں میں مشغول کردوں گا اورتم موقعہ پاکر اس کا کام تمام کردینا۔ لیکن اربد کی ہمت نے جواب دیدیا۔ واپس جاتے وقت عامر اور اربد دونوں فوت ہوگئے اورجبار اوردیگر لوگ مسلمان ہوگئے۔

بنوحرث کا اسلام

بنو حرث بن کعب نجران کا ایک معزز قبیلہ تھا۔ آنحضرت نے خالد بن ولید کو اس کی طرف بھیجا اورحکم دیاکہ جنگ کرنے سے پہلے ان کو دعوتِ اسلام دینا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اورجنگ سے بازرہے۔

ہمدان کا وفد

ہمدان کا وفد آنحضرت کے پاس آیا اوراسلام قبول کرکے چلاگیا۔

بنی کندہ کا اسلام

بنی کندہ کے ۸۰ آدمی آنحضرت کے پاس آئے۔ ان کے کپڑے ریشمی تھے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے کہا" کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟"انہوں نے جواب دیا"۔ یا رسول اللہ ہم مسلمان ہیں"۔ آپ نے کہا" اگر تم مسلمان ہو تو یہ ریشمی کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں"۔ اس پر انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ کر پھینک دئیے۔

حمیر کا اسلام

حمیر کے علاقہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن کے حکمران بادشاہ کہلاتے تھے۔ یہ بادشاہ خود تو نہ آئے لیکن انہوں نے سفیر بھیجے اور آنحضرت کو اطلاع دی کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں۔ ان سب کے خطوط کے جواب میں آنحضرت نے یہ جواب لکھا[1]" بسمہ اللہ الرحمٰن الرحیمہ۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہانِ حمیر کے نام۔ میں اس خدا کی حمدوثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔۔۔۔ تمہارے اسلام قبول کرنے اور مشرکین کو قتل کرنے کی خبر معلوم ہوئی۔ بے شک ہدایت خدا نے تمہارے شامل حال فرمائی ہے۔ لازم ہے کہ تم نیک کام کرو اور خدا اور رسول کی اطاعت میں سرگرم رہو۔ نماز قائم کرو۔ زکوات ادا کرو۔ جو مال غنیمت تم کو ملے اس میں سے پانچواں حصہ خدا اور رسول کا نکالو۔ نہری اور بارانی زمین سے عشر اور چاہی میں سے نصف عشر ادا کرو۔ یہ خدا کا فریضہ ہے جو اس نے مسلمانوں پر قائم کیا۔ جو اس سے زیادہ دے گا اس کے واسطے بہتری ہے۔ جو اسلام پر قائم رہ کر مسلمانوں کی مشرکوں کے مقابلہ میں مدد کرے گا۔اس کے واسطے وہی منافع ہیں جو مومنوں کے لئے ہیں۔ اور وہی سزائیں ہیں۔ جو ان کےلئے ہیں۔اور خدا اور رسول کی اس کے واسطے ذمہ داری ہے۔ جو یہودی یا عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہے گا۔ اس پر جزیہ ہے ۔ ہر بالغ مرد اور عورت اور آزاد وغلام پر ایک پورا دینار۔ پس جو یہ جزیہ رسول اللہ کو ادا کرے گا اس کے واسطے خدا اور رسول کا ذمہ ہے اور جو نہ دے گا وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے"۔

حمیر کے سفیروں کے ساتھ آپ نے معاذ بن جبل اور چند آدمی بھیجے تاکہ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں۔ آپ نے معاذ کو کہا" لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا۔ بشارت دینا ترک نہ کرنا۔ تم اہل کتاب کے

[1] تلخیص جلد دوم صفحہ ۱۹

پاس جاؤ گے ان سے کہنا کہ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کی گواہی ہے۔

آنحضرت کا دستورالعمل

جب آنحضرت کسی شخص کو بڑے لشکر یا چھوٹے لشکر پر سردار مقرر کرتے تو خاص طورپر اس کو خدا سے ڈرنے کا حکم دیتے اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیتے اورپھر کہتے ہیں کہ خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں لڑو۔ جو شخص خدا کو نہ مانے اس سے لڑو۔ جہاد کرو اور مال غنیمت میں چوری نہ کرو اور اقرار اور عہد کو نہ توڑو۔ مردوں کے ہاتھ پاؤں ناک کان نہ کاٹو اور چھوٹے بچوں اوربوڑھوں کو نہ مارو۔

جب تم اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو ان کو تین باتوں کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ ان کو قبول کرلیں تو تم بھی مان جاؤ اوران کے قتل سے بازرہو۔ پہلے تم ان کو اسلام کی جانب بلاؤ اوراگر وہ مان لیں تو تم قبول کرلو پھر تم ان کو کہو کہ وہ اپناملک چھوڑ کر مسلمان مہاجرین کے ملک میں چلے آئیں اوران کو جتلادو کہ اگر وہ ایسا کریں گے توان کے لئے وہی ہوگا جومہاجرین کے لئے ہے۔ اگر وہ اس بات سے انکار کریں تو ان کو جتادو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح متصور ہوں گے تاوقتیکہ وہ مسلمانوں کی طرح جہاد نہ کریں اس وقت تک غنیمت اورصلح کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اگر وہ اس سے بھی انکارکریں توان سے جزیہ طلب کرو۔ پس اگر وہ اس کومنظورکرلیں تو تم بھی اس کو قبول کرلو۔ اگر وہ اس کو منظور نہ کریں توپھر تم خدا سے مدد چاہو اوراُن سے لڑو۔

جب تم کسی قلعہ والوں کو گھیرلو اوروہ تم سے یہ خواہش کریں کہ تم ان کو خدا یا اس کے رسول کی پناہ دوتو ایسا نہ کروبلکہ ان کو اپنی اوراپنے اصحاب کی پناہ دو اس لئے کہ اگر تم اپنی یا اپنے اصحاب کی پناہ کو توڑڈالو تویہ زیادہ آسان ہوگا بہ نسبت اس کے کہ تم خدا اوراس کے رسول کی پناہ توڑو۔ جب تم کسی قلعہ والوں کو گھیرلو اوروہ تم سے یہ خواہش کریں کہ تم ان کو خدا کے حکم پر باہر نکالدو تو تم ایسا کروبلکہ تم ان کو اپنے حکم پر باہر نکالو اس لئے کہ تم کو خبرنہیں کہ تم خدا کے حکم کو ان کے بارے میں پورے طورپر ادا کرسکتے ہو یا نہیں[1]۔

چونکہ جزیہ کا حکم اس سال ہوا جو ممالک اورصوبے اور قبیلے اسلام کے زیرِاثر ہوتے ہوگئے آنحضرت وہاں زکوات اورجزیہ

---

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۱۸۱

وصول کرنے کےلئے دیانتدار عمال بھیج دیتے تھے اوروہاں کےلوگوں کو اسلام وقرآن کی تعلیم دینے کی غرض سے مبلغ بھی روانہ کردیتے تھے۔

حج الا سلام

ذیعقد ۹ ہجری میں آنحضرت نے تین سو مسلمانوں کو حج کےلئے مکہ روانہ کیا اورابوبکر کو اُن کا امیر مقررکیا۔ یہ پہلا حج تھا جو کفر اورشرک کے ماحول سے پاک تھا۔ گویا اس سال عہدِ جاہلیت کا خاتمہ اورحکومتِ اسلام کا شروع ہوا۔ قرآن نے اس حج کو" حج اکبر" کہا ہے۔

حضرت ابوبکر مدینہ سے روانہ ہوکر خلیفہ تک پہنچے تھے کہ آنحضرت نے حضرت علی کو روانہ کیا تاکہ سورہ برات لوگوں کو سنائے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر واپس مدینہ گئے اور عرض کی" یارسول اللہ ۔ کیا میرے بعد کوئی نیا حکم نازل ہوا تھا جوآپ نے علی کو بھیجا تھا" آپ نے کہا" نہیں۔ لیکن احکام کے پہنچانے کا فرض میرے ذمہ ہے اوراگرمیں نہ ہوں تو میرے کسی قریبی کے ذمہ ہے۔ اے ابوبکر ۔ کیا تجھ کو یہ فضیلت کا فی نہیں کہ تو میرا مصاحب غار ہے"۔

اعلان برات

مکہ پہنچ کر ابوبکر نے مناسکِ حج کی تعلیم دی۔ اس کے بعد حضرت علی کھڑے ہووے اورآپ نے سورہ توبہ کی چالیس آیات پڑھ کر سناویں اوراعلان کردیاکہ وہ تمام معاہدے جو مشرکین سے کئے گئے تھے اورتوڑے گئے ہیں وہ آج سے چا رماہ بعدٹوٹ جائیں گے اوراب کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوسکے گا۔ اوروہ آیات یہ ہیں" جن مشرکوں سے تم نے عہدباندھا تھا ان کو اللہ اور رسول کی طرف سے قطعی جواب ہے پس اے مشرکو چارماہ تک اس ملک میں پھر لو اورجان لو کہ تم خدا کو عاجز نہ کرسکوگے اوریہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کرے گا۔ حج اکبر کے دن لوگوں کی طرف اللہ اوراس کے رسول سے یہ علانیہ اشتہار ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اوراس کا رسول بھی ۔ پھر اگر تم توبہ کروتو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اورجو نہ مانو تو جانو کہ خدا کوتم نہ تھکا سکوگے اورکافروں کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا۔ مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے اس کی خلاف ورزی نہیں کی اورنہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ان سے ان کا عہد ان کی مدت تک تم پورا کرو۔ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جب حرمت کے مہینے

گذرجائیں تو مشرکوں جو جہاں پاؤ قتل کرو اور پکڑو اور گھیرواورہر گھات کی جگہ میں ان کےلئے بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اورنمازپڑھیں اورزکوات دیں تو تمان کی راہ چھوڑدو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم ان لوگوں کو کیوں قتل نہیں کرتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اوررسول کو جلاوطن کرنے کا قصد کیا تھا اورانہوں نے ہی چھیڑ شروع کی ہے۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ ان مشرکوں کو قتل کرو خدا ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اوران کو ذلیل کرے گا اورتم کو ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو آرام دے گا۔۔۔ مشرکوں کاکام نہیں کہ اپنی جانوں پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔ ان کے اعمال ضائع ہوئے اوروہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ خدا کی مسجد یں فقط وہی آباد کرتےہیں جو اللہ اورآخری دن پر ایمان رکھتے ہیں اورنمازپڑھتے ہیں اورزکوات دیتے ہیں اوراللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔۔۔ اے مشرکین کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اورمسجد حرام کا آباد رکھنا اس شخص کے برابر سمجھ لیا جو اللہ پر اورآخری دن پر ایمان لایا اوراللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہ خدا کے نزدیک برابر نہیں اوراللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو ایمان

لائے اورہجرت کی اوراللہ کی راہ میں اپنی جان ومال سے جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی کامیاب ہیں۔۔۔ مومنو۔ اگر تمہارے باپ اوربھائی ایمان کی نسبت کفر کو دوست رکھیں تو تم ان کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔۔۔ مومنو۔ مشرک لوگ پلیدہیں سواس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں اوراگر تم محتاجی سے ڈرو تو خدا اگرچاہیگا تو تم کو غنی کردے گا۔ اہل کتاب میں سے جولوگ اللہ اورآخری دن پر ایمان نہیں لاتے اوراللہ اوراس کے رسول کی حرام کی ہوئی اشیاء کو حرام نہیں جانتے اور دین حق قبول نہیں کرتے تم مسلمانوں ایسے سے مقابلہ کرویہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں اورذلیل ہوکر رہیں۔۔۔ خدا کے نزدیک مہینوں کا شمار خدا کی کتاب میں جس دن اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا بارہ مہینے ہیں۔ ان میں چار مہینے حرام ہیں پس ان حرام مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو۔۔۔۔ مہینہ ہٹا دینا کفر میں بڑھنا ہے۔ کافر اس سے گمراہی میں پڑتےہیں ایک سال اسے حلال اوردوسرے سال اسے حرام سمجھتے ہیں تاکہ خدا کے حرام کئے ہوئے مہینوں کا شمار پورا کریں اورخدا کے حرام کئے ہوئے کو حلال کریں"۔

اس اعلان سے تمام اہل عرب پرروشن ہوگیا کہ آنحضرت کا مصمم ارادہ ہے کہ بُت پرستی اورشرک کو ملکِ عرب سے خارج کردیں گے اوراگریہودی اورعیسائی اسلام کو قبول نہ کریں گے اوراپنے مذہب پر قائم رہیں گے تو وہ " جزیہ دیں گے اورذلیل ہوکررہیں گے" ۔

راس المنافقین کی وفات

اسی سال ماہِ ذیعقد میں عبداللہ بن اُبے سلول جو منافقوں کا سردار تھا فوت ہوگیا۔

وفاتِ نجاشی

اسی سال نجاشی شاہِ حبش نے بھی وفات پائی جس کے سایہ عاطفت میں مسلمانوں نے چند سال حبش میں گذارے تھے۔ آپ نے نجاشی کےلئے غائبانہ جنازہ کی نمازپڑھی[1]۔

زینب کی وفات

اسی سال آپ کی صاحبزادی زینب کی وفات ہوگئی اب آپ کے بچوں میں صرف بی بی فاطمہ ہی زندہ تھیں۔

1

۱۰ ہجری

حجازکا اسلام لانا

فتحِ مکہ کے تین ماہ بعد ذوالحجہ ۹ ہجری کے موسم حج میں" حج اکبر" کے وقت حضرت علی نے اعلانِ برات کیا اوراس اعلان کے بعدحجاز نے اسلام قبول کرلیا قریش اوریہود کی مزاحمت اکیس سال تک اسلام کی سدِ راہ رہی لیکن جونہی اسلامی فتوحات نے اس مزاحمت کا خاتمہ کردیا۔ عرب کے مختلف گوشوں سے قبائل آنحضرت کے پاس آکر مسلمان ہوگئے یہاں تک کہ ۱۰ ہجری میں اسلام کا اثر ایک طرف عمان۔ یمامہ ۔ بحرین یمن تک اوردوسری طرف عراق اورشام تک وسیع ہوگیا۔

یمن کا اسلام

ربیع الاول ۱۰ ہجری میں آنحضرت نے حضرت علی کو تین سوآدمیوں کے ساتھ یمن بھیجا۔یہاں کے باشندے مذہباً یہودی اورعیسائی تھے۔ آپ نے حضرت علی کو تاکید کی کہ جب تک وہ حملہ آورنہ ہوں جنگ نہ کرنا اوراسلام کی تبلیغ کرنا قبیلہ مذحج کے لوگوں کودعوتِ اسلام دی توانہوں نے تیر برسائے۔ اس پر جنگ

ہوئی اوراسلامی لشکر فتحیاب ہوا اور قبیلہ کے لوگ مسلمان ہوگئے۔ جب یمن کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تو آنحضرت نے ان کے ایمان کی تعریف کی اور کہا" ایمان یمن کاایمان ہے اوردانائی یمن کی دانائی ہے[1]۔

مسیلمہ "کذاب"

اس سال مسیلمہ "کذاب" نے آنحضرت کوایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا" مسیلمہ رسولِ خدا کی طرف سے محمد رسول خدا کو سلام علیک ۔ میں نبوت میں تمہارا شریک کیا گیا ہوں۔ پس نصف زمین ہماری ہے اورنصف قریش کی ہے۔ مگر قریش حد سے تجاوز کررہے ہیں "۔ جب مسیلمہ کے دونوں قافلہ یہ خط لے کرآنحضرت کے پاس آئے توآپ نے خط کوپڑھ کران سے پوچھا" تم کیا کہتے ہو" انہوں نے جواب دیا" جواس خط میں لکھاہے وہی ہم کہتے ہیں "آپ نے کہا اگرقاصد کے قتل کرنے کا قاعدہ ہوتا تومیں تم دونوں کو قتل کردیتا۔ پھرآپ نے مسیلمہ کو یہ جواب لکھا" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو۔ سلام ہے اس پرجس نے ہدایت کی پیروی کی ۔ مابعد زمین خدا کی ہے جس کو وہ چاہتاہے اپنے بندوں میں سے عنایت کرتا ہے اور عاقبت پرہیزگاروں کے واسطے ہے[2]۔

اسود عنسی کا دعویٰ نبوت

اسی سال جنوبی عرب کے ایک سرداراسود عنسیٰ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ ایک بارسوخ اورصاحبِ ثروت شخص تھا۔ شروع شروع میں اس نے خفیہ طورپر لوگوں کو اپنی طرف بلایا اردگرد کے قبائل جوآنحضرت کے مختلف وجوہ کے باعث شاکی تھے اس کے مطیع ہوگئے۔ جب اس کی طاقت بڑھ گئی تو اس نے آنحضرت سے علانیہ بغاوت اختیارکی اور بحرین طائف اورساحل کے دیگر صوبے اس کے مطیع ہوگئے۔ جب آنحضرت کو خبر ہوئی توآپ نے اس طرف کے عمال کو اس کی سرکوبی کےلئے لکھا اسود قتل کردیا گیا اور یوں اس فتنہ کا خاتمہ ہوگیا[3]۔

جمعتہ الوادع

ماہ ذیعقد میں آنحضرت نے لوگوں کو اطلاع دی کہ آپ حج کے لئے مکہ جائیں گے۔ یہ خبر جا بجا پھیل گئی اورہزاروں نے آپ

---

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۵۰

[2] ابن ہشام صفحہ ۴۷۳

[3] بخاری جلد دوم صفحہ ۲۴۹

کے ساتھ مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ ۲۶ ذیعقد سنیچر کے روز آپ مدینہ سے نکلے۔ آپ کی تمام ازدواج آپ کے ہمراہ تھیں۔ آپ کے ارد اگرد ہزاروں انسانوں کا ہجوم غفیر تھا۔ آپ نے احرام باندھا اوربلند آواز سے کہا" اے خدا ہم تیرے حضور حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ تعریف او رنعمت سب تیری ہی ہے اورسلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں "۔ آپ نو دن کے بعد ۴ ذی الحجہ کو اتوار کے روزصبح کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ جب آپ کوہِ صفا پر پہنچے توآپ نے یہ آیت پڑھی" صفا اورمردہ خدا کی نشانیاں ہیں" ۔ یہاں سے کعبہ نظر آیا۔ توآپ نے کہا" اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے سلطنت اورحمد ہے وہی جلاتا ہے۔ اورمارتا ہے اورتمام چیزوں پر قادر ہے۔ اُس اکیلے اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اوراپنے بندہ کی مدد کی اوراکیلے تمام قبائل کو شکست دی"۔

خطبہ

پھر آپ نے مکہ میں آکر اونٹ پر سوا رہوکر لوگوں کو حج کے اسلامی طریقے اورخدا کے احکام بتائے۔ آپ نے ایک طویل خطبہ دیا اورکہا" اے لوگو۔ حج کے فرائض سیکھ لو۔ شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔ جاہلیت کے تمام دستوروں کے میں نے اپنے پاؤں تلے کچل دیا۔ تم اپنے پروردگار کے حضور حاضر کئے جاؤ گے اوروہ تم سے تمہارے اعمال کی نسبت پوچھے گا۔ میں نے تم کو خدا کے احکام پہنچادئیے۔ جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کی امانت ادا کرے۔ کوئی شخص اپنے قرضدار سے سود نہ لے۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون کے انتقام اب خارج ہیں۔ اورسب سے پہلے میں ابن ربعیہ بن حرث بن عبدالمطلب (آنحضرت کا چچا زاد بھائی) کے خون کو باطل کرتا ہوں۔ اے لوگو۔ شیطان سے اپنے دین کی حفاظت کرو اورحرام مہینوں کو حلال اورحلال مہینوں کو حرام نہ کرو۔۔ اے لوگو تمہارا حق تمہاری عورتوں پر ہے اورتمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے اُن کا کھانا کپڑا تمہارا ذمہ ہے۔ ان کے ساتھ بھلائی کرو تم نے اُن کو خدا سے امانت کے طورپر پایا ہے وہ اپنے واسطے کچھ اختیارنہیں رکھتی ہیں ۔ اے لوگو ان احکام کو اچھی طرح سے سمجھو۔ میں نے قرآن ایسی چیز تمہارے واسطے چھوڑی ہے اگراس کو مضبوط پکڑے رکھے گو توکبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اے لوگو۔ جان لو کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اورسب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔

اے لوگو جو خود کھاؤ وہی اپنے غلاموں کو دو اور جو خود پہنو وہی اپنے غلاموں کو پہناؤ۔ اے لوگو زنا کی اولاد عورت کو ملے گی اورزنا کے لئے پتھراؤ کی سزا ہے۔ اوران کا حساب خدا کے ذمہ ہے"۔

خطبے کے آخر میں آپ نے کہا" خدا تم سے میری نسبت پوچھے کہ کیا میں نے تم کو اُس کے احکام پہنچادئیے ہیں تو تم کیا جواب دوگے"؟ حاضرین نے کہا" یا رسول اللہ آپ نے احکام الہیٰ ہم کو پہنچادیئے"۔ آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھا کر تین بار کہا" یا اللہ تو گواہ ہو"۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "آج میں نے تمہارے لئے دین کومکمل کردیا اوراپنی نعمت تمام کردی اورتمہارے لئے اسلام کو چنا"(مائدہ آیت ۵)۔

جب خطبہ ختم ہوگیا تو آپ نے مسلمانوں" الوداع" کہا اس حج کو" حجتہ الوادع" کہتے ہیں کیونکہ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ بعض اس کو" حجتہ البلاغ " کہتے ہیں کیونکہ آپ نے خدا کے احکام اس حج میں لوگوں کو بتادئیے۔

مدینہ کو واپسی

حج سے فارغ ہوکر آنحضرت مدینہ واپس آئے۔ راہ میں مقامِ حم پر آپ نے صحابہ کو جمع کر کے کہا" اے لوگو۔ میں بھی ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے کہ خدا کا پیغام(موت) جلدی آجائے۔ اورمجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمین دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور دوسری چیز میرے اہل بیت(خاندان) ہیں۔ میں ان کے بارے میں تم کو خدا کو یاددلاتا ہوں"۔ آخری جملہ آپ نے تین باردہرایا اور کہا" جو مجھ کو پیارکرتا ہے وہ علی کو بھی پیارکرے۔ یااللہ۔ جوعلی سے محبت رکھے اُس سے توبھی محبت رکھ اورجو علی سے عداوت کرے اس سے توبھی عداوت رکھ"۔

۱۱ ہجری

آخری ایام

حجتہ الوداع کے روزآنحضرت نے تمام مسلمانوں کوالوداع کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ احساس تھاکہ آپ کی وفات کا زمانہ قریب ہے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں آپ ان لوگوں کی قبروں پر گئے جو جنگِ اُحد کے دن کام آئے تھے۔ اورنہایت رقت سے آپ نے ان کو اس طرح الوداع کیا جس طرح کوئی مرنے والا اپنے زندہ رشتہ داروں کوالوداع کہتا ہے۔ اوران کے لئے دعائے مغفرت کی۔

انہی ایام میں آپ نے صحابہ کو کہا" مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہوجاؤ گے لیکن اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا میں نہ مبتلا ہوجاؤ اوردنیا کی خاطر ایک دوسرے کی گردن نہ مارو اورپہلی اقوام کی طرح ہلاک نہ ہوجاؤ"۔

مرض الموت کی ابتدا سے ایک روزپہلے آنحضرت نے اُسامہ بن زید کو فوج کے ساتھ شہربلقاء کی طرف جو فلسطین میں ہے روانہ کیا۔ اس لشکرمیں مہاجرینِ اولین کثرت سے تھے۔ اس کو اپنے مرض کی وجہ سے حکم دے کرتاکید کی فوراًتیارہوکر چلا جائے۔

مرض الموت

آپ ۱۸ صفر کی شب کو قبرستان گئے اومُردوں کے لئے آپ نے دعائے مغفرت کی۔ جب آپ واپس آئے توآپ کا مزاج ناساز ہونا شروع ہوا۔ حضرت عائشہ بھی دردِ سر سے کراہ رہ تھیں۔آپ نے کہا" اے عائشہ میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ ہارے سر۔ ہائے سر[۱]۔ اس وقت سے آنحضرت کی طبیعت علیل ہونی شروع ہوگئی۔لیکن مرض کے دوران میں بھی آپ اپنے فرائض سے غافل نہ تھے۔ چنانچہ جیسا ذکر ہوچکا ہے آپ نے اُسامہ بن زید کو بلقاء روانہ ہونے کی تاکید کی۔ اوراس کو بھیج دیا۔

ایامِ علالت میں بھی آنحضرت باری باری اپنی بیویوں کے گھروں میں جاتے رہے۔ پانچ دن تک آپ کی طبیعت روزبروززیادہ علیل ہوتی گئی۔ سوموارکے روز مرض میں شدت ہوئی تو ازدواج سے اجازت لے کرآپ علی اورعباس کے سہارے حضرت عائشہ کے مکان پرآئے۔ جب تک آپ چل پھر سکتے تھے آپ مسجدوں میں نماز پڑھانے کے لئے جاتے جب آپ بہت نحیف ہوگئے اوراسی حالت میں عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے اُٹھنا چاہا توآپ کو غش آگیا۔ جب افاقہ ہوا توحکم دیاکہ ابوبکر نمازپڑھائے۔ چنانچہ کئی دن تک انہوں نے نمازمیں امامت کی۔

واقعہ قرطاس

وفات سے چارروزپہلے آپ نے حکم دیا کہ دوات کا غذ لاؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر نے جواب دیاکہ " آپ کو مرض کی شدت سے ہمارے پاس قرآن موجود ہے کتاب اللہ

---

[۱] تلخیص الصحاح جلد دوم صفحہ ۲۵.

ہمارے پاس کافی ہے[1]۔ صحیح مسلم کی دیگر روایات میں ہے کہ جب آنحضرت نے دوات کاغذ مانگا تو لوگوں نے کہا" رسول اللہ صلعم بے حواسی کی باتیں کرتے ہیں"۔ لیکن حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ آنحضرت کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے ۔ جب اختلاف کے سبب شوروغل بپا ہوا تو لوگوں نے کہا "کیا آپ بے حواسی کی باتیں کرتے ہیں۔ خود آپ سے دریافت کرو"۔ جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا" مجھے چھوڑدو۔ میں جس جگہ ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بُلاتے ہو"۔

آخری خطبہ

ظہر کے وقت آپ کی طبعیت کو افاقہ ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ پانی کی مشکیں مجھ پر ڈالو۔ چنانچہ آپ پر سات مشکیں ڈالی گئیں[2]۔ خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ خواہ وہ دنیا کی نعمت کو قبول کرے یا اس نعمت کو قبول کرے جو خدا کے پاس ہے۔ لیکن اس نے خدا کی نعمتوں کو قبول کیا"۔ اس فقرہ کو سن کر ابوبکر شدت سے رونے لگے اور کہنے لگے" یارسول اللہ ہم آپ پر اپنی جانیں اوراولاد قربان کرنے کو موجود ہیں"۔ پھر آنحضرت نے کہا" اگر میں خلقِ خدا میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اے لوگو۔ میں انصار کے بارے میں تم کو وصیت کرتاہوں ۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ وہ لوگ ہیں جن میں آکر مجھے پناہ ملی تھی۔ وہ اپنا فرض ادا کرچکے۔ اب تم کو اُن کا فرض ادا کرنا ہے۔ اگر ان سے خطا ہوجائے تو ان کو صاف کرنا[3] ۔ اے لوگو جس کسی کی پیٹھ پر میں نے کوڑے مارے ہیں اب یہ میری پیٹھ حاضر ہے اپنا عوض لے لے۔ جس کسی کو میں نے گالی دی ہو اب وقت ہے کہ اپنا بدلہ لے لے۔ جس کسی سے میں نے مال لیا ہو یہ میرا مال موجود ہے اپنا مال لے لے۔ یاد رکھو دنیا میں فضنیحت کا ہونا آخرت کی فضنیحت سے بہتر ہے[4]۔ پھر آپ نے کہا کہ انسان کی سزا اورجزا اس کے ذاتی اعمال پر منحصر ہوگی"۔ اور آخر میں کہا" اے میرے رشتہ دارو جو قریش کی جماعت کے ہو تم اپنی آپ خبر لو میں تم کو خدا سے نہیں بچاسکتا۔ اے بنی عبدمناف میں تم کو بھی خدا سے بچا نہیں سکتا۔ اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ ۔ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ۔ خدا کے ہاں کے لئے

---

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۲۵

[2] ایضاً صفحہ ۳۷

[3] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۴۳

[4] ایضاً صفحہ ۱۶۴

کچھ کرلو میں تم کو خدا سے بچا نہیں سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب ۔ میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچاسکتا[1]۔ اس خطبہ کے بعد آپ حضرت عائشہ کے گھر واپس آگئے۔

جس روز وفات ہوئی اس دن صبح کی نماز کے وقت آپ کی طبعیت میں کچھ افاقہ ہوا۔ آپ پردہ اٹھوا کر مسجد میں گئے۔ ابوبکر نماز میں مسلمانوں کی پیشوائی کررہے تھے۔ لوگوں کو نماز کی حالت میں دیکھ کر آپ کو بے حد خوشی اور مسرت حاصل ہوئی۔

یہ سب سے آخری موقع تھا جب آپ نے صحابہ کو اور صحابہ نے آپ کو دیکھا۔ وفات سے کچھ پہلے حضرت ابوبکر اوران کے بیٹے عبدالرحمنٰ آپ کو دیکھنے کے لئے آئے۔ عبدالرحمنٰ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ حضرت عائشہ کی گود میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے مسواک کو دیکھا۔ حضرت عائشہ نے دریافت کیا کہ آپ چاہتے ہیں کہ یہ مسواک آپ کو دیدوں ؟ آپ نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عائشہ نے مسواک کو دانتوں سے چبا کر اور نرم کرکے آپ کو دی۔ آپ نے اچھی طرح سے مسواک کی[2]۔

[1] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۶۴

[2] تلخیص جلد اول صفحہ ۱۷۷۔ تاریخ ابولفدا صفحہ ۷۲

وفات

مسواک کرنے کے بعد آپ کی سانس کی گھر گھراہٹ شروع ہوگئی۔ پانی کا پیالہ آپ کے پاس تھا۔ آپ اُس میں باربار ہاتھ ڈالتے اور کہتے " اے خداوند۔ میری سکرات موت میں میری مدد فرما[3]۔ آپ کا آخری فقرہ تھا" اب اور کوئی نہیں بلکہ وہی بڑا رفیق درکار ہے"۔ حضرت عائشہ کی گود میں ہی آپ کا جسم بھاری ہوگیا[4]۔ اور تیرہ روز کی بیماری کے بعد بروز سوموار ۷ جون ۶۳۲ء مطابق یکم ربیع الاول آپ کی روح جسمِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آنحضرت وفات پاگئے ہیں تو کہرام مچ گیا۔ عقیدتمندوں کا یہ حال تھا کہ ان کو وفات کی خبر کا یقین نہ آتا تھا۔ عمر بن خطاب نے کہا" منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ کا وصال ہوگیا ہے حالانکہ اللہ کی قسم ۔ آنحضرت کی وفات نہیں ہوئی بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح آپ خدا کے پاس چلے گئے ہیں اور واپس آئیں گے۔ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ فوت ہوگئے ہیں

[3] بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰

[4] تلخیص الصحاح جلد ششم صفحہ ۶۶

میں اس کا سر اڑادوں گا "۔ حضرت ابوبکر آئے۔ آپ نے آنحضرت پر سے چادر ہٹاکر آپ کے چہرہ کو بوسہ دیا اورکہا" میرے ماں باپ آپ فرفدا ہوں جو موت خدا نے آپ کے واسطے لکھی تھی وہ آپ نے چکھ لی۔ اب آپ کو موت نہ پہنچ گی "۔ باہر نکل کرآپ نے عمر کو خاموش ہونے کا حکم دیا اورلوگوں سے کہا" اے لوگو۔ جو شخص محمد کی پرستش کرتا ہو تو جان لے کہ خدا زندہ ہے اوروہ کبھی نہ مرے گا۔ پھرآپ نے قرآن کی آیت پڑھی " محمد فقط رسول ہے پس اگر وہ مر جائے یاقتل ہوجائے تو تم واپس ایڑیوں کے بل کافر ہوجاؤ گے؟ تو جو واپس پھر جائے وہ ہرگز خدا کو نقصان نہیں پہنچاسکتا اور خدا شکرگزاوں کو بدلہ دے گا"(آل عمران آیت ۱۳۸)۔ تب عمر اور دیگرعقید تمندوں کو" آنحضرت کی وفات کا یقین آیا[1]۔

تجہیزوتکفین

تجہیزوتکفین کی خدمت میں ہر شخص حصہ لینا چاہتا تھا۔ لیکن انصارمیں سے اوس بن خولی کو صرف یہ شرف عطا کیا گیا ۔ وہ پانی کے گھڑے بھر بھر لاتا تھا۔ حضرت عباس اوران کے دونوں صاحبزادے قشم اورفضل آنحضرت کے جسم کی کروٹیں بدلتے تھے۔

[1] تاریخ ابوالفدا صفحہ ۲۷

اسامہ بن زید بن حارث اوپر سے پانی ڈالتا تھا اورحضرت علی کرُتہ کے اوپرہی سے آپ کے جسم کوملتے تھے[2] اور کہتے تھے " میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ زندگی اورموت میں بھی پاکیزہ ہیں"۔ غسل کے بعد نمازجنازہ ادا کرنے کےلئے لوگ تھوڑے تھوڑے کرکے حجرہ کے اندرجاتے اورباری باری نمازپڑھتے ۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھربچوں نے نمازِجنازہ پڑھی۔

جب نمازِجنازہ سے فارغ ہوئے تو یہ سوال پیدا ہواکہ آنحضرت کی نعش کوکس جگہ دفن کیا جائے۔ حضرت سوموار کے روز فوت ہوئے تھے۔ پھر وفات کے بعد خلاف کے متعلق فتنہ برپا ہوگیا۔ اب منگل کا روزبھی گذرگیا تھا اوربُدھ کی شام شروع ہوگئی تھی۔ آپ کی نعش کواُسی جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ نے انتقال کیا تھا۔ حضرت فاطمہ روروکر کہتیں " اے انس ۔ تم کوکس طرح گوارا ہواکہ تم میرے باپ پرمٹی ڈالو[3]۔

[2] بخاری جلد اول صفحہ ۱۹۰۔تلخیص جلد ششم صفحہ ۶۶

[3] تلخیص جلد ششم صفحہ ۹۷۔ بخاری جلد دوم صفحہ ۱۷۸

متروکات

آنحضرت اپنی وفات کے وقت شہنشاہِ عرب تھے لیکن آپ نے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا۔ وفات سے پہلے جب آپ بسترِمرگ پر تھے تو آپ نے بی بی عائشہ کو کہا کہ زکوات کا مال جواُن کے پاس جمع تھا غربا اورمساکین میں تقسیم کردیا جائے۔ چنانچہ چھ دیناراسی وقت تقسیم کردئیے گئے اورآپ نے کہا" اب میری جان کو چین حاصل ہواہے اگریہ دینارمیرے پاس رہتے تو میں اپنا منہ اپنے مالک کو کس طرح دکھاتا"۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آخری رات ان کے پاس چراغ جلانے کوتیل تک نہ تھا۔ پس انہوں نے ایک پڑوسن سے تیل مانگ کرچراغ جلایا۔ آنحضرت کی وفات کے وقت آپ کی ایک زرہ ایک یہودی اباشحم کے پاس تیس " ماع جو پرگروتھی[1]۔ آپ عموماً یہ دعا کیا کرتے تھے کہ" یا اللہ آل محمد کو روزی بقدرضرورت دے۔ یا اللہ مجھ کو مسکین رکھ اورمسکین مارااورمسکینوں کے زمرہ میں میرا حشرکر[2]۔

بخاری میں روایت ہے کہ " رسول اللہ صلعم نے مرتے وقت کچھ ترکہ نہ چھوڑا۔ نہ درہم نہ دینارنہ غلام نہ لونڈی اورنہ کچھ اور۔ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اورکچھ زمین جو عام مسلمان مسافروں کے واسطے وقت کرگئے[3]۔ ہاں بعض عقیدتمندوں نے آپ کے بال آپ کی جوتیاں آپ کا لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑد یا گیا تھا۔ اپنے پاس تبرکاً رکھ لیں۔ حضرت علی نے ذوالفقار لے لی جو ان کے خاندان میں بطوریادگاررہی۔ انتقال کے وقت گاڑھے کی ایک موٹی تہمد آپ کے بدن پر تھی۔ ایک کمل تھا جس میں پیوند لگے تھے اورآپ کا بچھونا چمڑے کا تھا جس میں کھجورکی چھال بھری ہوئی تھی[4]۔

آنحضرت کی وفات کا قبائل عرب پراثر

ذہبی کہتے ہیں[5] ۔ کہ جب آنحضرت کی وفات کی خبرگردو نواح میں مشہورہوئی۔ تو اکثرقبائل عرب اسلام سے مرتد ہوگئے۔ انہوں نے حالت کفر اختیارکرلی۔ اورنمازپڑھنے اورزکوات دینے سے

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۵۰۵

[2] تلخیص جلد ششم صفحہ ٦٨

[3] تلخیص جلد ششم صفحہ ٦٨

[4] بخاری جلد دوم صفحہ ٣٦٠

[5] بخاری جلد دوم صفحہ ٢٦١

انکارکردیا۔ اورآنحضرت کے مقررکردہ عمال کو نکالدیا۔ مسیلمہ "کذاب" اوردیگرجھوٹے نبیوں نے سر اٹھایا۔ یہودی اورعیسائی قبائل نے بھی موقعہ کو غنیمت جان کر اسلام کی حکومت سے روگردانی اختیارکی۔ خود مسلمانوں میں نفاق پیدا ہوگیا۔ اورانصار مہاجرین سے جُدا ہوگئے۔ انصار کے قبائل اوس اورخزرج میں بھی پُرانی جدائی ازسرنوپھوٹ نکلی۔ عرب کی یہ حالت ہوگئی۔ کہ ابوہریرہ کا قول ہے ۔ کہ اگر حضرت ابوبکر خلیفہ نہ ہوتے۔ تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والا ایک بھی نظر نہ آتا۔

آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے مرتدین عرب پر فوج کشی کا حکم دیا۔ اورخود مہاجرین اورانصار کے ساتھ نکلے۔ اورمرتدین کو بخد کے قریب شکست دی۔ پھر انہوں نے خالد بن ولید کو فوج کا جرنیل مقررکیا اورحکم دیاکہ "جب تک لوگ ازسرِ نو اسلام نہ لائیں۔ واپس نہ آنا۔ اورمرتدین سے پانچ باتوں کی خاطر جنگ کرنا۔ یعنی کلمہ توحید ۔ کلمہ رسالت۔ نماز، روزہ اورزکوات ۔ ابوبکر نے حکم دیا۔ کہ" اگر کوئی ان پانچ باتوں میں سے ایک سے بھی انکارکرے۔ تو اس سے ایسا ہی جنگ کیا جائےگویا کہ وہ پانچوں سے انکاری ہے"۔ اسی طرح حضرت ابوبکر نے علاء بن حضرمی۔ عکرمہ بن ابوجہل ۔ مہاجر۔ زیادہ بن لبید وغیرہ گیارہ اشخاص کو سر لشکر مقررکرکے۔ مختلف مرتد قبائل عرب کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا ۔ انہوں نے ان تمام قبائل کوشکست دی۔ ان جنگوں میں ہزاروں اشخاص مقتول ہوئے۔ اور عرب کی زمین مرتدوں کے خون سے رنگیں ہوگئی۔ حضرت ابوبکر ایک سال تک ان مرتد قبائل سے جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ارتداد کا فتنہ ختم ہوگیا۔ اوراسلام ازسرِنوملک عرب میں قائم ہوگیا۔

ضمیمہ اوّل

فہرست غزوات وسریا

منقول ازرحمتہ للعالمین جلد دوم صفحہ ۲۴۴، ۲۶۴

مطبوعہ ۱۹۳۱ء

نمبرشمار	غزوہ یاسریہ	تاریخ
۱	سریہ سیف البسحر	رمضان ۱ ہجری
۲	سریہ رابع	شوال ۱ ہجری
۳	سریہ ضرار	ذیعقد ۱ ہجری

۴	غزوہ ودان ۔ یاغزہ ابواء	سفر۲ ہجری
۵	غزوہ بواط	ربیع اولال ۲ ہجری
۶	غزوہ سفوان یا بدراوئی	ربیع الاول ۲ ہجری
۷	غزوہ ذوالعشیرہ	جمادی الاخز۲ ہجری
۸	سریہ نخلہ	رجب ۲ ہجری
۹	غزوہ بدا لکبریٰ	رمضان ۲ ہجری
۱۰	سریہ عمیربن العدی	رمضان ۲ ہجری
۱۱	سریہ سالم بن عمیر انصاری	شوال ۲ ہجری
۱۲	غزوہ بنو قینقاع	شوال ۲ ہجری
۱۳	غزوہ السویق	ذی الحجہ ۲ ہجری
۱۴	غزوہ قرقرہ الکندریا بنو سلیم	محرم ۳ ہجری
۱۵	سریہ قرقرہ الکندریا بنوسلیم	محرم ۳ ہجری
۱۶	سریہ محمد بن مسلمہ	ربیع الاول ۳ ہجری
۱۷	غزوہ ذی امریا غزوہ عظفان یا غزوہ ایمامہ	ربیع الاول ۳ ہجری
۱۸	سریہ قردہ	جمادی الآخر ۳ ہجری
۱۹	غزوہ اُحد	۶ شوال ۳ ہجری
۲۰	غزوہ حمراء الاسد	۷ شوال ۳ ہجری
۲۱	سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ محزومی	یکم محرم ۴ ہجری
۲۲	سریہ عبداللہ بن انیس	۵ محرم ۴ ہجری
۲۳	سریہ رجیع	صفر۴ ہجری
۲۴	سریہ بیرمعونہ یاسریہ طرز	صفر ۴ ہجری
۲۵	سریہ عمروبن امیہ الضمری	ربیع الاول ۴ ہجری
۲۶	غزوہ بنو نضیر	ربیع الاول ۴ ہجری
۲۷	غزوہ بدرالاخری	ذیعقد ۴ ہجری
۲۸	غزوہ دومتہ الجندل	ربیع الاول ۵ ہجری
۲۹	بنو مصطق یا مریسیع	۳ شعبان ۵ ہجری
۳۰	غزوہ احزاب یا خندق	شوال یا ذیعقد ۵ ہجری
۳۱	سریہ عبداللہ بن عتیک	ذیعقد ۵ ہجری
۳۲	غزوہ بنو قریظہ	//
۳۳	سریہ قریظہ	محرم ۶ ہجری
۳۴	غزوہ بنی لحیان	ربیع الاول ۶ ہجری
۳۵	غزوہ ذی قروہ یا غابہ	ربیع الثانی ۶ ہجری
۳۶	سریہ عکاشہ یا سریہ غمر مرزوق	//
۳۷	سریہ ذی القصہ	//
۳۸	سریہ ثعلبہ	//
۳۹	سریہ جموم	//
۴۰	طرف یا طرق	جمادی الآخر۶ ہجری
۴۱	سریہ وادی القریٰ	رجب ۶ ہجری

۴۲	دومتہ الجندل	شعبان ۶ ہجری
۴۷	سریہ فدک	//
۴۸	سریہ ام قرفہ	رمضان ۶ ہجری
۴۹	سریہ عبداللہ بن رواحہ	شوال ۶ ہجری
۵۰	سریہ عرنیسن	//
۵۱	عمروبن امیہ	//
۵۲	سریہ حدیبیہ	ذیعقد ۶ ہجری
۵۳	غزوہ خیبر	محرم ۷ ہجری
۵۴	غزوہ القریٰ	//
۵۵	غزوہ ذات الرقاع	//
۵۶	سریہ عیص	صفر ۷ ہجری
۵۷	سریہ کدیہ	//
۵۸	سریہ فدک	//
۵۹	سریہ حسمی	جمادی الآخر ۷ ہجری
۶۰	سریہ تربہ	//
۶۱	سریہ بنوکلاب	جمادی الآخر ۷ ہجری
۶۲	سریہ منقصہ	رمضان ۷ ہجری
۶۳	سریہ خربہ	//
۶۴	سریہ بنی مرہ	شوال ۷ ہجری
۶۵	سریہ بشیربن سعد انصاری	//
۶۶	سریہ ابن ابی العوجا	ذی الحجہ ۷ ہجری
۶۷	سریہ ذات الطلح	ربیع الاول ۸ ہجری
۶۸	سریہ ذات عرق	//
۶۹	سریہ موتہ	جمادی الاول ۸ ہجری
۷۰	ذات السلاحل	جمادی الآخر ۸ ہجری
۷۱	سریہ سیف الحجر	رجب ۸ ہجری
۷۲	سریہ محارب	شعبان ۸ ہجری
۷۳	غزوہ فتح مکہ	رمضان ۸ ہجری
۷۴	سریہ خالد	//
۷۵	سریہ عمروبن العاص	//
۷۶	سریہ الشہلی	//
۷۷	خالد بن ولید	شوال ۸ ہجری
۷۸	غزوہ حنین یا اوطاس یا ہوازن	//
۷۹	غزوہ طائف	//
۸۰	سریہ عیسینہ بن حصین	محرم ہجری
۸۱	سریہ قطبہ بن عامر	صفر ۹ ہجری
۸۲	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی	ربیع الاول ۹ ہجری
۸۳	سریہ عبداللہ بن خدافہ	ربیع الاول ۹ ہجری
۸۴	سریہ بنوطے	۹ ہجری
۸۵	غزوہ تبوک	۹ ہجری

۸۶	سریه دومته الجندل	۹ ہجری

ضمیمه دوم

فہرست ازدواج حضرت محمد صاحب

(منقول ازرحمته للعالمین جلد دوم صفحه ۲۳۹)

نمبر شمار	نام ازدواج	سنِ نکاح	زوجه کی عمر بوقت نکاح	حضرت کی عمر بوقت نکاح	حضرت کے ساتھ رہنے کی مدت
۱	خدیجه	۲۵میلاد النبی	۴۰سال	۲۵ سال	۲۵
۲	سوده	۱۰ نبوت	۵۰سال	۵۰سال	۱۴سال
۳	عائشه	//	۶سال	۵۴سال	۹سال
۴	حفصه	شعبان ۳ہجری	۲۲سال	۵۵سال	۸ سال
۵	زینب بنت خزیمه	//	۳۰سال	۵۵سال	۸ سال
۶	ام سلمه	۴ ہجری	۲۴ سال	۵۶ سال	۷ سال
۷	زینب بنت حجش	۵ ہجری	۲۶سال	۵۷ سال	۶سال
۸	جویریه	۵ ہجری	۲۰سال	۵۷سال	۶سال
۹	ام حبیبه	۶ ہجری	۳۶سال	۵۷سال	۶سال
۱۰	صفیه	جمادی الآخر ۷ ہجری	۱۷سال	۵۹ سال	ساڑھے تین سال
۱۱	میمونه	ذیعقد ۷ ہجری	۳۶سال	۵۹ سال	ساڑھے تین سال

ان کے علاوہ آنحضرت کی دوکنیزیں تھی یعنی ریحانه جو ۵ ہجری میں آپ کے قبضه میں آئی تھی اورماریه قبطی جو ۷ ہجری میں آپ کو بطورتحفه ملی تھی۔

ضمیمه سوم

نکاح کے وقت حضرت عائشه کی عمر

(۱۔)

لاہورکے روزانه اخبارانقلاب کی ۱۸ دسمبر۱۹۲۷ء کی اشاعت میں مولوی اکبر علی صاحب صوفی مولفِ سلیم التاریخ کا ایک مضمون چھپا ۔ جس میں آپ اس نتیجه پر پہنچے که نکاح کے وقت

حضرت عائشه کی عمر سوله سال کی تھی اور گھر میں آباد ہونے کے وقت آپ کی عمر انیس سال کی تھی۔ چنانچه آپ لکھتے ہیں:

" مستند کتاب اکمال اسماء الرجال میں (جو صاحبِ مشکوات کی تالیف ہے) بی بی اسماء بنت حضرت ابوبکر کا حال لکھا ہے جس کا خلاصه یه ہے که بی بی اسماء کی عمر سو سال کی تھی۔ ۷۳ ہجری میں انتقال ہوا۔ اور یه اپنی بہن عائشه سے دس سال بڑی تھیں۔ بی بی اسماء کی عمر سو سال کی تھی۔ اور سنِ وفات ۷۳ ہجری تھا پس بوقت ہجری ان کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اس سے ظاہر ہے که بوقتِ ہجرت حضرت عائشه کیع مر ۱۷ سال کی تھی۔ بی بی عائشه کا نکاح حضرت محمد رسول الله صلعم کے ساتھ ہجرت سے پہلے مکه میں ہوا تھا اور رسول خدا کے گھر میں ہجرت کے دو سال بعد مدینه میں آباد ہوئیں۔ اس سے پایا جاتا ہے که نکاح کے وقت ان کی عمر سوله سال تھی اور گھر میں آباد ہونے کے وقت ۱۹ سال کی عمر تھی۔ راویوں نے حضرت عائشه کے حالات میں نکاح کے وقت چھ سال اور گھر میں آباد ہونے کے وقت نو سال عمر لکھی ہے۔ ہم لوگ خوش اعتقادی سے راویوں کی اس بات پر امناد صدقنا تو کہتے رہے مگر دل میں یه بات ضرور کھٹکتی رہی۔ سو خدا کا شکر ہے که اس تحقیق سے وہ کھٹکا دور ہو گیا"۔

(۲۔)

اس کے جواب میں اہلِ حدیث امرتسر بابت ۱۰ فروری ۱۹۲۸ء میں ایک مضمون چھپا جس میں لکھا تھا:

"صوفی صاحب کی مسلم اور مستند کتاب اکمال فی اسماء الرجال صفحه ۲۸ میں جو صاحب مشکوات کی تالیف ہے حضرت عائشه رضی الله عنہا کا حال لکھا ہے۔ جس کا خلاصه یه ہے که ماہ شوال ۱۰ نبوت مکه معظمه میں ہجرت سے تین برس پہلے حضور صلی الله وسلم نے آپ سے نکاح کیا اور رخصتی مدینه منوره میں بماہ شوال ۲ ہجری اٹھاره مہینے کے سرے پر ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر کل نو برس کی تھی۔ اس بناء پر آپ کی عمر عندالنکاح ساڑھے چار یا پانچ برس کی ٹھیرتی ہے۔ اس کے بعد مولف ممدوح رحمته الله تعالیٰ قیل کر کے جو مشعه بصنف ہوا کرتا ہے لکھتے ہیں جس کا خلاصه یه ہے که بعض لوگوں نے یه بھی لکھا ہے که خانه آبادی مدینه میں آپ کے قدوم کے ساتھ ماہ بعد ہوئی اور اسی کے ساتھ یه بھی لکھا ہے که حضرت عائشه حضور صلی الله وسلم کے ساتھ ۹ برس تک

خانه آباد رہیں اوراس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور کی وفات کے وقت حضرت عائشہ کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اس بناء پر بلاشبہ آپ کی عمر بوقتِ نکاح کم وبیش چھ برس کی ٹھیرتی ہے اور رخصتی کے وقت ۹ برس کی ۔ اوریہی بعینہ بلااختلاف تمام کتبِ حدیثہ وسیر اسماء الرجال سے بھی مستحقق ہے۔ صحیح بخاری صفحہ ۷۷۱ ۔ صحیح مسلم صفحہ ۴۵۲۔ ابوداؤد صفحہ ۲۰۵۔ ترمذی صفحہ ۱۳۱ ۔ ابن ماجه صفحہ ۱۲۶۔ نسائی صفحہ ۲۰۹ ۔ مشکوات صفحہ ۲۷۰۔ مسند امام احمد حنبل صفحہ ۲۱۱۔ اکنز العمال صفحہ ۱۱۸۔ مجمد البحار صفحہ ۵۳۰ تہذیب التہذیب صفحہ ۴۳۵۔ استیصاب صفحہ ۷۵۶۔ طبقاتِ ابن سعد صفحہ ۳۷ اوربعینہ یہی بات صاحبِ مشکوات نے بھی لکھا ہے۔ اوربعینہ یہی بات حضرات روایانِ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی فرمائی ہے جن کی عدالت صداقت ۔ ثقاہت ۔ زہدوالتقا ضبط اتقان دنیائے اسلام کے نزدیک مسلم ومعتبر ہے"۔ (اہلِ حدیث بابت ۱۰ فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۹،۸)۔

(۳۔)

مولوی محمد علی صاحب ایم ۔اے امیر جماعتِ احمدیہ لاہور نے پیغام صلح (جولائی ۱۹۲۸ء) میں اس مضمون پر لکھا:

"یہ باور کرنے کے وجوہ ہیں کہ حضرت عائشہ آنحضرت صلعم سے نکاح کے وقت فی الحقیقت اس قدر صغر سن نہ تھیں۔ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی بڑی بہن حضرت اسماء دس برس چھوٹی تھیں او رحضرت اسماء کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلعم نے مدینہ کو ہجرت کی ستائیس سال تھی۔ اس لحاظ سے حضرت عائشہ کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلعم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سولہ سال تھی"۔

مولوی صاحب کے اس مضمون پر رسالہ معارف (جولائی ۱۹۲۸ء) میں تنقید کی گئی اورجب متعدد اصحاب اوربالخصوص سید ریاست علی صاحب ندوی نے مولوی صاحب سے اصرار کرکے ان روایات کا پتہ پوچھا اورغلطی کا اقرار کرنے کو کہا تومولوی صاحب نے لکھا " یہ تودرست ہے کہ جب حضرت عائشہ کے حضرت اسماء سے دس سال چھوٹے ہونے کا حوالہ میں نے دیا تو میرے ذہن میں اکمال کا حوالہ بھی تھا جو پچھلے دنوں بصورتِ

اشتہار شائع ہوا اورجس پر سید سلیمان صاحب نے معارف میں تنقید بھی کی ہے۔ اس کے علاوہ میرے ایک کرمفرما نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کے پاس اسد الغابہ کا ایک حوالہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ کی عمر نکاح کے وقت بارہ سال کی تھی۔ اتفاق سے اسدالغا بہ میرے پاس نہ تھی۔ میں نے ان کی یاداشت پر اعتبار کرلیا۔ البتہ اب جو کتاب اسد الغابہ میں نے منگوا کر دیکھی تو حضرت عائشہ ۔ حضرت اسماء۔ حضرت ابوبکر کے تذکرے میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ میں نے حضرت عائشہ کی عمر کے متعلق چونکہ ضمنی ذکر کیا تھا اس لئے میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں کی اوران امور کی بناء پر جو میرے ذہن میں موجود تھے حضرت عائشہ کی عمر کے متعلق وہ الفاظ لکھے جن کو اوپر نقل کرچکا ہوں۔ ان میں علاوہ عمر کے بڑا ہونے کے یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ کی شادی ہوئی حالانکہ ایک سال نہیں بلکہ تین سال پہلے نکاح ہوا تھا" (پیغام صلح ۲۷۔ نومبر ۱۹۲۸ء)۔

ان غلطیوں کے اقبال کے بعد مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

" اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی اوررخصتانہ کے وقت ۹ سال تھی اور آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی۔ لیکن طبقات ابن سعدی میں دو روایتیں حضرت عائشہ کے ذکر میں ایسی ہیں جن میں نو سال کی عمر میں نکاح کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ جلد ہشتم صفحہ ۴۱ پر ہے تزد جہارسول اللہ صلعم وہی بنت تسع سنین یعنی رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا جب وہ ۹ سال کی تھیں اورصفحہ ۴۲ پر ہے۔ تکم النبی صلعم عائشہ وہی ابنتہ تسع سنوات اوسبع" یعنی آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا اوران کی عمر اس وقت ۹ یا ۷ سال کی تھی۔۔۔ حضرت عائشہ کے نکاح کی تاریخ پر رویات میں اختلاف تو ضرور ہے لیکن اس میں کچھ بھی شعبہ نہیں کہ مستند یہی ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہ کی وفات کے تھوڑے دن بعد ہی ہوگیااوراس کے معاً بعد ہی حضرت سودہ سے نکاح ہوا۔یعنی حضرت عائشہ سے آنحضرت کا نکاح پہلے ہوا اورحضرت سودہ سے اس کے بعد ہوا۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلعم کے گھر میں کب آئیں؟ سواس میں بھی اختلاف تو ضرور ہے یعنی بعض روایت میں ہجرت سے آٹھ ماہ بعد کا واقعہ اسے قرار دیا ہے اوربعض میں اٹھارہ ماہ بعد۔۔۔نوسال کی عمرکسی صورت میں بھی صحیح نہیں ٹھہرتی۔ درست وہی ہے جو عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کا رخصتانہ جنگِ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوا۔ اسی کے موافق علامہ عبدالبر نے بھی استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کا رخصتانہ نبوت سے اٹھارہ مابعد ہوا تو اس حساب سے حضرت عائشہ رخصتانہ کے وقت ان روایات کی بنا پر بھی گیارہ سال کی ہوکر بارہویں سال میں یا بارہ کی ہوکر تیرھویں میں داخل ہوچکی تھیں۔ بہر حال اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اگر یہ روایات درست ہیں تو حضرت عائشہ کو اپنی عمر بیان کرنے میں کچھ غلطی لگی ہے کیونکہ ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق تھا اورچارسال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا۔ اس لئے اگران کی عمر وقت نکاح چھ یا سات سال کی مانی جائے جیسا کہ اکثرروایات میں ہے تو بوقتِ رخصتانہ نوسال کی عمر ہونا ناممکنات سے ہے۔" (پیغام صلح ۲۷۔ نومبر۱۹۲۸ء)۔

سید سلیمان صاحب ندوی نے رسالہ معارف (جنوری ۱۹۲۹ء) میں مولوی محمد علی کی دلیل کا جواب حسب ذیل دیا:

"میں مولوی صاحب کی انصاف پسندی اورجرات کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنے مسامحات کا اعتراف کیا اورصاف لکھا کہ ان کے پاس بوقتِ نکاح حضرت عائشہ کے سولہ سال اوربوقتِ رخصتی سترہ سال کی عمر ہونے پر تاریخ حدیث کی کوئی سند موجود نہیں"۔

اس کے بعد سید سلیمان صاحب اسلامی سند کی تدوین کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں جس کا ذکر ہم اپنے رسالہ کے مقدمہ میں کرچکے ہیں اورفرماتے ہیں "آغازِاسلام میں بلکہ عہدِ نبوت اورعہدِ صدیقی میں سنہ کا رواج نہ تھا۔ سنہ کی تدوین عہدفاروقی میں ہوئی ہے۔ پہلے یہ طریقہ تھاکہ ہجرت سے اتنے مہینے پیشتر یا اتنے مہینے بعد یہ واقعہ ہوا۔ بعد کو لوگوں نے ان مہینوں سے سال بنالیا۔پھر سنہ کی ترتیب قائم ہوئی ۔۔۔ حضرت عائشہ کے واقعات کو سنین سے تطبیق دینے میں مولانا محمد علی صاحب نے یہ سمجھنا کہ سنین اصل ہیں اوران کی عمر کا شماران سنین پر متفرع ہے حالانکہ یہ صریحاً مغالطہ ہے۔ اصل ان کی عمر کا شمار اوروہ بھی انہیں کے

بتائے ہوئے سنین پر۔ اوراس شمار پر لوگوں نے سنہ ہجری کو تطبیق دیا ہے اوران روایات کے بموجب حضرت عائشہ کی عمر نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نوبرس کی تھی اوربیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی۔ اب سنہ ہجری کی تطبیق سے اس کا جوس نہ بھی لگائے۔ بعض نے پورے پورے بارہ مہینے کے سال لئے تو سنہ گھٹ گئے اور بعض نے نبوت کا پہلا سال چار مہینوں والاآخری سال دومہینوں والا اورہجرت کا پہلا سال دس مہینوں والا لیا اورتوسنہ بڑھ گئے اس لئے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ سنہ کا حساب اصل نہیں ہے ۔ بلکہ عمر کا حساب اصل ہے اوراس سے حساب لگا کر راویوں نے سنہ بنایا ہے۔ اس لئے آپ سنہ کے حساب میں ترمیم کرسکتے ہیں مگر حضرت عائشہ کی عمر کے حساب میں ترمیم نہیں کرسکتے ۔

" مولانا محمد علی لکھتے ہیں کہ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظرِ آتا ہے کہ حضرت عائشہ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سا ل کی تھی۔ اس کے بعد آپ چھ یا سات سال برابر لکھتے گئے ہیں ۔ حالانکہ صرف ایک مشکوک الحافظہ راوی نے اس وقت آپ کی عمر کا نوبرس یا سات برس ہونا ظاہر کیا ہے۔ اور کہیں بھی سات برس نہیں ہے۔ اس بناپر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ روایات کے بڑھے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہ کی عمر نکاح کے وقت چھپایا سات سال کی تھی بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ ایک دوروائتوں کے علاوہ تمام روائتیں اس پر متفق ہیں کہ چھ برس کے سن میں نکاح اورنوبرس کے سن میں رخصتی اور۱۰ برس کے سن میں بیوگی ہوئی۔

" مولانا نے ابن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو وہ نوبرس کی تھیں لیکن اس کے بعد ہی کا فقرہ کیوں چھوڑدیا کہ ومان عنہا وہی بنت ثمانی عشرہ سنہ یعنی اورآپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔ حالانکہ اسی بعد کے فقرہ سے ظاہر ہے کہ راوی سے رخصتی کی جگہ نکاح کا لفظ کہنے میں صریحی غلطی ہوئی ہے ۔ اسی طرح سات برس کے سن میں نکاح ہونے کی جو روایت ہشام بن غزوہ سے ہے وہ صفحہ ۴۱ پرنا تمام ہے۔ مگر۴۱ پر تمام ہے اوروہ یہ ہے کہ چھ یا سات میں نکاح ہوا اورنو میں رخصتی ہوئی ۔ مگر مولانا نے اس کامل روایت کے پورے فقرہ کا حوالہ نہیں دیا تاکہ نوبرس کی رخصتی کا واقعہ اس سے ثابت نہ ہو۔ جن کو ہشام بن عروہ سے نقل کرنے

میں ابن سعد کے اس راوی کو اس بارہ میں وہم ہورہا ہے کہ حضرت عائشہ چھ برس کی تھیں یا سات کی ۔ انہیں کے صحیح اور مستند راویوں کے بیان ہیں جن کی ابن سعد اوربخاری اورمسلم میں روائتیں ہیں مطلق وہم وتزلزل اس باب میں نہیں ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی اوررخصتی کے وقت نوبرس کی تھیں۔

" بہر حال نکاح کے وقت نوبرس کا سن ہونا صرف ایک ضعیف الحافظہ راوی کے بیان کے علاوہ جویہ کہتا ہے کہ" نویں یا ساتویں برس نکاح ہوا"۔ اورکسی نے نوبرس کا ہونا ظاہر نہیں کیا اورجس دوسرے نے یعنی اسود نے نوبرس میں نکاح ہونا بیان کیا ہے جو ثابت ہوچکا ہے کہ اس سے اس کی مراد رخصتی ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ نویں برس نکاح ہوا اور اٹھارہ برس کی تھیں جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی اورظاہر ہے کہ اگر نویں برس کا نکاح ہوتا اورتین برس کے بعد رخصتی ہوتی اوراس کے بعد نوبرس وہ آنحضرت کے ساتھ رہیں تو وفاتِ نبوی کے وقت وہ اٹھارہ کی بجائے اکیس برس کی ہوتیں اوریہ اس راوی کے بیان کے خلاف ہے۔

" اب جس راوی (ہشام بن عروہ) سے ایک دوجگہ سات برس کے سن میں نکاح ہونا بن سعد میں ہے اسی سے متعدد صحیح ترین روائتوں میں بتصریح بلاشک وشبہ چھ برس کے سن میں نکاح اورنوبرس کے سن میں رخصتی مروی ہے۔ بخاری اورمسلم کا ہرگز لحاظ نہ کیجئے مگر صحیح اورکثیر روائیتوں کا تو لحاظ کیجئے جن کی بناء پر یہ بالکل قطعی ہے کہ چھ برس کے سن میں نکاح ہوا اور نوبرس کے سن میں رخصتی ہوئی۔جو کوئی نکاح کی عمر سات برس بھی بتاتا ہے وہ رخصتی کی عمر نوبرس ہی کہتا ہے اورسات کو ملا کرنکاح اوررخصتی میں وہی تین برس کا فصل نکالتا ہے۔

" اب آئیے ۔ دوسرے محققین کی طرح اس کو نبوی اورہجری سنین سے تطبیق دے لیں۔ آپ نے تسلیم کرلیا ہے کہ ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا۔ مہینہ بالاتفاق شوال کا تھا۔ نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی چند سال کے بعد شوال ہی میں ہوئی اوردونوں باتوں کے درمیان فصل بھی بالاتفاق تین برس ہوا۔اب جن محققوں نے مثلاً علامہ عینی اورابن عبدالبر نے رخصتی کا وقت شوال ۲ ہجری لیا ہے انہوں نے نکاح کا زمانہ ۱۰ ہجری نہیں بلکہ ۱۱ لیا ہے اورجنہوں نے شوال ۱ ہجری رخصتی کا زمانہ لیا ہے انہوں نے نکاح کی زمانہ شوال ۱۰ نبوی بتایا ہے۔ اوراگر کسی ایک دو نے غلطی سے ایسا کیا ہے کہ تاریخ نکاح ۱۰ نبوی اورتاریخ رخصتی ۲ ہجری قراردیا

ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ انھوں نے نبوت کا پہلا سال پورا کرکے آخری سال ۳۰ صفر ۱۴ نبوی کی بجائے ۳۰ صفر ۱۳ نبوی کو تمام کیا ہے اور اس کی دلیل ہے کہ شوال ۱۰ نبوی کا زمانہ نکاح مان کر شوال ۲ ہجری کے زمانہ رخصتی کو شوال ۱۰ نبوی کے تین برس بعد ہی قرار دیتے۔ آپ کی طرح چار پانچ برس نہیں قرار دیتے جو ناممکن ہے۔

"آپ سال بڑھانے کی غرض سے یہ کرتے ہیں کہ نکاح کا سال تو دوسرے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی ۱۰ نبوی اور رخصتی کا سال پہلے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی ۲ ہجری اور یہ صریح غلطی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی ان دو واقعوں کے درمیان تین برس سے زیادہ کا فصل نہیں مانتا۔ اس بارہ میں انہیں دو بزرگوں کے اقوال اور تحقیقات پیش کرتا ہوں جن کو آپ نے مستند قرار دیا ہے۔ یعنی علامہ بدر الدین یعنی اور حافظ ابن عبدالبر۔ جنہوں نے شوال ۲ ہجری کا زمانہ رخصتی کے لئے اختیار کیا ہے۔

"چنانچہ علامہ عینی جو یہ مانتے ہیں کہ شوال ۲ ہجری میں رخصتی ہوئی انھوں نے شوال ۲ ہجری اس لئے تسلیم کیا ہے کہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں نہیں بلکہ ۱۱ نبوی میں ہوا۔ اس لئے تین برس کے فصل کے ساتھ انھوں نے شوال ۳ ہجری تسلیم کیا۔ لیکن یہ نہیں کیا ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں مان کر رخصتی ۲ ہجری میں تسلیم کیا ہو جیسا کہ سالوں کے بڑھانے کے لئے آپ کر رہے ہیں اس کے ساتھ اصل مبحث یعنی حضرت عائشہ کی عمر کے متعلق بھی ان کا بیان محفوظ ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی۔ رخصتی کے وقت نو برس کی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی تھیں (عمد القاری جلد اول صفحہ ۴۵)۔

دوسرا حوالہ آپ نے علامہ بن عبدالبیر کا دیا ہے۔ بے شک انھوں نے ستیعاب جلد دوم صفحہ ۷۶۵ (حیدرآباد) میں زبیر بن بکار کا حوالہ سے منجملہ دوسری روائتوں کے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے نکاح ہوا اور مدینہ میں ہجرت سے اٹھارہ مہینے بعد شوال میں رخصتی ہوئی۔ مگر یہ خود علامہ ابن عبدالبر کی تحقیق نہیں ہے بلکہ ان کی کتاب کی منجملہ اور روائتوں کے ایک روایت یہ بھی ہے جو ابن شہاب زہری پر موقوف ہے۔ اور بھی اس میں نقائص ہیں۔ ان کی اصل تحقیق وہ ہے جو انھوں نے شروع میں اپنی طرف سے لکھا ہے کہ "آنحضرت نے صلعم نے ان سے مکہ میں ہجرت سے دو برس پہلے نکاح کیا۔۔۔ اور وہ اس نکاح کے وقت چھ برس کی تھیں۔۔۔ اور ان کی رخصتی

مدینہ میں ہوئی جب وہ نوبرس کی تھیں اور مجھے علم نہیں کہ کسی نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے"۔ آپ نے ملاحظہ فرمایاکہ " سنہ اصل نہیں بلکہ عمر کا بیان اصل ہے اوراس سے سنین کی تعین کی گئی ہے اورچونکہ سنین میں مہینے چھوٹے اوربڑے ہیں اس لئے لوگوں میں سنین کی تعین میں اختلاف ہے لیکن نکاح کے وقت چھ برس اوررخصتی کے وقت نوبرس ہونے میں اصلاکسی محقق کو اختلاف نہیں ہے۔

" افسوس ہے کہ مجیب (یعنی مولوی محمد علی صاحب) نے آخر میں اس امر کو کہ" کہا گیاہے کہ حضرت عائشہ اپنی بہن اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں " صاحبِ مشکوات کا قول بتایا ہے حالانکہ مشکوات میں اس قسم کا کوئی قول نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشکوات کے مولف کا ایک دوسرا مختصر سا رسالہ اسماء الرجال میں ہے۔ اس میں نسخہ کی غلطی یا کتابت کی غلطی یا نقل کی غلطی سے ایسا قبل یعنی ضعیف روایت کے طورپر لکھا ہے جس کی صحت کی تائید اسلام کے کسی ایک مجموعہ سے نہیں ہوتی چہ جائیکہ معتبر احادیث سے ہو جیسا کہ فریق (یعنی مولوی محمد علی) نے کہا تھا۔ بہرحال ولی الدین خطیب تبریزی نے بحیثیت صاحب مشکوات نہیں بلکہ بحیثیت صاحب اکمال فی اسماء الرجال ایسا ضعیف اورغیرموید قول قبل کرکے نقل کیا ہے۔ میں نے صاحبِ مشکوات کے لفظ سے اس لئے انکار کیا ہے کہ عام لوگوں میں مشکوات شریف کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی بناء پران کو شبہ ہوگاکہ شائد یہ کہیں مشکوات میں مذکو رہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بہرحال اگرمشکوات اوراکمال کے مولف سے ہی آپ کواس قدرحُسن ظن ہے کہ" اس پایہ کاآدمی اپنی طرف سے کوئی بات کہکر قیل کے ساتھ اُسے بیان نہیں کرسکتا" تو اس پایہ کاآدمی یقیناً ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کو جن دوحدیثوں سے حضرت عائشہ کے نکاح اور رخصتی کی عمر میں مغالطہ ہوا وہ ان سے بے خبر ہو۔ بایں ہمہ دیکھئے کہ وہ کیا کہتا ہے ۔ اسی اکمال میں حضرت عائشہ کے حال میں ہے"آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ سے نسبت کی اوربیاہ کیا مکہ میں شوال ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے اوراس کے سوا بھی کہا گیا ہے (یعنی دوبرس ڈیڑھ برس پہلے) اورآپ نے ان کو رخصت کرایا مدینہ میں شوال ۲ ہجری میں ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد اوروہ اس وقت نوبرس کی تھیں اور کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کو مدینہ میں مدینہ آنے کے سات مہینے بعد(یعنی شوال ۱

ہجری) میں رخصت کرایا۔ وہ آپ کے پاس نوبرس رہیں اور جب آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں"۔

"لیجئے ولی الدین خطیب صاحب مشکوات وصاحب اکمال بھی اس باب میں وہی کہتے ہیں جو دنیا کہہ رہی ہے ۔ پس ایسے اجماعی مسئلہ کا جو صرف بخاری نہیں بلکہ قرآن پاک کے سوا احادیث کے سارے صحاح ،جوامع، مسابند، سنن، معاجم بلکہ اسلام کے سارے مذہبی ، فقہی، تاریخی، حدیثی، سیرتی ذخیرہ کتب روایات کا متفق علیہ ومتواتر بیان ہو۔ اس کی تکذیب اپنے چند غلط قیاسات سے کرنا کس قدرحیرت انگیز ہے۔۔۔۔

" الغرض تمام محققین اخبار وسیر آثار نے روایات اوران کے مطالب کے اختلاف کی بناء پر سنین کی تعین میں جوکچھ اختلاف کیا ہو مگر اس میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ حضرت عائشہ نکاح کے وقت چھ برس کی یازیادہ سے زیادہ سات برس کی اور رخصتی کے وقت وہ نوبرس کی تھیں یعنی ان کی عمر کے شمار کی مطابقت میں سنین ترتیب دئیے ہیں۔ لیکن سنین کی مطابقت سے عمر کی تعین نہیں کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیئے کہ ان کی عمر کا شمار اصل ہے اور نبوی وہجری سنین کی تعین فرع ونتیجہ ہے۔ یہ نہیں کہ ہجری ونبوی سنین اصل ہیں اورعمر کا شمارنتیجہ وفرع ہے۔ سنین میں اصلاح وترمیم ہوسکتی ہے مگر عمر کے شمار میں نہیں ہوسکتی ۔ ھذا ھوالمطلوب"۔

(۴۔)

حضرت ابوبکر کے ارادہ ہجرت کی دلیل

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے مضمون میں اصل دلیل کے بعد دومویدات بھی پیش کئے ہیں جو ان کے خیال میں ان کی پیش کردہ دلیل کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ پیغام صلح میں لکھتے ہیں"۔ اس کے علاوہ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتاہے کہ حضرت عائشہ کی عمربوقت نکاح یعنی ۱۰ ہجری نبوی میں اس قدر کم نہ تھی یعنی چھ سات سال جیسے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے اوریہی وہ روایات ہیں جن کی وجہ سے مجھے پہلے پہلے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ان روایات میں جن میں نکاح کے وقت چھ یا سات سال عمر بتائی گئی ہے کچھ نقص ضرورہے۔۔۔۔ اسی کی تائید بخاری کی ایک اورروایات سے ہوتی ہے ۔ جوباب ہجرہ النبی صلعم میں آتی ہے اور حضرت عائشہ کی روایت ہے ۔ قالت لم اعقل ابوی قط الا دھما یذنیان الدین ولم یمر علینا یوم الا یا تینا قیہ رسول اللہ صلعم طرفی

النھار بکرہ وعشتیہ فلما ابتلی المسلمون خرج ابوبکر مھاجر الخوارض الحبشہ یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا اورکوئی دن نہیں گذرتا تھا مگر رسول اللہ صلعم صبح اورشام ہمارے ہاں آتے تھے۔ پھر جب مسلمان پر مصائب آئے تو ابوبکر سرزمین حبش کی طرف نکلے۔۔۔ حضرت ابوبکر کا ہجرت کرکے حبش کی طرف نکلنا یہ ۵ نبوی کا واقعہ ہونا چاہیے اوراس سے یہ پیشتر رسول اللہ صلعم کا حضرت ابوبکر کے ہاں صبح اورشام جانا حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں اوراسے وہ اپنے ہوش کا زمانہ بتاتی ہیں اورظاہر ہے کہ ہوش کا زمانہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا نہیں ہوسکتا"۔ سید سلیمان صاحب اس استدلال کے جواب میں کہتے ہیں:

" غالباً مولوی صاحب کے اس قیاس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ہجرت عائشہ کی ولادت ۱ نبوی بتائیں یا اس سے بھی ایک سال پہلے۔ لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ" کا ترجمہ" مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے مطابق یہ کیا ہے کہ" جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین پرپایا" حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے" میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے" ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ" میں نے جب سے ہوش سنبھالا" اورمیں نے جب سے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا" دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے" ہوش سنبھالنے" کا لفظ کسی قدرزیادہ سن کے لئے یا سن تمیز کے لئے بولا جاتا ہے۔ لیکن جب میں نے اپنے ماں باپ کو سمجھایا پہچانا" ۔ اتنے سن اورتمیز کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس لئے اس لفظ سے ہمارے فریق (یعنی مولوی محمد علی) کا حضرت ابوبکر کی ہجرت کے وقت حضرت عائشہ کے پانچ چھ برس کے صاحب تمیز وہوش ہونے پر استدلال صحیح نہیں۔۔۔

" اصل یہ ہے کہ یہ حدیث چارٹکڑوں سے مرکب ہے ایک یہ کہ " میں نے جب سے اپنے والدین کو جانا پہچانا ان کو دین کا پیروپایا" دوسرا ٹکڑا" روزانہ صبح وشام کی آمدورفت کا ہے"۔ تیسرا حضرت ابوبکر کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہے" اورچوتھا ٹکڑا مدینہ منورہ کی ہجرت کا ہے۔ یہ حدیث ابن شہاب زہری سے مروی ہے۔ ان کی عادت ہے کہ اخباروسیر کی روایات میں وہ ایک واقعہ کے مختلف واقعات متعلقہ کو تسلسل کےلئے جوڑکربیان کرتے ہیں۔ تمام بڑے

بڑے واقعات میں انہوں نے یہی کیا ہے اورکتب سیر میں تو ہر جگہ انہوں نے اپنی اس روش کی تشریح کردی ہے۔

" یہ حدیث کتب صحاح میں سے صرف صحیح بخاری میں ہے۔ امام بخاری نے اپنے دستور کے مطابق اس حدیث کو کہیں ایک ساتھ اور کہیں ٹکڑے کرکے مختلف ابواب میں درج کیا ہے۔۔۔ ہر وہ شخص جس کو امام بخاری کی بتویب اوراحادیث کے ٹکڑوں کی ترتیب کے سلیقہ کا علم ہے وہ جان سکتا ہے کہ خاص قرائن کے بغیر محض ترتیب اجزاء سے کسی مختلف الاجزاء حدیث سے کسی نتیجہ پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ فریق (مولوی محمد علی) کا سارا استدلال اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب والدین کی شناخت ۔ حضورکی روزانہ صبح شام کی آمد کے بعد ہی حضرت ابوبکر کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہونا مسلم ہو۔ مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ذرا غورکرنے سے معلوم ہوجائے گاکہ روزانہ صبح وشام کے وقت کے آنے کا تعلق آپ کی ہجرت مدینہ کے دن خلافِ معمول آنے سے ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الادب کی روایت مذکورہ بالا میں اورنیز کتبِ سیرت میں سے ابن اسحاق کی سیرت میں ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں" ام المومنین عائشہ سے روایت ہے ، کہ آپ کوئی دن صبح یا شام کو ابوبکر کے گھر آنے میں ناغہ نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جس دن آپ کو ہجرت اورمکہ سے نکلنے کی اجازت ہوئی توآپ ہمارے پاس دوپہر کو اس وقت آئے جس وقت آپ آیا نہیں کرتے تھے"۔ ان اقتباسات سے یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ اصل میں ان ٹکڑوں کی ترتیب یہ ہے، کہ والدین کی شناخت، پھر صبح وشام کی آمدورفت ۔پھر ہجرت کے دن معمول کے خلاف دوپہر کو تشریف آوری۔ اورپھر ہجرت مدینہ ، اسی ہجرت مدینہ کی تقریب سے زہری نےیہ کیا کہ والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے ۔حضور کی صبح وشام آمدورفت ۔ پھر حضرت ابوبکر کے حبشہ کی ہجرت کے ارادہ اور چند منزل کے سفر اور واپسی اوربنائے مسجد ۔پھر ہجرت مدینہ کی تفصیلات کا ذکرکیا۔ اس ترتیب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت ابوبکر کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے وقت حضرت عائشہ ہوش وتمیز والی تھیں اوراس وقت روزانہ حضورحضرت ابوبکر کے گھرآیا کرتے تھے بالکل بے بنیاد ہے۔ حالانکہ اگرہم اس نتیجہ کو مان بھی لیں توبھی جیسا کہ ہم ابھی بتاچکے ہیں کہ حضرت عائشہ کا اس وقت (حضرت ابوبکر کے ارادہ ہجرت حبشہ) کے وقت ہوش وتمیز والی ہونا حدیث

سے ثابت نہیں ہوگا بلکہ ان کا اس عمر میں ہونا کہ وہ والدین کو اچھی طرح پہچان سکیں اوران کوکچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر یہ جان سکیں کہ یہ کچھ پڑھ رہے ہیں اوراٹھ بیٹھ کررہے ہیں۔۔۔

" اب سوال یہ ہے کہ (مولوی محمد علی کی پیش کردہ) حدیث کی رو سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا ارادہ کا زمانہ ۵ نبوی ہے؟ اس حدیث میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں جس میں وقت اورزمانہ کا تعیین ہو۔ سب جانتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کا واقعہ دودفعہ پیش آیا۔ ایک ۵ نبوی میں جس کو ہجرت اولیٰ کہتے ہیں اوردوسری ۷ نبوی میں جس کو ہجرت ثانیہ کہتے ہیں ۔ پھر ہم حضرت ابوبکر کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کے لئے ۵ نبوی ماننے۔ پر مجبورکیوں ہیں؟ کیوں نہ ہم اس کے چند سال بعد مانیں؟ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے زمانہ کی تعیین پراستدلال کرسکیں۔

" فریق (مولوی محمد علی) کہہ سکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ ایسا ہے اوروہ فلما ابتلی المسلمون (جب مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں یا مسلمان ستائے گئے) تب حضرت ابوبکرنے ہجرت کا ارادہ کیا لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ستائے جانے کا زمانہ صرف ۵ نبوی تھا۔ ستائے جانے کے زمانے اورمراتب مختلف ہے غلام وبیکس اوربے مددگار لوگ شروع ہی سے جب سے اسلام کا اعلان کیا گیا ستائے جانےلگے ۔ ان سے بڑے لوگوں کے ستائے جانے کی باری اُس وقت آئی جب کفارِمکہ کو مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کرنے کا حال معلوم ہوا اوراپنی کوششوں میں ان کو ناکامی ہوئی اورہ ۷ نبوی میں ہوا جب بیاسی مسلمانوں نے ہجرت کی اورحضور بھی شعب ابی طالب میں چلے گئے اوراس وقت حضرت ابوبکر مکہ میں باوجود اپنے جاہ مرتبہ کے تنہا سے معلوم ہونےلگے ہوں گے۔ پھرآنحضرت صلعم اوراکابر صحابہ کی جسمانی تکلیف کا واقعہ ۱۰ نبوی کے بعد ہوا۔ جب حضرت خدیجہ اورحضرت اورحضرت ابوطال کا انتقال ہوگیا۔ اورسختیاں سب سے زیادہ اس وقت ہونے لگیں جب کفار کو مدینہ میں اسلام کی اشاعت اورصحابہ کے اُدھر ہجرت کرنے کاآغازہوا جو ۱۱ نبوی سے شروع ہوگیا تھا۔ اس لئے الفاظ" جب مسلمانوں پر سختیاں ہوئیں " سے ۵ نبوی کی تخصیص کیونکرہوگئی ؟ مسلمانوں کے ستائے جانے کی مدت توپوری تیرہ برس ہے اوران تمام برسوں میں سے ہر ایک برس ہے۔ ۔۔۔۔ اس سے یہ معلوم ہواکہ" جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی " سے خواہ

مخواہ ۵ نبوی مراد لینا ضروری نہیں اوراس لئے اس لفظ سے حضرت ابوبکر کے ارادہ ہجرتِ حبشہ کی تاریخ ۵ معین کرنے پر دلیل نہیں حاصل کی جاسکتی۔

" آگے بڑھ کر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر نے ۵ نبوی والی ہجرت حبشہ اولیٰ میں شرکت کی۔ نہ ۷ نبوی والی ہجرت حبشہ ثانیہ میں ہجرت کی۔ کیونکہ ان دونوں موقعوں پر جمعیتوں کے ساتھ سفر ہوا اورحضرت ابوبکر تنہا نکلے۔ یہ دونوں قافلے جدہ سے گئے اورآئے۔ لیکن حضرت ابوبکر یمن کی طرف برک الغماد سے رُخ کررہے ہیں۔چنانچہ علمائے سیر اور محدثین نے حضرت ابوبکر کی اس ہجرتِ حبشہ کا ارادہ ۵ نبوی نہیں۔ ۷ نبوی میں نہیں بلکہ اس کے بعد متعین کیا ہے۔ چنانچہ ابنِ اسحاق نے اس کا ذکر ہجرت ثانیہ کے بعد آنحضرت صلعم کے شعب ابی طالب میں بھی جانے کے بعد اورنقص صحیفہ یعنی آنحضرت صلعم کے شعبِ ابی طالب سے ۹ یا ۱۰ نبوی میں نکلنے کے فوراً ہی متصل پہلے ذکر کیا ہے۔۔۔۔ یعنی ۷ نبوی کے بعد۔ ممکن ہے ۸ نبوی یا ۹ نبوی ہو۔ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر اگر ۴ نبوی کی ولادت کا حساب ہو جو ابن سعدوغیرہ نے لگایا ہے تو ۸ نبوی میں ان کی عمر کا پانچواں سال ہوگا اورمیری تحقیق کی بناء پرکہ ۵ نبوی کی ولادت مانتا ہوں ان کی عمر چوتھا سال ہوگا اورباوجود اس کے کہ والدین کی شناختِ اسلام اورآنحضرت کی روزانہ صبح وشام کی آمد کا میرے نزدیک اس ہجرت حبشہ کے ارادہ سے قطعاً تعلق نہیں تاہم میں کہتاہوں کہ ایک مستشنیٰ حافظہ اورہوش وگوش والی لڑکی کےلئے یا قرآن پڑھتے سنے تو ان کاموں کو یاد رکھے اورزیادہ تمیزآنے پر یہ سمجھے کہ وہ یہ مسلمانوں کے کام کرتے تھے۔۔۔۔"

(۵۔)

سورہ قمر کے نزول سے استدلال

سورہ قمر میں ایک آیت ہے۔ بل الساعتہ من مدھمہ الساعتہ اوھی وامر۔ یعنی ان کے ساتھ وعدہ قیامت کا ہے۔ اور قیامت ایک آفت ہے اورتلخ ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں سورہ قمر کی تفسیر میں اس آیت کی نسبت ایک روایت ہے جس کی راوی خود حضرت عائشہ ہیں۔ لکھا ہے" حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی اورمیں اس وقت بچی تھی اورکھیلتی تھی"۔ مولوی محمد علی صاحب اس حدیث کو پیش کرکے یہ دلیل دیتے ہیں کہ" یہ آیت سورہ قمر میں

ہے۔ سورہ نجم اورسورہ قمر کا باہم بہت تعلق ہے اس لئے ان کا نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہیے اورسورہ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے پس اسی وقت کے قریب قریب سورہ قمر بھی نازل ہوئی پس ۵ نبوی یا ۶ نبوی اس آیت کا نزول ہے اورحضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اورکھیلا کرتی تھی اورپھر ان آیات کو سن کرسمجھ کریاد بھی رکھتی تھی تویہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا زمانہ نہیں ہوسکتا۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کی عمر ۱۰ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال ہونا قرینِ قیاس نہیں۔ اگریہ روایات صحیح ہیں تو اپنی عمر کے بیان کرنے میں ان کو غلطی لگی ہے" (پیغام صلح ۲۷ نومبر ۱۹۲۸ء)۔

سید سلیمان صاحب اس دلیل کے جواب میں کہتے ہیں:

" اوپر کے مقدمات میں یقینیات کا جوسلسلہ ہمارے مخدوم (مولوی محمد علی) نے جوڑا ہے ان میں سے ہرایک بے بنیاد ہے۔۔۔۔ اس مرتب دلیل میں کتنے بے بنیاد مقدمات ہیں۔ حضرت عائشہ تو صرف ایک آیت کا نزول اوراس کا یاد رکھنا فرماتی ہیں اورفریق (مولوی محمد علی) پورے سورہ قمر کا احاطہ کرلیتا ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن پاک میں کبھی ایک آیت کبھی چند آیتیں کبھی پوری سورہ اتری ۔کبھی ایک ایک سورہ چندسالوں میں متفرق طورسے نازل ہوکرپوری ہوتی تھی۔ اورآنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ اس آیت کو فلاں مقام پر رکھو۔ اس لئے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ آیت مذکورہ تنہا نہیں بلکہ پوری سورہ قمر کی ایک ساتھ اتری اس وقت تک دلیل تام نہیں ہوسکتی۔ سب کو معلوم ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم وینکم ۱۰ ہجری میں حجتہ الوداع میں اتری اورسورہ مائدہ کی بہت سی آیتیں اس سے برسوں پہلے ۵ ہجری میں اُتریں جیسے تمیم کا حکم وغیرہ۔ جانوروں کی حلت و حرمت کے احکام جو اس میں ہیں وہ غالباً اس کے دوبرس بعد خیبر کے زمانہ کی ہیں۔ سورہ بقرہ کی آخری آئیتیں معراج میں مکہ میں عنایت ہوئیں مگر باقی سورہ بقرہ مدینہ میں پوری ہوئی۔۔۔۔ خود قمر اور نجم کی بعض آئیتیں مدنی کہی جاتی ہیں دیکھئے روح المعانی۔ اسی طرح اوربھی بہت سی آئتوں کا حال تصریحی اوریقینی طورسے معلوم ہے۔ اس لئے ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

" نیزیہ بھی ضروری نہیں کہ دو متناسب سورتیں ایک ہی ساتھ یا ایک ہی زمانہ میں نازل ہوں۔ سورہ نساء اورسورہ طلاق

بہت متناسب ہیں مگر ان کے نزول میں برسوں کا فرق ہے۔ اور سورتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سورہ انفال اوربرات میں اتنا التصال اورمناسبت ہے کہ حضرت عثمان نے بیچ میں فصل کی بسم اللہ بھی نہیں لکھی مگر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ انفال کا زیادہ تر تعلق غزوہ بدر سے ہے جو ۲ ہجری کا واقعہ ہے اورسورہ برات کا فتح مکہ کے بعد سے جو ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔

" سورہ نجم کے نزول کی قطعی تاریخ ۵ نبوی بتانا بھی صحیح نہیں۔۔۔ بلکہ اگر چند آئتوں سے پوری پوری سورہ پر حکم لگایا جاسکتا ہے تو میں کہتا ہو کہ سورہ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا اور حضور کا پوری سورہ کا اس وقت قرات کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس سورہ کی ابتداء میں معراج کے روحانی مناظر ومشاہد کا ذکر ہے اور معراج کی تاریخیں ۱۱ نبوی یا ۱۲نبوی ہیں۔ اس لئے کیونکر ممکن ہے کہ ۵نبوی میں یہ سورہ پوری اتری ہو اورتلاوت کی گئی ہو"۔۔۔

(۔٦)

عرب میں نکاح صغیر کا رواج

مولوی محمد علی صاحب کی آخری دلیل یہ ہے کہ رسول عربی سے نکاح سے پہلے حضرت عائشہ جبیربن مطعم سے منسوب تھیں"۔ اب ظاہر ہے کہ عرب میں چار چار پانچ پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کارواج نہ تھا اور حضرت عائشہ کی نسبت کا پہلے ہوچکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طورپر خیال ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے۔ کہ بوقتِ نکاح حضرت عائشہ کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی"۔

سید سلیمان ندوی اس دلیل کو رد کرکے کہتے ہیں :

" عرض یہ ہے کہ عرب میں نہ صرف کم سن بچوں کے پیام ونسبت کا رواج تھا بلکہ شیر خوار بچوں کے نکاح کا بھی تھا۔ بلکہ حمل کے اندر جواولاد ہواس کے نکاح کا وعدہ بھی ۔ ملاحظہ ہوسنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی ترویج من لم یولد۔ کہ جاہلیت میں غیر مولوی بچہ کا بھی پیام ہوجاتا تھا۔ عرب میں کم سن لڑکیوں کے نکاح کے عدم رواج سے مطلب اگر زمانہ جاہلیت ہے تویہ شخص کو معلوم ہے کہ زمانہ جاہلیت کے واقعات محفوظ نہیں جو اس عہد کے عرب کے متعلق آپ نفسیاً یا اثباتاً کچھ کہیں سکیں۔ پھر معلوم نہیں کہ عدم رواج کادعویٰ اس عہد کے متعلق کس دلیل پر مبنی ہے لیکن اگراسلام کے زمانہ کا عرب مراد ہے تو

حضرت عائشه کےعلاوہ کم سن لڑکیوں کے نکاح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے پیش ہیں ۔(۱۔) حضرت قدامه بن مظعون صحابی نے حضرت زبیر کی نومولود لڑکی سے اسی دن نکاح پڑھایا جس دن وہ پیدا ہوئی (مرقاہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلو۳ صفحه ۳۱۷)۔

(۲۔) خود آنحضرت صلعم نے حضرت ام سلمه کے کم سن لڑکے سلمه کا نکاح حضرت حمزہ شہد احد کی نابالغ لڑکی سے کردیا (احکام القرآن رازی حنفی جلد ۲ صفحه۵۵)۔ خود مولوی صاحب نے اس حد تک تسلیم کیا ہے کہ حضرت عائشه گیارہ برس کے سن میں بیاہی گئیں۔ انہیں دو مثالوں پر موقوف نہیں بلکه " ایک سے زائد صحابه نے اپنی نابالغ لڑکیوں کانکاح (ترکمانی علی البیہقی ج ۱ ص ۷۶، ۷۹)۔ اوربالاتفاق اوربلااختلاف تمام صحابه ، تمام تابعین اورتمام آئمه۔ مجہتدین کے نزدیک باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردے" (معارف جنوری ۱۹۲۹ء)۔

آخر میں سید صاحب فرماتےہیں:

خلاصه بحث

میرا دعویٰ یه ہے که حضرت عائشه معتبرترین۔ مستند ترین اورایک دو کے سوا تمام متفقه روائتوں کے مطابق چھ برس کے سن میں بیاہی گئیں۔ اورمتفقاً بلااختلاف نوبرس کے سن میں آنحضرت صلعم کے حجرہ میں آئیں اورتمام واقعات وسنین کی تطبیق کی بناء پر وہ ۵ نبوی کے آخر میں پیدا ہوئیں۔ شوال ۱۱ نبوی میں بیاہی گئیں اورشوال ۱ ہجری میں رخصت ہوکرآئیں۔

" مولانا محمد علی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں جو جولائی ۱۹۲۸ء میں پیغام صلح میں شائع ہوا تھالکھا تھاکه" معتبر احادیث سے معلوم ہوتاہے که حضرت عائشه اپنی بڑی بہن حصرت اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت عائشه کی عمراس وقت وجب آنحضرت صلعم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سوله سال تھی"۔ میں نے جولائی کے معارف میں مولانا محمد علی کو ٹوکا اورمتعدد وسوالات کئے اور دریافت کیا۔ کیاان معتبراحادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی پیش کرسکتے ہیں جن سے ثابت ہو که (۱۔) وہ اپنی بہن حضرت اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں۔(۲۔) ہجرت سے ایک سال پہلے

حضرت عائشه کی شادی ہوئی تھی۔(۳۔) اورہجرت سے ایک سال پہلے وہ سولہ برس کی تھیں اوررخصتی کے وقت اٹھارہ برس کی۔

" چارمہینوں کے بعد ۲۷ نومبر کے پیغاصلح میں مولانا محمد علی نے جو جوابی مضمون لکھا اس میں اپنے پہلے دعوؤں سے ہٹ کر اولاً یہ تصریحات کیں کہ(۱۔) ایسی کوئی حدیث ان کونہیں ملی جس سے یہ ثابت ہوکہ حضرت عائشہ اپنی بڑی بہن حضرت اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں(۲۔) یہ بھی تسلیم ہے کہ ہجرت سے ایک برس پہلے حضرت عائشہ کا نکاح ہونا غلطی سے لکھا گیا۔(۳۔) نکاح کے وقت ان کا سولہ برس کا ہونا صحیح نہیں۔ مگر ان سچی اور صریح تصریحات کے ساتھ اب یہ نئے دعوے کئے ہیں کہ (۱۔) حضرت عائشہ سے اپنی عمر کے بیان میں غلطی ہوئی ہے (۲۔) نکاح کےوقت ۱۰ نبوی میں وہ گیارہ سال سے کم نہ تھیں۔ (۳۔) اور۲ ہجری میں رخصتی کے وقت سولہ سال سے کم کی نہ تھیں۔

" انصاف کیجئے کہ ایک حضرت عائشہ سے غلطی ہوئی کہ تمام محدثین ومورخین اور رواتہ سے یکساں غلطی ہوئی ۔ پھر کسی ایسے شخص سے جیسی کہ ام المومنین حضرت عائشہ تھیں جن کا حافظہ اپنی قوت میں ممتاز ومستشنیٰ تھا خود اپنی عمر کے متعلق ایسی غلطی ہوکہ وہ اپنی گیارہ برس کی عمر کو چھ برس کی اورسولہ برس کی عمر کو نوبرس کی اوراپنی پچیس برس کی بیوگی کو اٹھارہ برس کی عمر کی بیوگی کہہ دے یہ عجوبہ روزگار ہے۔۔

" حضرت عائشہ جس وقت رخصت ہوکر میکے لائی جاتی ہیں تو وہ جھولے پر سے اورکھیل سے اٹھاکر لائی جاتی ہیں۔ اُن کی ماں رخصت ہوکر منہ دھودیتی ہیں۔ بال برابر کردیتی ہیں۔ چھوٹی سہیلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔یہاں آکر بھی گڑیوں کے کھیلنے کا شوق باقی رہتا ہے اوریہ تمام واقعات احادیث میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ ایک نوبرس کی کم سن لڑکی کا حلیہ ہے یا سولہ برس کی پوری جوان عورت کا (دیکھو مند طیاسی صفحہ ۲۰۵ اوردارمی صفحہ ۲۹۲)۔

" افک کا واقعہ ۵ ہجری کا ہے۔ اس وقت جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک وہ بارہ یا تیرہ برس کی تھیں اورمولانا محمد علی کے حساب سے ۱۹برس کی ہوں گی۔ واقعہ افک کے بیان میں (بخاری) ان کی لونڈی بریرہ اوروہ خود اپنی نسبت دوجگہ جارتیہ حدیث السن" کم سن چھوکری" کہتی ہیں۔ عربی جاننے والوں سے سوال ہے کہ جارتیہ حدیثہ السن کا مصداق بارہ تیرہ برس کی لڑکی ہوگی یا انیس

برس کی عورت۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ وانا جاریتہ حدیثتہ السن المراقر کثیرامن القرآن (بخاری)" میں کم سن چھوکری تھی۔ زیادہ قرآن نہیں پڑھتی تھی۔ یہ عذرہ بارہ تیرہ برس کی زبان سے درست ہوگا یا انیس برس کی عورت کی زبان سے؟

"آخر میں حضرت عائشہ کی زبان سے ان کی رخصتی کا پورا منظر سناکر اس بحث کو ختم کرتا ہوں ۔ فرماتی ہیں جیساکہ صحیح بخاری(صفحہ ۵۵۱)۔ وصحیح مسلم کتاب النکاح وسنن دارمی (صفحہ ۲۹۳) میں ہے۔ مجھ سے رسول اللہ صلعم نے جب نکاح کیا تو میں چھ برس کی تھی۔ پھر ہم مدینہ آئے تو نبی حارث کے محلہ میں اترے ۔ پھر میں بیمار پڑگئی تو میرے سر کے بال گرگئے۔ایک چھوٹی سی رہ گئی۔ تو میری ماں ام رومان آئیں اورمیں جھولے پرتھی اورمیرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں تو میری ماں نے مجھے چلا کر بلایا۔ تو میں آئی اورمجھے خبرنہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔تب انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر کھڑا کیا اورمیری سانس پھول رہی تھی (شائد کھیل کے دوڑدھوپ سے) یہاں تک کہ کچھ سانس درست ہوئی۔ پھر تھوڑا پانی لے کر میرا منہ اورسردھویا۔ پھر کمرہ کے اندر گئیں۔ وہاں دیکھا کہ ایک کمرہ میں انصار کی چند عورتیں ہیں۔انہوں نے مبارک بادی۔ میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کردیا۔ انہوں نے کچھ میری حالت درست کی تو رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری سے حیرت ہوتی۔ تب انہوں نے مجھے آپ کے سپرد کیا اورمیں اس وقت نوبرس کی تھی"کیا یہ حلیہ ۔ یہ منظر، یہ حالت ایک سولہ برس کی لڑکی کا ہے یا نوبرس کی ؟ پھر جو عورت اپنی رخصتی کے اتنے جزئیات یاد رکھے وہ اپنی عمرہی بھول جائے گی؟ اوربلا تذبذب اوربلاشک وشبہ ہر وقت اور ہر شخص سے اپنی رخصتی کے وقت نوبرس کی عمر بتانے میں غلطی کرے گی؟ ان ھذا العجاب۔

" حضرت عائشہ کے لئے نوبرس کے سن میں رخصتی ہونا اتنا یقینی ہے کہ وہ نوبرس کے سن کو ایک عرب لڑکی کے بلوغ کا زمانہ معتین کردیتی ہیں۔ فرماتی ہیں" جب لڑکی نوبرس کوپہنچ گئی تو وہ عورت ہے"(دیکھو ترمذی کتاب النکاح)

" کیا ان تفصیلات کے بعد بھی یہ کہا جائے گا کہ وہ نکاح کے وقت ۱۲، ۱۳، ۱۶، یا ۱۷ برس کی تھیں" (معارف جنوری ۱۹۲۹ء)۔